حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسلسلہ

جلد 11

جدید ملفوظات ☆ محفوظات

ملحوظات ☆ محظوظات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

کی مجالس اور اسفار، نشست و برخاست میں بیان فرمودۂ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، عاشقانِ الٰہی ذوالاحترام کی حکایات وروایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام ومسائل جن کا ہر فقرہ حقائق ومعانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شرابِ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی ونقلی، معلومات وتجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے اور جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

حضرت مولانا محمد نبیہ التاندوی رحؒ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

اشرفیہ منزل۔ نزد چوک فوارہ ملتان۔ 41501

بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ 540513

ضابطہ

نام کتاب .... جدید ملفوظات

باہتمام .... محمد اسحٰق عفی عنہ

سن اشاعت .... مئی 2001ء

طباعت .... سلامت اقبال پریس

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

دارالاشاعت اردو بازار۔ کراچی نمبر 1

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار۔ لاہور

مکتبہ رشیدیہ۔ سرکی روڈ۔ کوئٹہ

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار۔ پشاور

مکتبہ رشیدیہ۔ راجہ بازار۔ راولپنڈی

فہرست مضامین "جدید ملفوظات"

محفوظات یعنی حصہ اول جدید ملفوظات

ملقب بہ

اشرف التنبیہ فی کمالات بعض ورثۃ الشفیع النبیہ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ عجالہ ہذا کی وجہ تالیف میں عرض ہے کہ رسالہ امیر الروایات کے زمانہ اشاعت میں (جو اپنے اکابر قریبہ کے مقامات و مقالات میں مدون کیا گیا ہے) بعض احباب (المراد بہ المولوی محمد زکریا الکاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے تحریک کی کہ ان حضرات کی اس قسم کی اور حکایات بھی جو یاد آجائیں اگر منضبط ہو جائیں تو موجب نفع ہیں مگر اس وقت تک اس تحریک پر عمل نہ ہو سکا جس کا زیادہ سبب یہ تھا کہ مجھ کو تحریر کا وقت نہ ملتا تھا اور تقریر کا کوئی ضبط کرنے والا میسر نہ ہوا مگر خیال اس کا برابر رہا چنانچہ میرے رسالہ تحسین دارالعلوم (جو کہ القاسم محرم ۱۳۴۷ھ میں چھپا ہے) کے ایک حاشیہ میں اس خیال کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے بقولی اشارۃ الی احتمال ضبط مایتفق احیاناً من سود بعض من حکایات ھولاء الاکابر من غیرھم الخ اتفاق سے اس زمانہ میں کہ ۱۳۴۸ھ کا آغاز ہے بعض احباب (المراد بہ المولوی محمد شفیع الدیوبندی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس کی پھر تحریک کی اور خوش قسمتی سے بعض احباب (المراد بہ المولوی محمد نبیہ التاندوی رحمۃ اللہ علیہ) ضبط کے لئے بھی آمادہ ہو گئے وہ لکھ کر مجھے دکھلا دیتے تھے اور میں اس میں مناسب ترمیم کر دیتا تھا جس سے وہ صورت حاصل ہوئی جو آپ کے سامنے ہے گویا اس کو امیر الروایات کا ضمیمہ کہنا چاہئے اتنا فرق ہے کہ اس میں متون کے ساتھ اکثر اسانید بھی ہیں اور اب مجھ کو رجال یاد نہیں رہے لیکن کسی حکم شرعی کا مدار نہ ہونے کے سبب سے یہ مضر بھی نہیں۔ فالان اقول وبہ اصول واجول۔

کتبہ اشرف علی۔

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

محفوظات

طبیبوں، صوفیوں اور شاعروں کی صحبت کے دینی و دنیوی نتائج

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سلسلہ کے ایک استاد سے نقل فرماتے تھے جس شخص کو دنیا کا بنانا ہو اور دین سے کھونا ہو اس کو طبیبوں کے سپرد کردے اور جس کو دین کا بنانا ہو اور دنیا سے کھونا ہو اس کو صوفیہ کے سپرد کر دے اور جس کو دونوں سے کھونا ہو اس کو شاعروں کے سپرد کر دے اس پر میں نے (یعنی حضرت مرشدی حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) عرض کیا کہ حضرت جس کو دونوں کا بنانا ہو تو فرمایا کہ یہ ناممکن ہے۔ قال العارف الرومی۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

تشدد سے اصلاح نہیں ہوتی

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک واعظ دہلوی کی نسبت فرماتے تھے کہ متشدد بہت تھے اس قدر تشدد سے اصلاح نہیں ہوتی حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لے گئے تو حضرت نے راستہ میں ایک طبیب رئیس کی دعوت قبول کر لی تو اس پر واعظ مذکور کا اعتراض تھا کہ فاسقوں کی دعوت قبول کر لی حالانکہ سب سے زیادہ حضرت مولانا کے معتقد تھے۔

ایک واعظ صاحب کی رائے حضرت حکیم الامتؒ کے لباس کے بارہ میں

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دیو بند گیا تھا چونکہ بہلی کے ذریعے سفر کیا تھا اس وجہ سے گرد و غبار سے کپڑے میلے ہوگئے تھے اسی حالت میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر حاضر ہوا وہاں مولانا مسعود احمد صاحب بھی تھے اور ان کے پاس وہ واعظ صاحب بھی موجود تھے ان کو میں نے بالکل نہیں پہچانا تو انہوں نے عربی جملہ میں فرمایا (انی کنت مشتاقا الیک) پھر میں نے مولانا مسعود احمد صاحب سے دریافت کیا

تو انہوں نے بتلایا کہ یہ فلاں صاحب ہیں میں نے اردو میں جواب دیا اتفاق سے وہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملے جو لباس ذرا اچھا پہنتے تھے ان صاحب نے موازنہ شروع کیا کہ ان کا (یعنی حضرت مرشدی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا) لباس طالبعلمانہ ہے اور وہ (یعنی مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ) جیکٹ پہنتے تھے۔

ایک متشدد واعظ کا غلط اعتراض

فرمایا کہ ایک خوش عقیدہ مگر سخت واعظ دہلوی نے حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اعتراض کیا تھا کہ یہ بدعتیوں کی عیادت کے لیے جاتے ہیں قصہ یہ تھا کہ حضرت مولانا دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ مولوی محمد اسماعیل صاحب کاندھلوی کی جو نظام الدین کے قریب ایک مسجد میں رہتے تھے عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے وہ کوئی بدعتی نہ تھے البتہ بعض مجاورین ان کے پاس آبیٹھتے تھے ان مجاوروں کی مولوی صاحب کی صحبت سے کچھ اصلاح بھی ہوگئی تھی صرف اختلاط کی وجہ سے ان واعظ صاحب نے ان کو بدعتی کہہ دیا ہمارے مولانا دیوبندیؒ بہت نرم تھے اس وجہ سے بعض لوگ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو ترجیح دیتے تھے کہ یہ سنت پر زیادہ عامل ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آنیکی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا بئس اخوا العشیرۃ جب وہ آیا تو آپ نے اس سے نرمی سے کلام کرنا شروع کیا اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ نے تو فرمایا تھا بئس اخوا العشیرۃ تو آپ نے فرمایا سب سے برا وہ شخص ہے جس کی بدمزاجی کے سبب لوگ اس کو چھوڑ دیں میں نے ایسا ہونا نہیں چاہا۔

نماز میں عجلت کی مذمت

فرمایا کہ غالباً حضرت مولانا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جلال آباد میں دو شخص مسجد میں نماز کو آتے تھے اور یہ شرط کر کے آتے تھے کہ پہلے کون نماز ختم کرے ایک شخص نے ان کے نماز پڑھنے کی یہ حالت دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے قرأت وتشہد و

درود شریف و تسبیحات تو گھر پڑھ آتے ہوں گے باقی رکوع اور سجدے یہاں آ کر کر لیتے ہوں گے۔

مولوی احمد حسن صاحب کانپوری کا غلبہ حال

فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری جب حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچے ہیں منشی محمد جان مرحوم کہتے تھے کہ میں نے ایک روز مولوی صاحب کو دیکھا کہ حضرت کی جوتی جو مجلس کے باہر رکھی تھی سر پر رکھ کر زار زار رو رہے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا اصل مذاق

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کا اصل مذاق تحمل تھا ایک شخص نے مجھ سے (یعنی حضرت مرشدی مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے) کہا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت متحمل تھے اور تم سخت ہو میں نے کہا کہ مقصود دونوں کا اصلاح ہے مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بابرکت تھے اور ہم بابرکت نہیں ہیں ہم جب تک حرکت نہ کریں اصلاح کا کام نہیں چلتا اس لیے ہم حرکت سے اصلاح کرتے ہیں اور حضرت برکت سے اصلاح کرتے تھے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کی برکت کی حکایت جو ان کے معاملہ میں ظاہر ہوئی تھی مجھ سے بیان کی کہ میں ایک آزاد شخص تھا نماز بھی نہ پڑھتا تھا حضرت سے بیعت کو جی چاہا حضرت سے عرض کیا کہ اعمال کی تو ہمت نہیں ہے اگر آزاد رکھا جائے تو بیعت ہوتا ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ ایک تو نماز نہ پڑھوں گا اور ایک ناچ دیکھوں گا حضرت نے منظور فرمالیا اور بیعت کرلیا اور فرمایا کہ ایک شرط ہماری بھی ہے کہ ہم تھوڑا سا ذکر بتلا دیں گے اس کو کرلیا کرنا انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اس ذکر کا ان پر یہ اثر ہوا کہ جب نماز کا وقت آیا تو دفعۃً بدن میں خارش شروع ہوئی اب جو تدبیر بھی اس کے دفع کی کی گئی وہ ہی الٹی پڑی کہیں چنبیلی کا تیل مل رہے ہیں کہیں اور تدبیر کر رہے ہیں مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا پھر جی میں آیا کہ لاؤ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ ہی دھوؤں جب دھو ہی

چکے پھر خیال آیا کہ سب اعضاء تو دھل گئے لاؤ مسح بھی کرلوں وضو کا تمام ہونا تھا کہ خارش آدھی رہ گئی پھر جی میں آیا کہ لاؤ نماز بھی پڑھ لوں کوئی یہ شرط تھوڑی ہی تھی کہ بالکل ہی نہ پڑھوں گا نماز کا شروع کرنا تھا اور خارش کا ندارد ہونا پھر جب اگلی نماز کا وقت آیا وہی خارش پھر شروع ہوئی اور نماز اسی طرح شروع کرتے ہی جاتی رہی اب سمجھے کہ بڑے میاں نے (یعنی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز نے) پہرہ بٹھایا ہے نمازی ہوگئے۔ پھر خیال آیا کہ جب تو نماز پڑھتا ہے اور پانچ وقت خدا کے دربار میں حاضری دیتا ہے تو ناچ میں کیا منہ لے کے جاتا ہے وہ بھی چھوٹ گیا خدا کے فضل سے اس وقت ان کی بہت اچھی حالت ہے نماز تہجد و اشراق وغیرہ سب کچھ پڑھتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت سے ایک شخص کی غیر مقلدی ختم ہوگئی

فرمایا کہ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بزرگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے یہ لوگ بڑے قاعدے اور ترکیب سے نصیحت کرتے ہیں ایک غیر مقلد جو کہ پیرزادہ تھا حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت شریف میں آیا حضرت نے فرمایا کہ حزب البحر تمہارے بزرگوں کا معمول ہے تم اسے کیوں نہیں پڑھتے انہوں نے کہا کہ اس میں جو اشارات ہیں وہ بدعت ہیں حضرت نے فرمایا کہ اشارات کو چھوڑ دو وہ تو تمہارے گھر کی چیز ہے، برکت کی چیز ہے انہوں نے شروع کیا تھوڑے دنوں میں ان کی غیر مقلدی سب دور ہوگئی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا رنگ بے رنگ سب سے جدا تھا

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب جو کہ بھوپال سے حج کو گئے تھے بیان کرتے تھے کہ میرے ہمراہ بھوپال کے ایک غیر مقلد بھی گئے انہوں نے حضرت سے بیعت کی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میں غیر مقلدی نہ چھوڑوں گا حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے وہاں ایسی باتوں کو پوچھتے ہی نہ تھے فرماتے تھے کہ بھائی اللہ کے نام میں برکت ہے سب اصلاح ہوجائے گی (اس پر حضرت مرشدی حکیم الامت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاں ایسی برکت ہو وہاں شرائط وغیرہ کی ضرورت نہیں) مگر ایک شرط ہماری ہے کہ کسی غیر مقلد سے کوئی مسئلہ نہ پوچھنا بلکہ مولوی محمد ایوب صاحب سے پوچھنا جو حنفی تھے اس

کے بعد حضرت نے بیعت فرمالیا ایک دو رات کے بعد یہ اثر ہوا کہ اس نے یک لخت آمین بالجہر اور رفع یدین چھوڑ دیا حضرت کو اطلاع کی گئی (ایسا کسی عالم کا قصہ بھی سننے میں نہ آئے گا جیسا کہ حضرت نے کیا چنانچہ آگے آتا ہے) حضرت منصف تھے اس لیے اصلی تحقیق پر ہر مقام پر عمل فرماتے تھے۔ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ قیام مولود کیسا ہے فرمایا مجھے تو بہت لطف آتا ہے (یعنی کوئی سنت اور قربت سمجھ کر نہیں کرتا ہوں) اور حضرت کو ان عوارض کا خیال نہ تھا کہ میں مقتدا ہوں میرا فعل سبب ہو جائے گا سمجھتے تھے کہ جواز ناجواز کا مولوی آپ فتوی دے لیں گے) بھلا ایسا شخص بدعتی ہوسکتا ہے۔) تو حضرت نے اسے بلا کر فرمایا کہ اگر تمہاری رائے بدل گئی تو خیر یہ بھی سنت وہ بھی سنت اور اگر میری وجہ سے چھوڑا ہے تو میں ترک سنت کا وبال اپنے اوپر لینا نہیں چاہتا یہ رنگ تھا حضرت کا۔ خود حضرت فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مجھے اپنے اپنے رنگ پر سمجھتے ہیں مگر میں سب سے جدا ہوں جیسے کسی رنگدار بوتل میں پانی بھر دیا جائے تو وہ پانی بھی اس رنگ کا نظر آنے لگتا ہے حالانکہ پانی بے لون ہے وفی مثل ذالک قال العارف الرومی ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من
دزد رون من بجست اسرار من
سرمن از نالہ من دور نیست
لیک چشم و گوش راآں نور نیست
در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کو تاہ بایدو السلام

حضرت حاجی صاحب کے بارہ میں مولانا محمد قاسم صاحب کا مقولہ

فرمایا کہ ایک شخص نے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ مولوی تھے فرمایا کہ مولوی گر تھے۔ ماشاءاللہ کیا نفیس جواب ہے۔

دین میں محض تمنا سے کام نہیں چلتا

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بمبئی کے سیٹھ نے حج کی دعا کے واسطے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ ایک شرط سے دعا کر سکتا ہوں اس نے کہا وہ

کیا؟ آپ نے فرمایا کہ جس روز جہاز جدہ جانے لگے اس روز دن بھر کے لیے اپنے اوپر آپ مجھے پورا قابو دے دیجئے اس نے کہا کہ پھر کیا ہوگا حضرت نے فرمایا کہ اس روز تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں سوار کردوں گا وہ تم کو جدہ پہنچا دے گا یہ خوب ہے کہ میں تو دعا کروں اور تم یہاں بیٹھ کر تجارت کرو (اس میں حضرت نے صاف ظاہر فرمادیا کہ محض تمنا سے کام نہیں چلتا تمنا کے ساتھ ارادہ کو بھی کام میں لانا چاہیے جس قدر اپنے آپ سے ہوسکتا ہے اسے عمل میں لائے باقی متمم حقیقی حق تبارک و تعالیٰ ہیں) (جامع)

مولانا رومیؒ کا کلام بحیثیت شاعری بھی مستند ہے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ میں نے مثنوی کے بارہ میں مؤمن خاں شاعر سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مولانا رومیؒ کا کلام شاعری کی حیثیت سے حجت نہیں مومن خاں نے کہا کہ کسی جاہل کا قول ہوگا ان کا کلام شاعری کی حیثیت سے بھی مستند ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کا طریقہ تبلیغ شاہی محلات میں

فرمایا کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بادشاہ کی ایک عزیزہ تھی جس کا نام بی چھکو تھا بڑی تیز مزاج تھی ان سے کسی نے یہ کہا کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ بلاؤ، مولانا اسماعیل شہیدؒ کو وعظ کے حیلہ سے بلایا گیا۔ مولانا کو اس واقعہ کی بالکل خبر نہ تھی اور بالکل خالی الذہن تھے آنے کے بعد معلوم ہوا کہ بی چھکو سے کسی نے اس سے طرح لگایا ہے مولانا نے بی چھکو کو اس طرح سے سلام کیا کہ اماں سلام انہوں نے کہا کہ اسماعیل میں نے سنا ہے کہ تم بی بی کی صحنک کو منع کرتے ہو فرمایا اسماعیل کی کیا مجال ہے جو بی بی کی صحنک کو منع کرے بی بی کے ابا جان خود منع کرتے ہیں کہا یہ کیسے آپ نے کل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار حدیث پڑھ کر اس پر ایک مبسوط بحث کی جس سے وہ تائب ہوگئی اور کہا کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ بی بی کے ابا منع کرتے ہیں ہم تو ان کی رضا مندی ہی کے لیے کرتے تھے جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو ہم کیوں کریں۔

''بی بی کی صحنک'' پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کی گفتگو

فرمایا کہ بی بی کی صحنک شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں بھی ہوتی تھی اس کے خاص آداب ہیں یہ کہ کھانے والی کوئی دو خصمی نہ ہو اس کو کوئی مرد نہ دیکھے وغیرہ وغیرہ ایک مرتبہ جب شاہ عبدالقادرؒ کے یہاں بی بی کی صحنک ہورہی تھی تو مولانا اسماعیل شہیدؒ پہنچ گئے مولانا نے منع فرمایا شاہ صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ اسماعیل یہ تو ایصال ثواب ہے، اس میں کیا حرج ہے مولانا نے فرمایا کہ حضرت پھر اس آیۃ کے کیا معنی ہیں وقالوا هذه انعام وحرث حجر لا يطعمها الا من نشآء بز عمهم (ولو اننا پارہ ۸ رکوع ۳ سورہ انعام) ان دونوں میں فرق کیا ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ واقعی درست ہے ہمارا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا اور گھر میں عورتوں کو منع کر دیا کہ خبردار آئندہ اسکو ہرگز نہ کرنا۔

مولانا عبدالحق صاحب کانپوریؒ کے گھر میں ''بی بی کی صحنک'' ہوتی تھی

فرمایا کہ مولوی عبدالحق صاحب کانپوری نسباً سید تھے رسوم کو برا سمجھتے تھے نفیس کھانے پینے نفیس پہننے کے شائق تھے۔ ایک دفعہ اپنے باورچی خانہ میں گئے تو وہاں بی بی کی صحنک ہورہی تھی عورتوں نے کہا کہ یہاں مت آنا یہاں بی بی کی صحنک ہورہی ہے فرمایا کہ آہا بی بی ہیں کون ہماری دادی ہی تو ہیں وہ ہوتیں تو ہم کو ہی تو کھلاتیں اور یہ کہہ کر آپ سب کا صفایا کر گئے اور عورتیں چیختی رہ گئیں۔

صاحب حال پر عارفین ملامت نہیں کرتے

فرمایا کہ مولوی تجمل حسین صاحب بہار کے ایک شخص تھے مثنوی اچھی پڑھتے تھے کانپور میں میری بھی ان سے ملاقات ہوئی ہے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا تعلق رکھتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا قوال ہوں مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے مرید تھے حج کے لیے مکہ معظمہ گئے چونکہ صبح کے وقت شافعی مصلے پر ذرا لطف ہوتا ہے اکثر لوگ صبح کی نماز اسی مصلے پر پڑھتے ہیں وقت بھی اچھا قرأۃ بھی طویل اس وقت ایک قسم کا لطف ہوتا ہے اور جس وقت شافعیہ قنوت پڑھتے ہیں حنفیہ چپ کھڑے رہتے ہیں۔ اس وقت ان پر ایک حالت طاری ہوئی شافعیہ تو قنوت پڑھ

رہے تھے انہوں نے پند نامہ کی مناجات پڑھنا شروع کی۔

پادشاہا جرم مارا در گذار
ما گنہگاریم تو آمرزگار

نہایت ذوق وشوق اور درد کے ساتھ اس کو پڑھتے رہے۔

نماز کے بعد لوگوں میں اس کا چرچا ہوا عربیوں میں تو اس کا چرچا کم ہوا لیکن ہندیوں میں اس کا چرچا زیادہ ہوا حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی اس کی شکایت ہوئی مگر حضرتؒ چونکہ عارف تھے۔ صاحب حال پر ملامت نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرات عارفین کو لغزش کا منشا معلوم ہوتا ہے اسی لئے حضرت سنتے رہے اور ہنستے رہے کیونکہ نماز تو فاسد ہوئی نہ تھی چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر دعا اگر غیر عربی میں ہو تو حرام ہے مگر مفسد صلوٰۃ نہیں اور حرمت اس لیے نہ تھی کہ مغلوب الحال تھے معذور تھے اس لیے حضرت تبسم فرماتے رہے باقی زبان سے اس تفصیل کا اس لیے اظہار نہ فرمایا کہ فتنہ ہوگا (اس موقعہ پر حضرت کی جامعیت پر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔)(ع۔ آنچہ خوباں ھمہ دارند تو تنہا داری۔ جامع)

ستمبر مہینہ کا نام کریما میں بھی آیا ہے

فرمایا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ ظرافت سے فرمایا کہ دیکھو بھائی ستمبر کا نام کریما میں بھی آیا ہے اور یہ مصرع پڑھا۔

ستمبر ضعیفان مسکین مکن

مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا فیض الحسن صاحبؒ کا آپس میں مذاق

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ سے مولوی فیض الحسن صاحب جو بڑے ظریف اور سب سے بے تکلف تھے بولے ارے اسد علی کے بیٹے (مولانا کے والد ماجد کا نام ہے باوجود خواندہ ہونے کے کھیتی کرتے تھے) تو تو کھیتی کرتا تجھے کس نے مولوی بنا دیا تیرے پاس تو دو بیل ہوتے اور ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تک تک بر بر کرتا ہوتا مولانا نے فوراً نہایت متانت سے ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ جی ہاں

ایک تو ڈھونڈ لیا ہے ایک اور ڈھونڈوں گا پھر یہی کام کیا کروں گا۔

حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہونے کے لئے مولوی فیض الحسن صاحب کی شرائط

فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے وقت یہ کہا تھا کہ دو شرطوں کے ساتھ بیعت ہوتا ہوں ایک تو یہ کہ کبھی نذرانہ نہ دوں گا دوسرے یہ کہ کبھی خط نہ بھیجوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ شرطیں کرو تو وہ بھی منظور ہیں ان کو حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ نام آنے سے روتے تھے حضرت حاجی صاحبؒ کی تعریف میں ان کے بڑے جلے بھنے دوہے ہیں۔

خانقاہ تھانہ بھون کی سہ دری کی تعمیر کا قصہ

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت تھانہ بھون کی مسجد پیر والی میں قیام فرمایا ہے (جہاں اس وقت حضرت سیدی وسندی شیخی ومرشدی وسیلۃ یومی وغدی حکیم الامۃ حضرت مولانا واولینا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مد اللہ ظلال فیوضہم العالی تشنگان بادۂ محبت کو سیراب ومخمور ومسرور فرماتے ہیں۔ **نفعنا اللہ بطول بقاء آ**

وہ سلامت رہیں ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

الٰہ العالمین ان ناکارہ وارذل خلائق جامع کو ہمیشہ اس ذات قدسی صفات کے سایہ عاطفت میں رکھیو یہاں تک کہ ۔

نکل جائے دم ان کے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

(جامع)

اس وقت یہاں یہ سہ دری نہ تھی کچھ قبریں تھیں کچھ درخت تھے اور اس جگہ ایک بزرگ بیٹھا کرتے تھے جن کا نام حسن علی شاہ تھا صاحب سماع تھے مگر دنیا دار نہ تھے سچے تھے۔ جب حضرت یہاں تشریف لائے تو انہوں نے اتنا ادب کیا کہ خود اٹھ کر تکیہ شاہ ولایت صاحب میں چلے گئے۔ حالانکہ اس وقت حضرت جوان تھے اور یہ بوڑھے تھے ان

کے چلے جانے کے بعد حضرت یہاں رہنے لگے حضرت میانجیو نور محمد صاحب قدس سرہ العزیز بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے یہاں ایک خاندان تھا ان کی زمین ضبط ہوگئی تھی وہ لوگ کوشش کر رہے تھے حضرت میانجیو رحمہ اللہ کے پاس بھی وہ لوگ دعا کے واسطے حاضر ہوئے تو حضرت میانجیو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے حاجی کو بیٹھنے کی تکلیف ہے یہاں ان کے لیے ایک سہ دری بنادو میں دعا کروں گا انہوں سہ دری بنانے کا وعدہ کرلیا وہ مقدمہ الہ آباد جاکر موافق ہوگیا جس کی اطلاع ایک خاص خط سے ہوئی انہوں نے حضرت میانجیو رحمہ اللہ سے آکر تذکرہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ وعدہ بھی یاد ہے انہوں نے کہا کہ حضرت پوری سہ دری بنانے کی تو قوت نہیں آدھی بنادیں گے حضرت نے فرمایا بہت اچھا آدھی ہی سہی پھر الہ آباد سے باضابطہ حکم آیا تا حیات تو معاف تمہارے بعد پھر ضبط پھر انہوں نے حضرت سے آکر عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا تمہیں۔ آدھا کیا ہے میں کیا کروں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب برکت ہے جہاں جہاں حضرت کی نسبت سے تعمیریں بنی ہیں سب محفوظ ہیں حتی کہ ہمارے بھائی نے جب اپنا مکان بنایا جس میں حضرت کا سکونتی قطعہ بھی آگیا انہوں نے ایک انجینئر سے نقشہ بنوایا تھا اس نے نہایت آزادی سے نقشہ بنایا مگر حضرت کے اس سکونتی حصہ کی عمارت کے ٹوٹنے کی نوبت نہیں آئی سچ ہے ؎

اگر گیتی سرا سر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

اکابر دیوبند کی شان تربیت کا نرالا انداز

فرمایا کہ ہمارے حضرت میں شان تربیت اعلیٰ درجہ کی تھی ایک وقت حاجی محمد عابد اور اہل مدرسہ میں اختلاف ہوگیا میرا دیوبند جانا بند ہوا تو مجھے شرم آئی کہ میں دیو بند آؤں اور حضرت حاجی صاحب سے نہ ملوں اگر حاجی صاحب راستہ میں مل گئے تو بھی دعا سلام تو ضرور ہوگا اس وقت خواہ مخواہ ندامت ہوگی یہ سوچ سمجھ کر میں حاجی صاحب کی ملاقات کو گیا اور بھی جتنے بزرگ خلاف تھے سب سے ملا اس پر میرے اوپر مدرسہ کے

متعلقین کا سنسر قائم ہوگیا جہاں میں جاتا ہوں میرے پیچھے پیچھے دیکھتے پھرتے ہیں کہ یہ فلاں فلاں جگہ گئے ہیں میں نے احتیاطاً اسی زمانہ میں ایک جلسہ میں جس میں حضرت مولانا دیوبندیؒ اور مولانا حافظ احمد صاحبؒ وغیرہ شریک تھے حضرت مولانا دیوبندیؒ سے عرض کیا کہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب میرے بزرگ ہیں جب میں یہاں آتا ہوں تو ان سے ملنے کا تقاضا میری طبیعت میں پیدا ہوتا ہے اگر مصلحت کے خلاف نہ ہوتو ان سے مل لیا کروں حضرت دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ضرور ملو اپنے مجمع میں سے اگر کوئی ملتا رہتا ہے تو مخالفت کم ہوتی ہے ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت دیو بندی رحمۃ رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت کے بعد ایک دن بھی حضرت حاجی محمد عابد سے ملنے کو جی نہیں چاہا اگر کوئی کہے کہ یہ حضرت دیو بندی رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف ہے تو میں اس کا معتقد نہیں کیونکہ ہمارے حضرات کا ایسا مذاق نہیں ہے بلکہ قاعدہ یہ ہے کہ الانسان حریص فیما منع جس چیز سے آدمی کو روکا جاتا ہے تو اس کا شوق بڑھتا ہے۔ اور جب اجازت دیدی جاتی ہے تو شوق کم ہوجاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام سلیم کو رونے کی اجازت دیدی تو پھر اس سے بھی توبہ کرلی اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ تربیت بہت مشکل ہے بڑے مبصر کا کام ہے ایک شیخ دوشخصوں کی تربیت کرتا ہے ایک کی اورطرح دوسرے کی اور طرح جیسے طبیب کے سامنے دومریض ہیں ایک کا اور علاج کرتا ہے اور دوسرے کا دوسری قسم کا اور راز خلوت میں بتانے کا بھی یہی ہے کہ دوسرے کو حرص نہ ہو نہ یہ کہ تعلیمات جدا جدا ہوں وہ تو یہ ہی نماز روزہ اور ذکر ہیں؟

چندہ کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت مجدد ملتؒ کا مسلک

فرمایا کہ چندہ کے متعلق میری مولانا صاحبؒ سے بہت گفتگو ہوئی میں کہتا تھا کہ خطاب خاص میں وجاہت کا دخل ہوتا ہے دینے والے کے قلب پر مانگنے والے کی وجاہت کا اثر پڑتا ہے مولانا نے فرمایا کہ ہم کیا اور ہماری وجاہت کیا اس کا کیا اثر ہوتا ہے میں نے جواب دیا آپ کی نظر میں بے شک اپنی وجاہت نہیں ہے لیکن لوگوں سے پوچھئے کہ ان کے قلوب میں آپ کی کتنی وجاہت ہے مولانا نے فرمایا نہیں جی۔ بہت دیر

گفتگو رہی لیکن انہوں نے میری رائے نہ مانی اپنی رائے پر قائم رہے۔

عملیات کس طرح شروع ہوئے

فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میرے گھر میں چیونٹے بہت کثرت سے پھیل گئے میں نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک سورخ میں سے آرہے ہیں میں نے اس سوراخ پر یہ آیت لکھ کر رکھ دی یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون۔ بس سب وہیں سوراخ میں سمٹ کر رہ گئے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بس عملیات اسی طرح شروع ہوئے کہ جو آیت جس موقعہ کے مناسب ہوئی وہ ہی لکھ کر دے دی بس اس سے اثر ہونا شروع ہوگیا۔

اصلاح کے باب میں شدت اور حدت کا فرق

فرمایا کہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا آپ نے بعد وعظ اس سے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے خلوت میں بٹھا کر یوں فرمایا کہ بھائی میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ وعیدیں آئی ہیں اور آپ اپنا پائجامہ دکھلانے کے لیے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے اس شخص نے شاہ صاحب کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر تو یہ عیب کیوں ہوتا البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اب میں تائب ہوتا ہوں ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا ہمارے اکابر کا ہمیشہ سے یہ ہی معمول رہا ہے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے نہایت احترام سے اس کو نصیحت کرتے ہیں تشدد نہیں کرتے اور بعض میں جو اس کا شبہ ہوتا ہے وہ حدت ہے شدت نہیں ہے حدت کے باب میں تو حدیث میں آیا ہے لیس احد اولی من صاحب القرآن من القرآن فی جوفه (کذانی المقاصد النہ) جس کی حقیقت غیرت ہے لوگ حدت اور شدت میں فرق نہیں کرتے حدت اور ہے شدت اور ہے حدت لوازم ایمان سے ہے مومن بہت غیرت مند ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی کسی کی بیوی کو چھیڑے تو غصہ آتا ہے اب اگر دیکھنے

والا یہ کہے کہ یہ تو بہت تیز مزاج ہیں تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ کمبخت کچھ نہ کہنا تو بے غیرتی ہے اس لیے دیندار کو خلاف دین پر تحمل نہیں ہوتا۔

تشبہ بالمتجسس بھی تجسس ہے

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جس وقت نابینا ہوگئے تو میں کبھی ویسے ہی چپکے سے جا کے نہیں بیٹھا بلکہ جب گیا یہ کہہ دیا کہ اشرف علی آیا ہے اور جب چلنے لگا تو کہہ دیا کہ اشرف علی رخصت چاہتا ہے ویسے ہی چپکے جا کر بیٹھنے میں تجسس کے مشابہ ہے تشبہ بالمتجسس بھی تجسس ہے آنے جانے کی اطلاع سے یہ فائدہ تھا کہ شاید کوئی بات میرے سامنے فرمانا نہ چاہیں اور حضرت فرمانے لگیں۔

قرآن وحدیث کے مدلول کے بارہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی رائے

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قرآن و حدیث کا مدلول جو بے تکلف ماہر کے ذہن میں آجائے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد اپنے اہواء کی نصرت ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملتؒ کی عظمت و جلالت اور فہم و ادراک کی ایک مثال

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کسی مسئلہ کی تقریر کو ختم فرمالیتے اور کوئی دوبارہ دریافت کرتا تو فرماتے کہ اس سے (یعنی حضرت شیخی و مرشدی حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہم العالی سے) دریافت کرلو یہ سمجھ گئے ہیں (اس سے ہمارے حضرت کی عظمت وجلالت وفہم وادراک کا اندازہ بخوبی ہوسکتا ہے۔ جامع) لوگوں کو اس سے غصہ ہوتا کہ سب باتیں یہ ہی سمجھ جاتے ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا اس وجہ سے دوبارہ کوئی پوچھتا ہی نہ تھا میں نے بہت چاہا کہ ایسا نہ فرمایا کریں لوگوں کو اس سے حسد ہوتا ہے مگر چونکہ یہ کہنا خلاف ادب تھا اس لیے عرض نہ کرسکا۔

میر پنجہ کش خوش خط نویس اور حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تحریر

فرمایا کہ میر پنجہ کش بہت خوشخط تھے اور مولانا اسماعیل صاحبؒ لکھنے میں مہارت نہ رکھتے تھے ایک دفعہ میر پنجہ کش نے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ تم نے

لکھنا کیوں نہیں سیکھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جیم خود لکھا اور ایک ان سے لکھایا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا جیم اور پھر اپنے لکھے کو پوچھا تو انہوں نے اس کو بھی جیم ہی بتلایا فرمایا کہ بس لکھنا اتنا ہی کافی ہے کہ لکھا ہوا سمجھ میں آجاوے باقی فضول ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا جواب

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے میرے سامنے دریافت کیا کہ حیض کے زمانہ میں جو نمازیں قضا ہوتی ہیں ان کی تو قضا نہیں اور جو روزے قضا ہوتے ہیں ان کی قضا ہے اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نہ مانو گے تو سر پر اتنے جوتے لگیں گے جو بال بھی نہ رہیں اس کے بعد ہمارے حضرت نے فرمایا جب تک تعلیم سادہ رہی لوگوں کے ایمان بہت قوی رہے اور جب سے یہ نئی روشنی شروع ہوئی لوگوں کے ایمان ضعیف ہوگئے ہر بات میں لم اور کیف، لوگوں کے قلوب سے خدا اور رسول کی عظمت اٹھ گئی موٹی بات ہے کہ جب ہم نے خدا کو خدا اور رسول کو رسول مان لیا تو ان کے احکام میں چون و چرا کیسی۔

چندہ کے بارے میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ کی نصیحت

فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مدرسہ کے مہتمم نے عرض کیا کہ حضرت ضرورت ہوتی ہے مدارس میں چندہ کی اور چندہ مانگنے میں ذلت ہے تو کیا صورت کی جائے فرمایا غریبوں سے مانگو کچھ ذلت نہیں (وہ جو کچھ بھی دیں گے نہایت خلوص اور تواضع سے دیں گے اور اس میں برکت بھی ہوگی۔ جامع) اور مالدار اول تو بیچارے تنگ ہوتے ہیں پانچ سو کی آمدنی ہے اور چھ سو کا خرچ ہے یہ تو رحم کے قابل ہیں (اور اگر کچھ دے بھی دیا تو محصل کو ذلیل اور خود کو بڑا سمجھ کر دیں گے اس میں بے شک ذلت ہے۔ جامع)

ایک عابد و زاہد متقی وکیل کا قصہ

فرمایا کہ مولوی محمد صاحب وکیل الہ آباد کا قصہ میرے ایک دوست جو ایک مقدمہ کی پیروی میں الہ آباد گئے تھے اور مولوی صاحب کو وکیل مقرر کیا تھا بیان کرتے تھے

کہ میں ایک دفعہ ان کے یہاں مہمان تھا میں نے ایک روز دیکھا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہنستے کھیلتے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ابا جی ہمارے یہاں آج شیخ جی آئے اور اس روز کھانے میں بھی بہت دیر ہوگئی انہوں نے سمجھا کہ شیخ جی کوئی بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں ان کے لیے اچھے کھانے پک رہے ہیں اسی وجہ سے کھانا آنے میں دیر ہوئی جب بہت دیر ہوگئی اور کھانے کا وقت گذر گیا تو میں نے کسی سے پوچھا کہ بھائی یہ شیخ جی کون ہیں اور وہ اب تک دکھلائی بھی نہیں دیے لوگوں نے کہا کہ آج ان کے یہاں فاقہ ہے بچے اسی کو شیخ جی کے لقب سے یاد کرکے خوش ہورہے ہیں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں کی اولاد میں بھی اثر ہوتا ہے گو وہ خود بزرگ نہ ہوں یہ وکیل صاحب بزرگ زادہ تھے۔

بزرگوں میں بھی منتظم اور غیر منتظم دونوں طرح کے ہوتے ہیں

فرمایا کہ بزرگ بھی منتظم اور غیر منتظم اور دنیا دار بھی منتظم اور غیر منتظم دونوں میں دونوں قسم کے ہوتے ہیں بعضوں کے یہاں انتظام ہوتا ہے بعضوں کے یہاں نہیں ہوتا۔ مولانا فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حساب کی کوئی یادداشت ہی نہ تھی ایک بقال کے یہاں سے سامان آتا تھا جو وہ بتلادیتا تھا وہ آپ دے دیتے تھے آپ کچھ پوچھتے ہی نہ تھے چاہے وہ کتنا ہی بتادے آپ کے وصال کے بعد ایک مجلس تعزیت میں وہ بنیا آیا اور کہا کہ میرا چھ ہزار روپیہ کا حساب مولانا کی طرف ہے مہمانوں میں ایک راجہ صاحب بھی تھے انہوں نے تھیلی چھ ہزار کی مولانا کی قبر پر رکھ دی اور بنئے سے کہا کہ اگر تیری رقم واجب ہے تو اٹھالے اس نے تھیلی اٹھالی اور ہمارے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو وصیت نامہ لکھا تو اس میں یوں لکھا ہے کہ بندہ کے ذمہ قرض نہیں ہوا کرتا ہے حالانکہ مولانا کے یہاں بھی اول اول فاقے ہوئے ہیں مگر منتظم بڑے تھے۔

ایک انگریز نے حضرت شیخ الہند رحؒ کی عظمت کا اعتراف کیا

فرمایا کہ حافظ احمد صاحبؒ سے مسٹن نے کہا تھا کہ ہمارے قلب میں بھی مولانا دیو بندیؒ کی ویسی ہی عظمت ہے، جیسے آپ کے قلب میں ہے اور جو اس تحریک میں شریک

ہوگئے ہیں کسی دوسرے کا اثر ہے۔

ایک کافر مہمان کی خدمت، حضرت مولانا دیوبندیؒ کا قصہ

فرمایا کہ مولوی محمود صاحب رامپوریؒ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے میں حضرت مولانا دیوبندیؒ کے یہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائیوں کے گھر کھا پی کر میرے پاس آگیا کہ میں بھی یہاں ہی رہوں گا اس کو ایک چار پائی دے دی گئی جب سب سو گئے رات کو میں نے دیکھا کہ مولانا زنانہ میں سے تشریف لائے میں لیٹا رہا اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی مشقت کا کام کریں گے تو میں امداد دے دوں گا ورنہ خواہ مخواہ اپنے جاگنے کا اظہار کر کے کیوں پریشان کروں میں نے دیکھا کہ مولانا اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چار پائی پر بیٹھ کر اس کے پاؤں دبانا شروع کیے وہ خراٹے لے کر خوب سوتا رہا مولوی محمود صاحب اٹھے اور یہ کہا کہ حضرت آپ تکلیف نہ کریں میں دبا دوں گا مولانا نے فرمایا کہ تم تو جا کر سوؤ یہ میرا مہمان ہے میں ہی اس خدمت کو انجام دوں گا مجبوراً میں چپ رہ گیا اور مولاناؒ اس ہندو کے پاؤں دباتے رہے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا میں تواضع و مہمان نوازی کی خاص شان تھی

حضرت مولانا دیوبندیؒ کی تواضع و مہمان نوازی

فرمایا کہ دیوبند کے بڑے جلسہ کے زمانہ میں ایک شخص نے مدرسہ میں گھوڑا دیا تھا مولانا نے اس کو ایک مقام پر بھیج دیا تھا کہ اس کو فروخت کر دیں اس مقام سے ایک شخص اس گھوڑے کے متعلق ایک خط لایا تھا اس زمانہ میں جلسہ کا اہتمام ہو رہا تھا مہتمم صاحب نے خط کا جواب دے کر اس کو رخصت کر دیا مولانا دیوبندیؒ نے مہتمم صاحب سے پوچھا کہ اس خط کے لانے والے کو کھانا بھی کھلایا تھا مہتمم صاحب نے کہا کہ حضرت کھانا تو ہجوم اشغال میں نہیں کھلایا پیسے دے دیے ہیں کہ کچھ لے کر کھا لے گا فرمایا کافی نہیں غریب آدمی پیسے خرچ نہیں کرتا گھر کو باندھ کر لے جاتا ہے اور لوگوں سے پوچھا کہ وہ شخص کس راستہ سے گیا ہے پتہ لگا کہ فلاں سڑک کو گیا ہے مولانا ادھر ہی تشریف لے گئے اور اس کو واپس کر کے کھانا کھلا کر پھر رخصت کیا۔

حضرت مولانا دیوبندیؒ کا طریقہ اکرام

فرمایا کہ مولانا دیوبندیؒ اچھے خوش حال گھرانے کے تھے جوانی میں نہایت پر تکلف کپڑا پہنتے تھے مگر میرے دیکھتے دیکھتے یہ حال ہوگیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں جب دیو بند جایا کرتا تھا مجھے یہ یاد نہیں کہ مولانا سے ملنے کی ابتداء میں نے کبھی کی ہو جب ارادہ کرتا کہ ذرا سانس لے کر حاضر ہوں گا بس جھٹ مولانا تشریف لے آتے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی مُہر

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مہر املی کے بیج کے برابر تھی لوگوں نے کہا کہ ذرا بڑی مہر بنوالیجئے مولانا نے فرمایا کیا ہوگا یہ چھوٹی سی ہی ایسی ہے کہ اول اس کو تلاش کرتے ہیں جہاں یہ نہ ہو بڑی بڑی مہریں اینٹ سی بیکار سمجھی جاتی ہیں

سہارنپور کے ایک دعوت کنندہ کو حضرت حکیم الامت کی سخت تنبیہ

فرمایا کہ ایک بار سہارنپور میں بڑے جلسہ میں جانا ہوا جلسہ سے اگلے روز شیخوپورہ والوں نے حضرت مولانا سہارنپوری اور دیگر بعض مہمانوں کو مدعو کر دیا چلتے وقت سہارنپور کے ایک تاجر چانول نے اگلے روز صبح کی دعوت کردی مولانا نے دعوت منظور فرمالی اور شیخوپورہ چلے گئے شب کو وہاں رہے صبح کے وقت چھاجوں پانی پڑ رہا تھا مگر چونکہ مولانا نے وعدہ کرلیا تھا اس وجہ سے اسی حالت میں واپسی ہوئی جب سہارنپور اترے میں بھی ہمراہ تھا راستہ میں وہ صاحب جو دعوت کر گئے تھے سڑک پر جاتے ہوئے ملے مولانا نے پکار کر بلایا اور اپنے آنے کی اطلاع کی تو آپ کہتے ہیں کہ حضرت دعوت کا کوئی انتظام نہیں ہوا مجھ کو واپسی کی امید نہ تھی مولانا نے فرمایا اچھا بھائی پھر یہی اس نے کل صبح کا وقت معین کیا (تبسم سے فرمایا ظالم نے شام کو بھی تو نہ کہا) ہمارے حضرت نے فرمایا اس گفتگو سے میرے غصہ کی کچھ انتہا نہ رہی تھی مولانا چونکہ بزرگ تھے ان کے سامنے کچھ نہ کہہ سکا مجھے بھی صبح دعوت میں شریک ہونے کا حکم ملا میں نے عرض کیا حضرت مجھے تو صبح صبح بھوک نہیں لگتی ہے فرمایا اگر بھوک ہو تو کھا لینا ورنہ مجلس ہی میں بیٹھ جانا میں نے عرض کیا بہت اچھا صبح کے وقت پھر ہم سب گئے مگر میں غصہ میں بھرا ہوا تھا کوٹھے کے اوپر کھانا

کھلایا میں عذر کر کے مولانا سے رخصت ہوگیا اور اس دعوت کنندہ سے مولانا کے سامنے تو کہنے کا موقعہ نہ ملا اس لیے نیچے بلایا اور اچھی طرح اس کے کان کھولے اور کہا کیا بزرگوں کو بلا کر ایسے ہی تکلیف اور اذیت دیا کرتے ہیں تجھے تو یہ چاہیئے تھا کہ اگر مولانا شیخوپورہ سے تشریف نہ بھی لاتے تب بھی انتظام کرتا اس نے آئندہ کے لیے توبہ کرلی (جامع کہتا ہے یہ شان انتظام ہے جو ہمارے حضرت میں باحسن الوجوہ ہے)

حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلہ میں ایک قابل فخر بات

فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اس پر فخر فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ ہمارے سلسلہ میں سب طلباء اور غرباء ہی کا مجمع ہے اور جس درویش کے یہاں بکثرت بڑے بڑے لوگوں یعنی ڈپٹی کلکٹروں وغیرہ کا ہجوم ہو تو سمجھ لو کہ وہ خود دنیا دار ہے کیونکہ قاعدہ ہے الجنس یمیل الی الجنس۔

ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب پر مدرسہ دیو بند کے طالبعلم کی فوقیت

فرمایا کہ حاجی محمد عابدؒ ہمارے بزرگوں کے رفقاء میں سے ہیں میرے استاد مولانا فتح محمد صاحبؒ ان کی ایک حکایت بیان فرماتے تھے ایک دفعہ طالب علمی کے زمانہ میں میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا کیونکہ وہ اس وقت مہتمم مدرسہ کے تھے اسی وقت ایک ڈپٹی بھی حضرت حاجی صاحب کے پاس آئے ہوئے تھے اس وقت حاجی صاحب اپنی جگہ سے اُٹھ چکے تھے اس لئے اُن سے کھڑے ہی کھڑے کچھ معمولی گفتگو کر کے ان کو رخصت کر دیا پھر میں گیا تو لوٹ کر اپنی جگہ بیٹھنے لگے میں نے عرض کیا اس کی حاجت نہیں میں ویسے ہی عرض کروں گا فرمایا تم اپنے آپ کو ڈپٹی صاحب پر قیاس کرتے ہوگے کہاں وہ دنیا دار کہاں تم نائب رسول ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ وہ شخص تھے جو اپنے مجمع میں سب سے اخیر درجہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

مہتمم مدرسہ دیوبند کی ایک طالبعلم سے معافی

فرمایا کہ حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اہتمام میں ایک طالب علم کسی انتظام میں آپ سے خفا ہوگیا اور مقابلہ میں برا بھلا کہا حضرت حاجی صاحبؒ

خاموش ہو گئے دوسرے وقت ڈومنی والی مسجد میں جہاں وہ طالب علم رہتا تھا خود تشریف لے گئے اور ان طالب علم کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھے اور فرمایا کہ مولانا معاف کر دیجئے آپ نائب رسول ہیں آپ کا ناراض رکھنا مجھے گوارا نہیں ہے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مہتمم اور ایک ادنی طالب علم کے سامنے ان کا یہ حال اب تو امید نہیں کہ ایسے لوگ پیدا ہوں روز بروز تغیر ہوتا جاتا ہے سچ ہے:

حریفاں بادہ ہاخورد ندور فتند
تہی خمخانہا کر دند ورفتند

مناظروں سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے

فرمایا کہ ایک غیر مقلد بہت ڈرتے ڈرتے بغرض بیعت میرے پاس آئے (کیونکہ اُن کے رفقاء سفر نے ان کو ڈرا دیا تھا کہ جب تم وہاں جاؤ گے نکال دیئے جاؤ گے) انہوں نے مجھ سے بیعت کو کہا میں نے اس شرط کو منظور کر کے بیعت کر لیا اور یہ سمجھا دیا کہ کسی سے بھی خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد لڑنا جھگڑنا مت نہ مباحثہ کرنا اور اپنی بیوی کو بھی مرید کرایا میں نے اس سے بھی یہی شرط کر لی دو چار بار آنے کے بعد مقلد تھے یہ اتباع حق کی برکت ہے اکثر مناظروں سے قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے یہ طریقہ باطن میں بہت مضر ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا مزاح

فرمایا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مزاح میں فرماتے تھے کہ ولی ہونے میں تو میرے شک نہیں ہے، مگر بگاڑنے کا ولی ہوں سنوارنے کا نہیں۔

مصلح شیخ کے لئے فن داں ہونا ضروری ہے

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوبؒ سے مولوی مظہر الدین نامی نے جو میرے ساتھ موجز میں شریک تھے اور ریاست رام پور کے رہنے والے تھے ایک قصہ اپنے شہر کا بیان کیا کہ وہاں ایک شخص پر ایسا قبض شدید طاری ہوا کہ انہوں نے خودکشی کا ارادہ کیا اور کچھ تعجب نہیں۔

بے دوست زندگانی ذوق چناں ندارد
ذوق چناں ندارد بے دوست زندگانی

بے چارے فن سے ناواقف تھے اس لئے وارد کی حقیقت کو نہ سمجھے مولوی ارشاد حسین صاحب کے پاس پہنچے اس وقت وہ مثنوی پڑھا رہے تھے انہوں نے پوچھا تم کون ہو انہوں نے کہا شیطان ہوں مولوی صاحب نے کہا کہ اگر شیطان ہو تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ سن کر وہ سیدھے اٹھے قیام گاہ کو چلے گئے اور یہ سمجھ گئے کہ اب تو ایک شیخ کا بھی یہی فیصلہ ہے واقعی میں ایسا ہی ہوں اپنے وجود ناپاک سے دینا کو پاک کر دینا چاہئے مرید سے بلا کر کہا کہ میں اپنا گلا کاٹوں گا اگر کچھ باقی رہ جائے تو تم تکمیل کر دینا چنانچہ انہوں نے حجرہ میں جا کر گردن کاٹ لی جب وہ مر چکے تو مرید بھلے مانس نے جو حصہ باقی رہا تھا اس کو بھی علیحدہ کر دیا پولیس نے مرید کو گرفتار کر لیا نواب صاحب والی ریاست رام پور کے یہاں مقدمہ پیش ہوا اس نے سارا قصہ بیان کر دیا مولوی ارشاد حسین صاحب کو خبر ہوئی انہوں اس واقعہ کی تصدیق کی نواب صاحب نے اس مرید کو چھوڑ دیا ہمارے مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ سن کر یوں فرمایا کہ ان کو یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ اگر شیطان ہو تب بھی کیا حرج ہے شیطان بھی تو انہیں کا ہے اس سے نسبت کہاں منقطع ہوئی اس سے قبض جاتا رہتا۔ کسی نے ہمارے حضرت سے عرض کیا کہ نسبت تو مقبولیت کی مطلوب ہے نہ کہ مردودیت کی فرمایا یہ ان کا علاج تھا اس لئے ان کا قبض جاتا رہتا ایسے وقت حقیقت کی طرف نظر نہیں جاتی مخاطب کی خصوصیت کے اعتبار سے علاج کیا جاتا ہے اور اس رمز کو مصلحین خوب سمجھتے ہیں۔

حضرت حکیم الامتؒ کا ایک فی البدیہہ شعر

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ملفوظات وحالات بیان کر رہا تھا اس جلسہ میں ایک وکیل حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد بھی بیٹھے ہوئے تھے جو بہت مزے لے رہے تھے اور ایک حالت طاری تھی انہوں نے اسی حالت میں مجھے مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔

تو منور از جمال کیستی تو مکمل از کمال کیستی

میں نے فی البدیہہ جواب دیا ؂

من منور از جمال حاجیم　　من مکمل از کمال حاجیم

عارف کا ہذیان بھی عرفان ہوتا ہے

فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ مفقود الخبر کی عورت کے بارہ میں کیا حکم ہے انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کا مذہب بتلا دیا سائل نے عرض کیا اس میں تو بڑا حرج ہے اور دین میں حرج نہیں مولانا نے فرمایا کہ جہاد میں تو اس سے بھی زیادہ حرج ہے اس کا شریعت میں حکم کیوں ہے بڑے آئے حرج حرج کرنے والے جاؤ اپنا کام کرو ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے مجذوب تھے مگر بات کیسی عمدہ فرمائی ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ عارف کا ہذیان بھی عرفان ہوتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا کشف

فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے شاہ صاحب بڑے صاحب کشف تھے اور اس خاندان میں آپ کا کشف سب سے بڑھا ہوا تھا جس روز مولوی فضل حق صاحب کسی ملازم پر کتابیں رکھوا کر لے جاتے گو کہ پہنچنے سے پہلے خود لے لیتے شاہ صاحب کو کشف سے معلوم ہو جاتا تھا اسی روز مولوی صاحب کو سبق نہیں پڑھاتے تھے اور جب خود لے جاتے حضرت کو کشف ہو جاتا اور اس روز سبق پڑھاتے۔ جامع کہتا ہے ؂

پیش اہل دل نگہدارید دل　　تانباشیداز گمان بد خجل

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کا غلبہ استغراق

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور حسین عرب کے شاگرد تھے حافظہ بہت اچھا تھا مگر داڑھی منڈاتے تھے بلکہ داڑھی والوں کی مذمت بیان کیا کرتے تھے یہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے یہاں حدیث کی سند لینے آئے مولانا نے فرمایا تھا کہ آپ کو حدیث کی سند دینا جائز نہیں

ہے پس فوراً چلے گئے اور مولانا فضل رحمٰن صاحب سے جا کر سند لے لی اور حضرت گنگوہیؒ کو لکھا کہ دیکھو تم نے سند نہ دی تو کیا ہم کو ملی نہیں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ کے یہاں غلبہ استغراق کی وجہ سے ان چیزوں کی طرف التفات نہ تھا کبھی خیال ہو گیا تو مستحبات پر پکڑ ہو گئی ورنہ فرائض و واجبات پر بھی نکیر نہ فرمائی ایک مرتبہ ایک شخص نے بایاں پاؤں مسجد میں رکھ دیا بس اسے بیل اور یہ اور وہ کہنا شروع کر دیا مولانا سے بڑے بڑے عہدہ دار داڑھی منڈے۔۔۔۔۔ مرید تھے اور اس پر التفات نہ تھا مولانا مجذوب تھے۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کا کشف

فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف تھے مگر کشف دائمی نہیں ہوتا ایک دفعہ ان کے پیچھے ایک شخص بالوں کی ٹوپی اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا بعد سلام اسے دیکھ کر فرمایا کہ ارے ننگے سر نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اس نے عرض کیا حضرت ننگے سر نہیں ہوں بالوں کی ٹوپی اوڑھ رہا ہوں بس چپ ہو گئے (جامع کہتا ہے ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ پر جذب کا غلبہ تھا

فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن پر جذب کا غلبہ بہت رہتا تھا ایک مرتبہ آپ کے پوتہ کی شادی تھی اور لوگ جمع ہو رہے تھے پوچھا کہ یہ آدمی کیسے جمع ہو رہے ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے پوتہ کی شادی ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد پوچھا تو لوگوں نے وہی جواب دیا فرمایا ہاں ابھی تو ہم نے پوچھا تھا اچھا اب ہمیں جواب نہ دینا بار بار کوئی کہاں تک بتائے حاجی وارث علی شاہ بھی ان سے ملنے گئے تھے وہ نماز نہ پڑھتے تھے سنا ہے کہ وہاں جا کر پڑھی تھی۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کی نصیحت لفٹننٹ گورنر کو

فرمایا کہ ایک مرتبہ لفٹننٹ گورنر نے مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ سے ملنے کی اجازت چاہی آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تو ایک فقیر آدمی ہوں ان کے بیٹھنے کا کیا

انتظام ہوگا اچھا ایک کرسی منگا لینا لفٹننٹ گورنر کی طرف سے تاریخ اور وقت بھی مقرر ہوگیا اور آپ لوگوں سے یہ کہہ کر بھول بھی گئے یہاں تک کہ لفٹننٹ گورنر مع چند حکام کے آموجود ہوئے سب کھڑے تھے ایک میم بھی کھڑی تھی۔ مولانا نے ایک الٹے گھڑے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بی تو اس پر بیٹھ جا لفٹننٹ گورنر نے کچھ تبرک مانگا آپ نے ایک خادم سے فرمایا کہ بھائی دیکھو میری ہنڈیا میں کچھ ہو تو ان کو دیدو اس میں کچھ چورہ مٹھائی کا نکلا بس سب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کر دیا سب نے ادب اور خوشی سے قبول کیا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر اجازت چاہی اور رخصت ہوگئے چلتے وقت نصیحت کی درخواست کی فرمایا کہ ظلم مت کرنا۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کا حرام کمائی پر غصہ

فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ کے یہاں ایک شخص مٹھائی کا دونہ لایا اور حضرت کے سامنے پیش کیا حضرت نے اس سے پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ گانے بجانے کا کام کرتا ہوں فرمایا مردود ہمیں حرام کھلاتا ہے اور اس زور سے ٹھوکر ماری کہ دونہ کافی دور جا کر گرا۔

گرو بننا آسان لیکن چیلہ بننا بہت مشکل ہے

فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ ایک شخص کسی گرو کے پاس گیا گرو نے پوچھا کیسے آئے ہو۔ کہا چیلہ بننے آیا ہوں گرو نے کہا کہ چیلہ بننا بہت مشکل ہے اس نے کہا کہ تو گرو ہی بنا دو۔

دور حاضر میں طلب و اخلاص کا فقدان ہے

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت مولانا رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ بھائی اب تو وہ زمانہ آگیا ہے کہ طالب مطلوب بن کر آتے ہیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ کسی صورت سے اللہ کا نام آجائے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہاں بھائی یہ اللہ کا باغ ہے اس میں ہر قسم کے درخت ہونے چاہئیں اندر کے درخت تو ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ جیسے حضرت رائے پوریؒ تھے اور باہر کے ایسے ہونے چاہئیں جیسے میں کیونکہ باغ میں جب تک باہر کے

درخت خاردار نہیں ہوتے اس وقت تک اندر کے درختوں کی حفاظت نہیں ہوتی میں وقایہ ہوں بزرگوں کا جو یہاں سے جائے گا پھر ان حضرات کو نہ ستائے گا واقعی کہیں تو اس شعر کا مصداق ہونا چاہیئے کہ ؎

بانگ می آید کہ اے طالب بیا جود محتاج گدایاں چوں گدا

اور کہیں اس شعر کا مصداق ہونا چاہیئے کہ ؎

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو دارو گیرو حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

ایک واقعہ یاد آیا کہ میرے پاس ایک شخص مرید ہونے آیا میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس موروثی زمین تو نہیں اس نے کہا بہت، وہ اس کو کچھ اچھا سمجھتا تھا میں نے کہا کہ پہلے اس سے استعفا دے آؤ پھر مرید کریں گے وہ یہاں سے سیدھا رائے پور پہنچا اور مرید ہو کر یہاں آیا اور کہا کہ میں تو مرید ہو بھی گیا مولانا نے کچھ نہیں کہا میں نے اس سے کہا کہ کیا تو نے مولانا سے پوچھا تھا کہنے لگا نہیں میں نے کہا کہ کیا ان کو علم غیب تھا پھر میں نے کہا کہ دیکھو میں اور مولانا رائے پوری دو دو نہیں ہم سب ایک ہیں میں ان کی طرف سے کہتا ہوں کہ تم اس زمین سے استعفا دے دو اور اگر کچھ عذر ہے تو یہاں سے ابھی اٹھ جاؤ اور آئندہ جب تک توبہ نہ کرلو یہاں منہ نہ دکھاؤ۔

حضرت سید احمد صاحب شہیدؒ کا اپنے مشائخ سے اختلاف و انقیاد کا سبق آموز واقعہ

فرمایا کہ سید احمد صاحبؒ جس وقت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی خدمت میں تھے تو شاہ صاحبؒ نے ان کو شغل رابطہ بتلایا، تو سید صاحبؒ نے اس شغل سے عذر فرمادیا اس پر شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا

تو سید صاحبؒ نے جواب دیا کہ آپ کسی معصیت کا حکم دیجئے کرلوں گا یہ تو معصیت نہیں شرک ہے یہ تو گوارا نہیں شاہ صاحبؒ نے یہ سن کر ان کو سینہ سے لگا لیا کہ اچھا ہم تم کو طریق نبوت سے لے چلیں گے تم کو طریق ولایت سے مناسبت نہیں ہے دوسرا

واقعہ سید صاحبؒ کے انقیاد کا امیر شاہ خان صاحبؒ نے امیر الروایت میں لکھایا ہے کہ جب شاہ عبدالقادرؒ شاہ صاحبؒ سے مانگ کر ان کو اپنے پاس لے گئے تو آپ نے مسجد میں ایک جگہ بتلا دی تھی کہ اس جگہ بیٹھ کر ذکر و شغل کیا کرو رفتہ رفتہ برسات کا زمانہ آ گیا ایک روز شاہ صاحبؒ نے ان کو اس حال میں دیکھا کہ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی اور یہ اسی میں بیٹھے ہیں۔ سید صاحبؒ سے پوچھا کہ تم بارش میں کیوں بیٹھے ہو تو فرمایا کہ آپ ہی نے تو یہ موقع بتلایا تھا ہمارے حضرت نے فرمایا یہ ہے اطاعت۔ شاہ صاحب کو وہم بھی نہ تھا کہ میرے بتلانے کو ایسا عام سمجھیں گے مجھے یقین ہے کہ اگر تمام برسات اور جاڑہ بھی گذر جاتے جب بھی سید صاحبؒ اس جگہ سے نہ اٹھتے (مدعی اس واقعہ سے سبق حاصل کریں کہ شیخ کی موافقت کیسی ہوتی ہے اور شروع کے واقعہ میں اختلاف کو دیکھئے کیسا ہوتا ہے اللہ اکبر اتفاق ہو تو ایسا اور اختلاف ہو تو ایسا اور پیر بھی کیسے کہ کچھ نہ فرمایا حقیقت کو سمجھ کر خوش ہوئے) اور یہ جو فرمایا کہ اگر کہیئے معصیت کرلوں اس سے معصیت میں اطاعت مقصود نہیں بلکہ اس کا اہون ہونا شرک سے مقصود ہے بزرگوں کے کلام کا محمل سمجھنا بڑا کام ہے۔

ہزار نکتہ باریک تر زمو ایں جاست نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

(جامع)

حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ کو چار مسئلوں میں شرح صدر تھا

فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چار مسئلوں میں شرح صدر ہے ایک مسئلہ قدر دوسرا روح تیسرا مشاجرات صحابہؓ چوتھا وحدۃ الوجود اور جب ان چاروں مسئلوں پر حضرت تقریر فرماتے تو سامعین پر ایک اطمینان اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس مثنوی کی خصوصیت

فرمایا کہ حاجی مرتضیٰ خان صاحب لکھنوی کہتے تھے ایک عالم نے جو کہ اپنے شیخ

سے مثنوی پڑھے ہوئے تھے حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں مثنوی آکر شروع کی ان سے ایک روز میں نے پوچھا کہ تم نے حضرت حاجی صاحبؒ کی پڑھائی میں اور اپنے شیخ کی پڑھائی میں کیا فرق دیکھا انہوں نے پوچھا کہ تم کچھ پڑھے ہوئے ہو کہا کچھ نہیں ایسے ہی تھوڑا سا پڑھا ہوا ہوں انہوں نے کہا تم ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے ایک مکان نہایت شاندار ہے اور ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ اور ہر قسم کے فرنیچر سے بھرا ہوا ہے ایک شخص تو وہ ہے کہ کسی کو اس کے دروازہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور اس کا تمام نقشہ ایسا بیان کر دیا کہ کوئی چیز نہ چھوڑی اور ایک شخص وہ ہے جس نے زیادہ بیان تو نہیں کیا لیکن دروازہ سے اندر لے جا کر بیچ مکان میں کھڑا کر دیا اس طرح کہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھ لے حضرت حاجی صاحبؒ کا پڑھانا تو ایسا ہی ہے کہ مجھے اندر لے جا کر کھڑا کر دیا! اور میرے شیخ کا پڑھانا ایسا ہے جیسا کہ باہر سے پورا نقشہ بتا دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فن جہاز رانی میں دخل

فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جہازران انگریز آیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے آپ کو ہر فن میں دخل ہے جہاز رانی میں بھی کچھ آپ کو آتا ہے شاہ صاحبؒ نے جو بعض پرزوں کے حالات بیان کئے ہیں تو وہ اسکو بھی یاد نہ تھے اس کو حیرت ہوگئی پوچھا تو فرمایا کہ بچپن میں اس فن کی ایک کتاب دیکھی تھی اس میں سے بھی کچھ یاد ہوگیا تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو فن موسیقی سے واقفیت تھی

فرمایا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے پاس دو قوال آئے ان میں کسی راگنی میں اختلاف تھا اور شاہ صاحبؒ کو حکم بنایا تھا دونوں نے شاہ صاحب کے سامنے گایا شاہ صاحبؒ نے ایک کی تصویب کی اور دوسرے کا تخطیہ اور بتلا دیا کہ یہ خرابی ہے ان کو بڑا تعجب ہوا تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جب ہم مکتب میں جاتے تھے تو ہمارے راستہ میں ایک ڈوم نے بالا خانہ کرایہ پر لے رکھا تھا ہم آتے جاتے سنا کرتے تھے اسی سے ہم نے کچھ معلوم کیا تھا جو

ہمیں یاد ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے پڑھنے کا شوق باقی رکھنے کی عجیب مثال دی

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پڑھنے کا جس قدر شوق ہو اس سے کچھ کم پڑھانا چاہیئے شوق کو باقی چھوڑ دے اور مثال میں فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو جب چکئی پر تھوڑا تاگا رہ جاتا ہے تو پھر لوٹ آتی ہے اور جب بالکل نہیں رہتا تو نہیں لوٹتی۔

امداد المشتاق کتاب لکھنے کا کیا سبب تھا

فرمایا کہ مشتاق احمد صاحب پٹواری کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حالات اس قدر رفیع ہیں کہ میرے قابو میں نہیں آتے اس لیے آپ (یعنی مرشدی مدظلہم) کچھ لکھئے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہمیں یہ پتہ بھی نہ تھا کہ اور لوگ بھی حضرت کے حالات کو اس درجہ کا سمجھتے ہیں چنانچہ امداد المشتاق اس فرمائش کے بعد ہی لکھی گئی ہے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا حضرت حاجی صاحبؒ سے تعلق عقیدت نہایت شدید تھا

فرمایا کہ جب میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر بکثرت ہوتا تو فرماتے کہ جب تم آجاتے ہو تو قلب زندہ ہوجاتا ہے کیونکہ جب میں پہنچتا تھا تو اکثر حاجی صاحبؒ کا تذکرہ آجاتا تھا اور حضرت جانتے تھے کہ اس (یعنی مرشدی مدظلہم) نے حضرت حاجی صاحبؒ کی زیارت کی ہے یہ حضرت کے حالات سے مسرور ہوگا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اتنا بڑا شخص کہ جو امام وقت ہو وہ ایک ایسے تھوڑے لکھے پڑھے بزرگ (یعنی قطب عالم حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ) کا ایسا معتقد ہوجائے۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کا طریقہ تصنیف

فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ جب کچھ تصنیف فرماتے تو ایک ایک جزو لکھ کر

نقل کے لیے دیتے تھے اور آپ کے مضمون کے ناقل دو ہوتے تھے ایک بتلاتا دوسرا لکھتا وہ جزو نقل ہونے نہ پاتا تھا کہ حضرت دوسرا جزو تصنیف فرما دیتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالحق لکھنوئیؒ نے علمی خدمت کے مقابلہ میں جان تک کی پرواہ نہ کی

فرمایا کہ مولوی عبدالحئیؒ لکھنوئیؒ کی بابت لوگ کہتے ہیں کہ ان کی تصنیف کا اوسط اتنا روزانہ کا پڑتا ہے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بیچاروں کا دماغ اسی میں ضعیف ہوگیا صرع ہوگیا تھا ڈاکٹروں نے ہر چند منع کیا مگر نہیں مانے علمی خدمت کے مقابلہ میں بیچاروں نے جان تک کی پرواہ نہ کی۔

اللہ والوں کے وقت میں برکت کا راز

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو عالم روحانیت سے مناسبت ہوجاتی ہے تو اس کے وقت میں برکت ہوجاتی ہے۔

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کا دقیق تصوف

فرمایا کہ مولانا مظفر حسین صاحبؒ جب کسی سواری پر سوار ہوتے تو پہلے مالک کو سب چیز دکھلا دیا کرتے تھے اگر بعد میں کوئی خط بھی لاتا تو فرماتے کہ بھائی میں نے سارا اسباب مالک کو دکھادیا ہے اور یہ اس میں ہے نہیں لہذا تم مالک سے اجازت لے لو۔

مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلویؒ کا دقیق تصوف

فرمایا کہ مولوی مظفر حسین صاحبؒ ایک مرتبہ دہلی سے بہلی میں سوار ہوکر اپنے وطن کاندھلے کو تشریف لارہے تھے بزرگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر شخص سے اس کے مذاق کے موافق گفتگو کیا کرتے ہیں اس بہلی والے سے بہلی ہی کے متعلق کچھ پوچھنے لگے کہ بیلوں کو راتب کتنا دیتے ہو اور کیا بچت ہو جاتی ہے اس سلسلہ میں اس کی زبان سے یہ بھی نکل گیا کہ یہ بہلی ایک رنڈی کی ہے اور میں نوکر ہوں بھلا مولانا رنڈی کی گاڑی میں کیسے بیٹھ سکتے تھے (کسی طالب علم نے کرایہ کر کے لادی ہوگی مولانا کو پتہ نہ تھا) اب مولانا کا دقیق تقویٰ دیکھئے فوراً نہ اترے تا کہ اس کی دل شکنی بھی نہ ہو تقویٰ بھی برتنا ہر شخص

سے نہیں آتا ذرا دیر کے بعد بولے کہ بہلی والے بہلی کو روک لینا مجھے پیشاب کی ضرورت ہے اس نے بہلی روکی آپ نے اتر کر پیشاب کیا اور اس کے ساتھ استنجاء سکھلاتے چلے کہاں تک چلتے آخر ڈھیلا پھینک دیا اس نے کہا بیٹھ جائے فرمایا ٹانگیں شل ہو گئیں ہیں ذرا دور پیدل چلوں گا تھوڑی دور چل کر اس نے پھر عرض کیا پھر ٹال دیا پھر کہا پھر ٹال دیا پھر وہ سمجھ گیا اور کہا کہ مولانا میں سمجھ گیا کہ یہ رنڈی کی گاڑی ہے آپ اس میں بیٹھیں گے نہیں پھر لیجانے سے کیا فائدہ حکم دیجئے لوٹ جاؤں فرمایا ہاں بھائی بیٹھوں گا تو نہیں مگر تم کو کاندھلہ چلنا ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی اس کے پاس کرایہ کو آیا ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو تو خواہ مخواہ نقصان ہوگا (یہاں یہ شبہ ہے کہ جب کرایہ دینا ہی تھا تو پھر کاندھلے تک خالی بہلی کیوں لائے تو بات یہ ہے کہ بعض طبیعتیں بلا کارگذاری کے لینا گوارا نہیں کرتیں یا اس کے سوا کوئی وجہ ہو) لہذا آپ کاندہلہ تک ویسے ہی پیدل آئے اور ہر منزل پر بیلوں کو گڑ اور گھی اور گھاس دانہ کا ویسا ہی انتظام کیا اور مکان آ کر اس کو کرایہ دے کر واپس کیا۔

زمانہ جنگ روم و روس میں حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کا دعا کرنے سے انکار

فرمایا کہ زمانہ جنگ روم و روس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحبؒ کے پاس ایک شخص زیارت کو آئے اور ساتھ ہی ایک شخص کا خط بھی رومیوں کی فتح یابی کی دعا کے لئے لائے کہ حضرت دعا فرماویں اللہ تعالیٰ رومیوں کو روسیوں کے مقابلہ غلبہ دے ان کے خط دینے سے پہلے ہی حضرت نے فرمانا شروع کیا کہ واہ صاحب بڑے آئے ہیں دعا کر دو دعا کر دو کیا روسی خدا کے بندے نہیں ہیں رومی ہی ہیں ایک آدمی تو شہید ہوتا ہے تمہارا کیوں دم نکلتا ہے (پھر اس شخص کو خط دینے کی جرات نہ ہوئی کیونکہ جواب تو ہو ہی گیا)

حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کا سفر حج

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ اور مولانا نانوتویؒ حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے مولانا گنگوہیؒ کا تو قدم قدم پر انتظام اور مولانا نانوتویؒ لاابالی، کہیں کی چیز کہیں پڑی ہے کچھ پرواہ ہی نہیں اس وقت ایک گروہ مولانا گنگوہیؒ کے پاس گیا کہ ہم بھی آپ

کے ہمراہ حج کو چلیں گے آپ نے فرمایا کہ زاد راہ بھی ہے انہوں نے کہا کہ ایسے ہی توکل پر چلیں گے تو مولانا نے فرمایا کہ جب ہم جہاز کا ٹکٹ لیں گے تو تم منیجر کے سامنے توکل کی پوٹلی رکھ دینا بڑے آئے توکل کرنے جاؤ اپنا کام کرو پھر ان لوگوں نے حضرت مولانا نانوتویؒ سے کہا تو آپ نے اجازت دیدی۔

ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

راستہ میں جو کچھ بھی ملتا وہ سب ان لوگوں کو دے دیتے اور ساتھیوں نے کہا کہ حضرت آپ تو سب ہی دے دیتے ہیں کچھ تو اپنے پاس بھی رکھیئے تو فرمایا انما انا قاسم واللہ یعطی اسی سفر میں مولانا گنگوہیؒ نے مولانا نانوتویؒ سے فرمایا کہ صبح سے شام تک پھرتے ہی ہو کچھ فکر بھی ہے تو فرمایا کہ حضرت آپ کے ہوتے ہوئے مجھے کیا فکر۔

بزرگوں کی مختلف شانیں ہوتی ہیں

فرمایا کہ امیر شاہ خانؒ کہتے تھے کہ بزرگوں کی شانیں مختلف ہوتی ہیں بعضوں کے خدام تو اپنے شیخ کے عاشق ہوتے ہیں اور بعضوں کے نہیں ہوتے چنانچہ مولانا محمد قاسمؒ کے خدام آپ کے عاشق تھے۔

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان است ۔۔۔ بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالان است

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی تقسیم شیرینی کا لطیفہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس آپ کے خادم مولوی فاضل حاضر تھے مولانا نے ان کو مٹھائی تقسیم کرنے کے واسطے فرمایا (کیونکہ مولانا کا کوئی جلسہ مٹھائی سے خالی نہ ہوتا تھا اگر کہیں سے آئی ہوئی موجود نہ ہوتی تو خود منگوا کر تقسیم فرماتے) انہوں نے تقسیم کر دی آخر میں اتفاق سے اس میں تھوڑی سی مٹھائی بچ گئی تو آپ نے فرمایا الفاضل للقاسم (یعنی بچی ہوئی مٹھائی قاسم کی ہے یا بچی ہوئی تقسیم کنندہ کی) انہوں نے جواب دیا الفاضل للفاضل و القاسم محروم (یعنی فاضل مٹھائی تو مسمی فاضل کی ہے اور قاسم محروم ہیں یا یہ کہ بچی ہوئی صاحب فضیلت یعنی آپ کی ہے اور تقسیم کنندہ محروم ہے اہل علم کے لطیفے بھی علمی ہوتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملتؒ کے دو خواب

فرمایا کہ میں بچپن میں خواب بہت دیکھا کرتا تھا اب تو بالکل نظر نہیں آتے اور تعبیر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے لیا کرتا تھا مولانا نے بعض اوقات استخارہ تک مجھ سے کرایا ہے کہ تجھے خواب سے مناسبت ہے ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ مولانا دیو بندیؒ کے مردانہ مکان میں دروازہ کے سامنے جو چبوترہ ہے اس کے کنارہ پر ایک چارپائی بچھی ہے اور اس پر ایک بزرگ بیٹھے ہیں جو بہت نازک پتلے دبلے قد بھی اچھا کپڑے نہایت نفیس بڑے قیمتی تھے انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تم کو عزت دی) اور اس کاغذ پر بہت سی مہریں تھیں جو نہایت صاف تھیں اور مہر میں صاف لکھا ہوا تھا (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کو حلیہ شریف میں دیکھنا کچھ ضروری نہیں) اسی خواب میں پھر یوں دیکھا کہ تھانہ بھون میں شادی لال تحصیلدار کے مکان میں پھاٹک کے متصل جو مکتب تھا اس کے اندر کے درجہ میں ایک انگریز اجلاس کر رہا ہے لباس اس کا بالکل سیاہ ہے (یہ معلوم نہیں کہ مکان میں کیونکر پہنچا) اس نے مجھے ایک پرچہ دیا اس میں بھی یہ ہی عبارت تھی (کہ ہم نے تم کو عزت دی) اس میں بھی مہریں بہت تھیں مگر صاف نہ تھیں میں نے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ سے عرض کیا تو فرمایا کہ تم کو دین اور دنیا کی دونوں عزتیں نصیب ہوں گی (جامع کہتا ہے کیسی برجستہ تعبیر ہے کہ آج جس کو ایک عالم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اللھم زد فزد)

حضرت حکیم الامتؒ کا سب سے پہلا خواب

فرمایا کہ ایک خواب میں نے بالکل بچپن میں میرٹھ میں دیکھا تھا (جو سب سے اول خواب ہے اس سے پہلے میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا تھا) جس مکان میں ہم رہتے تھے اس کی دہلیز میں میں موجود ہوں شام کا وقت ہے اور وہاں ایک پنجرہ رکھا ہوا ہے اور اس میں دو کبوتر ہیں وہ دونوں صاف زبان میں مجھ سے بولے کہ پنجرہ میں روشنی کردو میں نے کہا کہ تم خود ہی کرلو یہ سن کر انہوں نے چونچ کو رگڑا تو یکدم روشنی ہوگئی میں اپنے ایک ماموں صاحب سے جو میرے فارسی میں استاد بھی تھے یہ خواب عرض کیا تو فرمایا

کہ وہ روح اور نفس تھے ان کی خواہش تھی تم مجاہدہ کرو تم نے انکار کر دیا اس لیے اللہ تعالیٰ تم کو بلا مجاہدہ ہی عطا فرمائیں گے اور نور باطن حاصل ہوگا (جامع کہتا ہے ۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشندہ خدائے بخشندہ

اس کے بعد ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو کچھ کیا نہیں صرف بڑے میاں کی ہی صحبت کو کچھ سمجھ لو باقی نور باطن کا اب تک انتظار ہے نہ معلوم کب حاصل ہوگا جامع کہتا ہے ۔

سبحان اللہ کیا ٹھکانا ہے اس عجز و انکسار کا

اس موقع پر مدعیان بزرگی ذرا گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں ۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حضرت حکیم الامت مجدد ملتؒ کی ذکر سے فطری مناسبت

فرمایا کہ رات کو کبھی تو آنکھ کھلتی ہے کبھی نہیں کھلتی جب آنکھ کھل جاتی ہے تو تھوڑا سا ذکر خفی کر کے سو جاتا ہوں ذکر سے مجھ کو ایسا سکون ہوجاتا ہے فوراً نیند آجاتی ہے (جامع کہتا ہے یہ مناسبت بالذکر اور الابذکر اللہ تطمئن القلوب کی شان ہے جو حضرت والا کے اندر کمال درجہ میں پائی جاتی ہے) (ہنس کر فرمایا لوگ ذکر غفلت دور کرنے کے لیے کرتے ہیں مجھے اور زیادہ ہوجاتی ہے

ذکر کے وقت نیند کا علاج سوائے سونے کے کچھ نہیں

فرمایا کہ ایک مرتبہ کسی ذاکر نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ ذکر کے وقت نیند آتی ہے فرمایا تکیہ رکھ کر سوجایا کرو ذکر پھر کرلیا کرو نیند کا علاج سوائے سونے کے کچھ نہیں۔

حضرت مولانا شیخ محمدؒ کے وعظ میں اصطلاحات کی کثرت ہوتی تھی

فرمایا کہ مولانا شیخ محمدؒ وعظ میں لغات بہت بولتے تھے اور پھر اس کی تفسیر یعنی سے کرتے تھے ایک مرتبہ مولانا میرٹھ تشریف لے گئے تو ایک شخص کی نسبت دریافت کیا کہ یہ کناۂ میرٹھ سے ہیں یا احابیش میرٹھ سے ہیں (ہمارے حضرت نے فرمایا) مگر ہم

نے اپنے اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ لوگ ان کو پہچانتے بھی نہ تھے کہ یہ علماء ہیں گفتگو بہت معمولی آدمیوں کی طرح کرتے تھے ہاں تقاریر کے اندر اصطلاحات ضرور بولتے تھے (وہاں اس کی ضرورت ہوتی تھی جامع)

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بلا امتحان طلباء کے نمبر لکھ دیتے تھے

فرمایا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوبؒ ماہانہ امتحان نہ لیتے تھے جب مہینہ ختم ہوتا تو پرچہ امتحان کا منگا کر بلا امتحان ہی سب کے نمبر لکھ دیتے تھے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت بلا امتحان ہی نمبر لکھ دیتے ہیں؟ فرمایا مجھے سب کی لیاقت معلوم ہے (مالک اپنے بچھڑے کے دانت خوب جانتا ہے) اور اگر کہو تو لاؤ سب کا امتحان بھی لے لوں مگر یاد رکھو کہ اس سے کم ہی نمبر آئیں گے مولانا کا رعب بہت تھا سب طالب علم چپ ہی ہو گئے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے برجستہ ایک سجع کہہ دیا

فرمایا کہ ایک شخص کا نام محمد کالے تھا اور وہ اپنا سجع کہلانا چاہتا تھا اکثر نے انکار کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو گورے تھے کالے کہاں تھے اس میں جوڑ کیسے ملائیں وہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے پاس پہنچا تو آپ نے فوراً سجع کہہ دیا کہ (ہر دم نام محمد کالے)

حضرت حکیم الامتؒ کو دین اور اہل دین سے محبت کہاں سے ملی؟

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوبؒ کی عادت شریف تھی کہ جب کوئی ان کے پاس آکر بیٹھتا تو معارف و حقائق بیان فرمایا کرتے تھے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے بچپن ہی سے ایسوں کے پاس پہنچا دیا دین کی محبت تو مولانا فتح محمد صاحبؒ کی خدمت میں رہ کر ہوئی ان کی صورت دیکھ کر اللہ کی محبت پیدا ہوتی تھی اور اہل دین سے محبت حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے یہاں پہنچ کر ہوئی۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کے تحمل و تواضع کا واقعہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ گرمیوں کے زمانہ میں کہ اس وقت سخت دھوپ تھی مولانا فتح محمد صاحبؒ جامع مسجد سے باہر تشریف لے جا رہے تھے ایک صاحب نے جوتہ لینا چاہا

آپ نے تواضع سے عذر کیا اس نے اصرار کیا مولانا نے انکار کیا اور جوتہ مضبوط تھام لیا اور یہ سب قصہ گرم فرش پر ہو رہا ہے جب وہ اس طرح کامیاب نہ ہوا اس نے ایک ہاتھ سے مولانا کی کلائی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے زور سے جھٹکا دیا اور آپ کے ہاتھ سے جوتہ چھین لیا اور مسجد کے دروازہ پر لا رکھا گویا بڑی خدمت کی حضرت تو خاموش ہو گئے مگر مجھ کو بڑا غصہ آیا اور اس کو لتاڑا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے کثرت گریہ اور کیفیات وجد کی اول حکایت

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے سبق پڑھانے کے اندر آنسو کثرت سے جاری ہو جاتے تھے ایک دفعہ ہم نے چاہا کہ مولانا سے مثنوی شروع کریں تو مہتمم صاحب نے فرمایا کہ انہیں مدرسہ میں بیٹھنے دو گے یا نہیں اگر مثنوی پڑھانے لگے تو جنگلوں کو نکل جائیں گے آگ بھڑک اٹھے گی۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے کثرت گریہ اور کیفیات وجد کی دوسری حکایت

فرمایا کہ ایک مرتبہ اجمیر میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ صبح کی نماز کو تشریف لا رہے تھے راستہ میں کان میں بہڑ بھونجوں کے دہان کوٹنے کی آواز آئی بس مولانا کو وہیں وجد ہو گیا ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند
بر آواز دولاب مستی کنند

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے کثرت گریہ اور کیفیات وجد تیسری حکایت

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوبؒ چھتہ کی مسجد میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک طرف سے کسی غمزدہ عورت کے رونے کی آواز آئی بس وہیں وضو کرتے کرتے اس غمزدہ کی گریہ سے مولانا کی حالت بدل گئی۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے صاحبزادہ مولانا علاء الدین کی دستار بندی

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے صاحبزادہ مولوی علاء الدین صاحبؒ میرے ساتھ پڑھے ہیں اور میرے ساتھ ہی دستار بندی ہوئی ہے اگر زندہ ہوتے تو مولانا کے جانشین ہوتے امتحان میں ان کے نمبر مجھ سے کم تھے لوگ یہ چاہتے تھے کہ چونکہ یہ مولانا کے صاحبزادہ ہیں اس لیے دستار بندی میں مجھ سے ان کی (یعنی مولوی علاء الدینؒ) کی تقدیم ہوجائے اس پر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا جس کا استحقاق ہے وہ ہی صاحب ہوگا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے صاحبزادہ مولانا علاء الدین کے انتقال کا واقعہ

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے صاحبزادہ مولوی علاء الدین کا انتقال خاص بقرعید کے روز ہوا ہے نماز سے پہلے انکی بہت غیر حالت تھی جب نماز کا وقت آیا تو مولانا یہ کہہ کر اللہ کے سپرد اللہ خاتمہ بخیر کرے نماز میں پہنچ گئے نماز میں دیر نہ کی حالانکہ مولانا کی وجاہت ایسی تھی کہ اگر کتنی ہی دیر فرماتے تب بھی لوگوں کو گراں نہ ہوتا مگر ایسا نہیں کیا وقت پر پہنچے۔

دیوبند میں طاعون کی وباء میں مولانا محمد یعقوبؒ کے گھر کے ۱۴ افراد فوت ہو گئے

فرمایا کہ جس زمانہ میں دیوبند میں وبا پھیلی ہے تو اس زمانہ وبا میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے گھرانے کے چودہ آدمی مرے تھے مگر مولانا بہت ہی متحمل رہے ذرا تزلزل اپنے اندر نہیں آنے دیا البتہ ایک دفعہ تو وضو کرتے ہوئے میں نے یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا تھا کہ آپ ایک خاص شان سے اس کو پڑھ رہے تھے۔

غیر تسلیم ورضا کو چارۂ　　در کف شیر نر خونخوارہ

دیوبند میں ہیضہ کی وباء کے بارے میں مولانا محمد یعقوبؒ نے پیش گوئی کی تھی

فرمایا کہ جس زمانہ میں دیوبند میں ہیضہ پھیلا ہے تو اس زمانہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک پیشین گوئی کی تھی اور لوگوں سے یہ فرمایا تھا کہ یہاں ایک وبا آنے والی ہے اگر ہر چیز میں صدقات کئے جاویں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ بلاٹل جائے بعض اہل دیوبند نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ میں کچھ ضرورت ہوگئی ہے اس کی خبر کسی نے مولانا کو کردی تو مولانا کو اس پر بہت غیظ آیا اور فرمایا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند اس جملہ کا چند بار تکرار فرمایا اس وقت حاجی محمد عابد صاحبؒ حجرہ کے اندر بیٹھے ہوئے اس کلمہ کو سن رہے تھے وہ گھبرا کر باہر نکلے اور کہنے لگے کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں مولانا نے دریافت فرمایا کہ کیا کہا ہے حاجی محمد عابد صاحبؒ نے وہی جملہ سنا دیا کہ یوں فرما رہے تھے مولانا نے فرمایا کہ اب تو یوں ہی ہوگا اس کے بعد اس کثرت سے وبا پھیلی کہ بیس بیس پچیس پچیس جنازوں کی ایک دفعہ نماز ہوتی تھی بس دیوبند خالی ہی ہوگیا جب یہ وبا ختم ہوگئی تو آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا میرا بھی وقت آگیا کیا ابھی دیر ہے بس اس کے بعد اپنے وطن نانوتہ پہنچے اور وہیں جا کر مبتلائے مرض ہو کر واصل بحق ہوئے۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کی ایک کرامت بعد وفات ظاہر ہوئی

فرمایا کہ مولانا معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم کئی مرتبہ ڈال کر پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادہ بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت

ہوئی اور ہماری مصیبت ہوگئی یاد رکھو اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتہ پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔

بعض بدعتیوں کی بدعقلی کی ایک حکایت

فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیو بندیؒ بعض بدعتیوں کی حس اور عقل کے متعلق فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے بچپن کے زمانہ میں جب کہ اچھی طرح پیشاب کے بعد ڈھیلا لینا بھی نہ جانتا تھا کسی کے ہمراہ پیران کلیر کے میلہ میں گیا اتفاق سے جو غسل کا وقت تھا اس وقت میں خاص مزار شریف کے پاس کھڑا ہوا تھا سقہ جو آیا اس نے یکدم مشک چھوڑ دی اور اس کی مشک چھوٹنے کے ساتھ ہی آدمیوں کا ریلا اندر آ گیا میں چونکہ بچہ تھا ہجوم کی وجہ سے اس پانی میں گر گیا اور تمام کپڑے شرابور ہوگئے جب میں باہر نکلا تو لوگوں نے میرے تمام کپڑے اتار کر مجھے ننگا کر دیا اور اس کا پانی نچوڑ کر تبرک سمجھ کر پی گئے اور پائجامہ کا پانی بھی پی گئے جو یقیناً ناپاک تھا۔

حضرت مولانا گنگوہی کی شان حق گوئی

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دیو بند پڑھتا تھا وہاں ایک سیاح ولائتی صاحب آئے وہ حضرت حاجی محمد عابدؒ صاحب سے جمعہ کی نماز پڑھانے کی اجازت لے کر منبر پر پہنچ گئے خطبہ شروع کیا چونکہ ربیع الاول کا زمانہ تھا خطبہ کے اندر مولود شریف شروع کر دیا اور خطبہ نہایت طویل کہ ختم ہونے ہی پر نہ آئے لوگ پریشان ہوگئے حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی اتفاقاً تشریف فرما تھے چونکہ مولانا کو حق تعالیٰ نے ہمیشہ سے اظہار حق کی شان دی تھی ان مولوی صاحب سے فرمایا کہ مولانا خطبہ ختم کیجئے وہ بولے چپ رہو خطبہ میں بولنا حرام ہے (وہ پہچانتا نہ تھا) مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حرام و حلال کیا لیے پھرتے ہو تم اس قابل ہو کہ منبر سے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اتار دیا جائے پھر اس نے یہی جواب دیا چپ رہو مگر اس نے جلدی خطبہ ختم کر دیا خطبہ کے بعد لوگوں نے کہا کہ ہم اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے نہ

معلوم یہ کون بلا ہے مولانا گنگوہیؒ سے امامت کے لیے عرض کیا مگر مولانا نماز پڑھانے کھڑے نہ ہوئے (تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ سب کچھ اپنی امامت کے لیے کہا تھا) مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے نماز پڑھائی مولانا گنگوہیؒ نے یہ دانشمندی کی کہ نماز کے بعد فوراً جوتہ اٹھا کر چل دیے ان ولایتی صاحب نے نماز کے بعد کہا کہ بلاؤ اس وہابی کو جو خطبہ میں بولتا تھا اور بہت دیر تک بکتا رہا حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نماز پڑھتے رہے آپ کو غصہ بھی بہت آیا لیکن تحمل کیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہماری جماعت کے حضرات فتنہ کو پسند نہ فرمایا کرتے تھے مولانا گنگوہیؒ کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں موجود ہوا تو فساد ہوجائے گا کیونکہ لوگ میری حمایت کرینگے۔ اس لیے دفع الوقتی فرماگئے اور اب یہ حالت ہے کہ فتنہ وفساد کو تلاش کرتے پھرتے ہیں خطبہ کی طوالت پر فرمایا کہ فقہ کہ بات یہ ہے کہ خطبہ کو خفیف کرے اور نماز کو طویل یعنی بہ نسبت خطبہ کے طویل کرے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خانقاہ تھانہ بھون سے محبت

فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ کو اس جگہ (یعنی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ) سے بڑی محبت تھی جب بینائی جاتی رہی ہے تو فرماتے تھے کہ اگر آنکھیں ہوتیں تو اس جگہ کو اب دیکھتا (کیونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی یہاں بودوباش رہی ہے اس وجہ سے حضرت کو بڑا تعلق تھا)

درمنزلیکہ جاناں روزے رسیدہ باشد　　باخاک آستانش داریم مرحبائی

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی مدرسہ تھانہ بھون کے لئے دعا

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو میں نے اطلاع کی کہ حضرت یہاں مدرسہ کی سی صورت ہوگئی ہے دعا فرما دیجئے گا مولانا نے تحریر فرمایا کہ اچھا ہے بھائی مگر خوشی تو جب ہوگی کہ جب یہاں اللہ اللہ کرنے والے جمع ہوجائیں گے (جامع کہتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت کی خواہش باحسن الوجوہ پوری ہوگئی۔

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　می دہد یزداں مراد متقین

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے حفظ قرآن کی کرامت

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ جہاز میں روز ایک پارہ حفظ کر کے شام کو تراویح میں سنادیا کرتے تھے اور آہستہ آہستہ یاد فرماتے تھے کسی کو پتہ بھی نہیں چلا یہ حضرت مولانا کی کرامت ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ مولانا خلیل احمدؒ صاحبؒ نے رمضان شریف میں آدھا قرآن شریف حفظ کر لیا تھا تبسم سے فرمایا کہ چونکہ وہ مولاناؒ سے آدھے تھے اس لیے کرامت بھی آدھی ہوگئی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی دعا بعد ختم درس مثنوی شریف

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا معمول تھا کہ جب مثنوی کا درس ختم فرماتے تو یوں دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ جو جو اس کتاب میں لکھا ہے اس میں سے ہمیں بھی حصہ دیدے (آمین جامع)۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا درس مثنوی، شعر، مثنوی مولوی معنوی

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مثنوی کا درس ہورہا تھا اور جلسہ عجیب جوش وخروش سے پر تھا اس روز حضرت نے پکار کر یوں دعا فرمائی ''اے اللہ ہم لوگوں کو بھی ایک ذرۂ محبت عطا فرما آمین'' پھر دعا کے بعد فرمایا کہ الحمد للہ سب کو عطا ہوگیا (الہام ہوا ہوگا) پھر دوسرے جلسہ میں فرمایا کہ بھائی ذرہ سے زیادہ کا تحمل بھی نہیں ہوسکتا۔

یارب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازاں
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم
بحر یست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
ایں جاجزاینکہ جاں بسپارند چارہ نیست

ہست قرآن در زبان پہلوی پر شبہ کا جواب

فرمایا کہ جب مثنوی کے درس کا وقت آتا تو حضرت حاجی صاحبؒ یوں فرمایا کرتے تھے کہ آؤ بھائی مثنوی کی تلاوت کرلیں۔ ایک شعر ہے ۔

مثنوی مولوی معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

اس کا لوگوں نے اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں زیادہ مضامین قرآن شریف کے ہیں لیکن حضرت نے عجیب تفسیر فرمائی کہ بھائی قرآن سے مراد کلام الٰہی ہے اور کلام الٰہی کبھی وحی سے ہوتا ہے اور کبھی الہام سے ہوتا ہے تو معنی مصرع کے یہ ہیں کہ مثنوی کلام الٰہی یعنی الہامی ہے (حضرت اس تفسیر کی بناء پر تلاوت کا لفظ استعمال فرماتے تھے۔جامع)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمایا تین کتابیں الیبلی ہیں

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ تین کتابیں الیبلی ہیں ایک کلام اللہ ایک بخاری شریف ایک مثنوی شریف ان کا کسی سے احاطہ نہیں ہوسکا بخاری شریف کے تراجم کی دلالت کہیں خفی کہیں جلی سچ یہ ہے کہ اس کا کسی سے احاطہ نہ ہوا ایسے ہی قرآن شریف اور مثنوی شریف کا بھی۔

منشی تجمل حسین صاحب کے انتقال پر حضرت حاجی صاحبؒ کی نسبت کا ظہور ہوا

فرمایا کہ مولوی صدیق احمد صاحب گنگوہیؒ سناتے تھے کہ ایک شخص منشی تجمل حسین تھے وہ حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت تھے اور ان کے ایک بھائی نقشبندیہ طریقہ کے اچھے بزرگ اور خود شیخ تھے یہ نقشبندی بزرگ اپنے بھائی تجمل حسین سے کہا کرتے تھے کہ میاں تم نے چشتیہ کا تو مزہ لے ہی لیا اب ہم سے بھی کچھ حاصل کرلو یہ کہہ دیتے تھے کہ جب ہمارے یہاں نہ ہوگا تو تم سے حاصل کرلیں گے وہ کہا کرتے تھے کہ میاں پچھتاؤ گے لیکن ان کا جی ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ مجھے ان نقشبندیوں کے یہاں کے بھی کمالات حاصل ہو جائیں نقشبندیوں کے یہاں قلب کا ذاکر ہونا ایک کمال ہے چشتیہ کے اندر عبدیت غالب ہوتی ہے وہاں کوئی عرفی کمال کمال ہی نہیں ایک مرتبہ ان کی بیوی نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ جا بجا مارے پھرتے ہیں خاندان کو بدنام کریں گے ان کی خبر لیجئے جب یہ مولانا کے پاس پہنچے تو مولانا نے فرمایا کہ میاں تجمل

حسین تم مارے مارے کیوں پھرتے ہو انہوں نے کہا کہ حضرت یوں جی چاہتا ہے کہ قلب ذاکر ہو جائے فرمایا قلب کا ذاکر ہونا بھی کوئی کمال ہے انہوں نے کہا کہ نہیں حضرت جی چاہتا ہے مولانا نے فرمایا کہ جاؤ مسجد میں جا کر بیٹھو لوگ یہی سمجھے کہ ٹال دیا یہ تعمیل حکم کے لئے مسجد میں جا بیٹھے مولانا وضو کے بعد کھڑاؤں پہن کر مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ عصر کا وقت آ گیا کہ حضرت نے عصر کے لئے وضو کیا اور کھڑاؤں پہن کر چلے بس جوں ہی کھڑاؤں کی آواز ان کے کان میں پڑی قلب پر ایک چوٹ لگی اور فوراً قلب جاری ہو گیا بس حضرت کے قدموں میں گر گئے حضرت نے فرمایا کہ بھائی اس میں رکھا کیا ہے؟ جب ان کے انتقال کا وقت ہوا ہے تو یہ بے ہوش تھے لوگ ان سے کلمہ کو کہتے تھے مگر یہ کسی کو جواب ہی نہیں دیتے تھے (ایسے وقت کلمہ کی تلقین خطاب سے مناسب نہیں نہ معلوم بے ہوشی میں زبان سے کیا نکل جائے ہاں پاس بیٹھنے والے کلمہ بلند آواز سے پڑھتے رہے جس سے وہ خود پڑھنے لگے اس سے پڑھنے کا تقاضا نہ کریں جامع) ان کے بھائی کو جو نقشبندی شیخ تھے خبر ہوئی وہ ان کے پاس آئے اور طعن سے یہ کہا کہ اب وہ حاجی صاحبؒ کی نسبت کہاں گئی وہ سلسلہ کیا ہوا کلمہ بھی زبان سے نہیں نکلتا میں کہتا نہ تھا کہ کچھ حاصل کرلو نہیں تو پچھتاؤ گے اس طعن سے فوراً ان کی آنکھ کھل گئی اور للکار کر کہا یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بشارت ہوئی ہوگی (کیونکہ مرنے کے وقت ملائکہ کے ذریعہ صالحین کو بشارت دیدی جاتی ہے جامع) پھر کلمہ بلند آواز سے پڑھا اور جان دیدی (اور یہ کچھ ایسے پڑھے ہوئے نہ تھے مگر ایسے وقت ایسی برمحل آیت کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کو حضرت حاجی صاحبؒ کی نسبت کی مقبولیت دکھلانا منظور تھا جامع) پھر مولوی صدیق صاحب بھی وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ بس اسی پر شیخ بنتے تھے اس کے مقام کی بھی خبر نہ ہوئی دیکھئے حضرت حاجی صاحبؒ کی نسبت اور سلسلہ، ہمارے حضرت نے فرمایا کہ چشتیوں میں فنا کی شان غالب ہوتی ہے اور نقشبندیوں میں بقاء کی چشتیوں کو اپنے مومن ہونے میں بھی شبہ ہوتا ہے بھلا جس کا یہ حال ہو وہ بزرگی کا کیا خاک دعویٰ کرے گا چشتیوں کا حاصل تو یہ ہی ہے۔

افروختن وسوختن وجامہ دریدن

پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

انکی طلب یہ ہی ہے کہ کچھ طلب ہی نہ ہو ؎

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب

کہ حیف باشد ازوغیر او تمنائے

کسی نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے ؎

نہ فراق اچھا ہے اے دل نہ وصال اچھا ہے

یار جس حال میں رکھے وہی حال اچھا ہے

(جامع)

یہ تو نہ دوائر قطع کرتے ہیں نہ کوئی لطیفہ جاری کرتے ہیں ان کے یہاں تو ساری عمر رونا ہی رونا ہے۔ ؎

حافظ زدیدہ دانہ اشکے ہمیں فشاں

باشد کہ مرغ وصل کند قصد دام ما

(جامع)

بڑھاپے میں قوت روحانی بڑھ جاتی ہے

فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحبؒ مثنوی پڑھاتے تو خوب زور شور سے تقریر فرماتے اور جب درس ختم ہوجاتا تو سر پکڑ کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ ارے بھائی کچھ شربت بنالو سر دبادو بس یہ حالت تھی۔

ہر چند پیر خستہ وبس ناتواں شدم

ہرگہ نظر بسوئے تو کردم جواں شدم

خود قوی ترمی شود خمر کہن

خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

بڑھاپے میں قوت روحانی بڑھ جاتی ہے جو کیفیت کہ بڑھاپے میں بھی باقی رہتی

ہے تو وہ روحانی ہے اور جو بڑھاپے میں زائل ہو جائے تو سمجھو نفسانی تھی گو محمود ہی ہو پہلے ذوقاً معلوم ہوتا تھا اب بحمد اللہ تحقیقاً سمجھ میں آ گیا۔

حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ مجذوب صاحب حال تھے

فرمایا کہ مولانا فضل رحمٰن صاحبؒ مجذوب صاحب حال تھے ایک شخص ان کے پاس دعا کو حاضر ہوا ابھی آپ دعا کرنے نہ پائے تھے کہ فریق مخالف بھی دعا کیلئے حاضر ہوا اور ظاہر ہو گیا کہ یہ فریق ہے اب انکار کس سے کریں یہ کیسے معلوم ہو کون حق پر ہے بس فوراً ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ "اے اللہ جس کا حق ہو اسے دلوا دے" اب یہ کس کا منہ تھا کہ غیر حق کے واسطے دعا کو کہے ان حضرات کے اندر عقل کامل ہی ہوتی ہے یہ لوگ ہیں عرفاء عقلاء حالانکہ مجذوب تھے مگر بات کیسی حکمت کی کہی ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم کے سامنے علماء کی کوئی حقیقت نہ تھی

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے صرف کافیہ تک پڑھا تھا اور ہم نے اتنا پڑھا ہے کہ ایک اور کافیہ لکھ دیں مگر حضرت کے علوم ایسے تھے کہ آپ کے سامنے علماء کی کوئی حقیقت نہ تھی ہاں اصطلاحات تو ضرور نہیں بولتے تھے۔

مولوی میاں اصغر حسین صاحبؒ کا ایک خواب

فرمایا کہ جس وقت دیوبند کے مدرسہ میں شورش ہوئی ہے تو اس زمانہ میں مولوی اصغر حسین صاحبؒ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک بزرگ موٹر میں سوار آ رہے ہیں اور انہوں نے میرے پاس آ کر موٹر ٹھہرایا اور وہ بزرگ مشابہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے ہیں انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ ان سے (یعنی مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے) کہہ دینا گھبرائیں نہیں سب خیریت رہے گی۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے طب سیکھنے کا واقعہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی پھوپھی بیمار تھیں آپ ان کی تیمارداری میں تھے جس طبیب کے یہاں آپ تشریف لے جاتے تھے وہ بہت نخرہ کرتا تھا مولانا کو غصہ آ گیا اور طب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اور اچھے طبیب

ہو گئے جب مولوی مسعود احمد صاحب طب پڑھ کر تشریف لائے ہیں تب آپ نے اس کام کو چھوڑ دیا کہ بھائی اب مسعود آ گئے ان سے رجوع کرو۔

ایک ڈپٹی کلکٹر نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے لئے شمس العلماء کے خطاب کی مخالفت کی

فرمایا کہ ایک ڈپٹی صاحب مولانا گنگوہیؒ کے پاس حاضر ہوئے مولانا معمولی گفتگو کر کے درس میں مشغول ہو گئے ان کو اس پر رنج ہوا اور دوسروں سے شکایت کی کہ بڑے بڑے اخلاق ہیں (اس پر ہمارے حضرت نے تبسم سے فرمایا کہ الحمدللہ مولانا کی یہ سنت مجھ کو بھی نصیب ہے اور میں بھی اسی طرح بدنام ہوں سنا ہے کہ سال کے ختم یا شروع پر گورنمنٹ کی طرف سے کچھ خطابات تقسیم ہوتے ہیں تو مولانا کے لئے بھی شمس العلماء کا خطاب تجویز ہوا تھا اس میں ان ڈپٹی صاحب سے بھی پوچھا گیا چونکہ یہ حاکم پرگنہ تھے تو انہوں نے مخالفت کی کہ مناسب نہیں ہے اس پر ڈپٹی صاحب نے خوش ہو کر مولانا کے آدمیوں سے فرمایا کہ ہم سے مولانا اچھی طرح نہ ملے ہم نے بھی خطاب نہ ملنے دیا مولانا نے سنا تو فرمایا کہ بھائی میں تو ان کا بڑا ممنون ہوں کہ مجھے اس بلا سے نجات دی میں تو دعا کرتا ہوں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب سنا ہوگا تو بڑا کٹا ہوگا کہ یہ کام کیا تو تھا رنج کے لئے مگر ہو گئی خوشی جیسے سلیمان درانیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر شیطان وسوسہ ڈالے تو خوش ہو کیونکہ شیطان دشمن ہے جب تم وسوسہ سے خوش ہو گئے اور وہ تمہاری خوشی چاہتا نہیں تو وسوسہ ڈالنا چھوڑ دے گا۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ حضرت حاجی صاحب کے عاشق تھے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ پر آج کل کے نوجوان مولوی اعتراض کرتے ہیں اور حضرت مولانا گنگوہیؒ حالانکہ امام وقت تھے مگر کبھی آپ کی زبان سے اعتراض نہیں نکلا اور اعتراض تو کیسا مولانا تو بالکل عاشق فانی تھے ایک دفعہ مولانا گنگوہیؒ مولوی صادق الیقین صاحب سے فرماتے تھے کہ فلاں صاحب نے کیسی بری بات کہی کہ حضرت تو بدعتوں میں مبتلا ہیں ہماری نسبت تو قطع ہو گئی دیکھو کیسی رنج کی بات ہے بھلا ان باتوں

سے نسبت قطع ہوتی ہے بھلا حضرت حاجی صاحبؒ بدعتی ہیں؟

مولوی صادق الیقین صاحب کو حضرت مولانا گنگوہیؒ کی وصیت

فرمایا کہ جب مولوی صادق الیقین حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں جانے لگے تو مولانا گنگوہیؒ نے وصیت فرمائی (دیکھئے ان بزرگوں کو نور باطن تو ہوتا ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ نور ظاہر بھی اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ جس کی انتہا نہیں) کہ میاں مولوی صادق الیقین جیسے جارہے ہو ویسے ہی چلے آئیو اپنے اندر کوئی تغیر پیدا نہ کیجیو، ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اس سے حضرت مولانا کا یہ مطلب تھا کہ وہاں جاکر حاجی صاحبؒ کے افعال میرے خلاف دیکھو گے اگر مجھ سے عقیدت رہی تو حاجی صاحبؒ کو چھوڑ دو گے اور اگر حاجی صاحبؒ سے عقیدت رہی تو مجھے چھوڑ دو گے چنانچہ انہوں نے مسلک مولانا کا رکھا اور حضرت حاجی صاحبؒ کے بھی نثار تھے مجھ سے مولوی صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں اور مولانا کے یہاں تو زمین و آسمان کا فرق ہے کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی، میں نے عرض کیا کہ فاتحہ خلف الامام ایک حرام کہتے ہیں ایک فرض کہتے ہیں اس میں بھی تو کوئی تطبیق نہیں ہوسکتی پھر ہم دونوں کو حق پر مانتے ہیں اور تقلید کرتے ہیں ایسے ہی یہاں سمجھو۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے نزدیک مولود کی ممانعت مشروط ہے

فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب کے والد اچھے بزرگ تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور جو تاریخ کسی بزرگ کی وفات کی ہوتی تو اس روز دو قرآن شریف ختم فرماتے ایک ان بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کے لئے اور ایک اپنے معمول کا مگر مولود کے بڑے معتقد تھے اور اس میں مولوی صاحب سے کشمکش رہتی۔ میں نے اس باب میں ان کو ایک مکتوب محبوب القلوب لکھا تھا جس سے آپس میں اتفاق ہوگیا تھا وہ مکتوب چھپ بھی گیا ہے۔ مگر مجھے یہ یقین نہ تھا کہ اس مکتوب کو مولانا گنگوہیؒ پسند فرمائیں گے کیونکہ اس میں کسی قدر توسع ہے مگر ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو قصائیوں کے یہاں مولانا کی دعوت تھی میں بھی شریک تھا ایک شخص نے وہاں مولانا سے

دریافت کیا کہ مولوی صادق الیقین اور ان کے والد کے معاملات کی کیا حالت ہے مولانا نے فرمایا کہ اب ان میں اتفاق ہے اور یہ سب ان (حضرت مرشدی مدظلہم) کی برکت ہے۔

ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولود کی ممانعت یہ مولانا کی شان انتظامی تھی اور تعلیمی شان یہ ہے کہ جائز ہے بشرط عدم منکرات اور ناجائز ہے بشرط منکرات چونکہ لوگ حدود کے اندر نہیں رہتے اس لئے منتظمین مطلقاً منع کرتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا حسن ظن بے مثال تھا

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اندر اس قدر حسن ظن تھا کہ اتنا کسی کے اندر نہیں دیکھا جن لوگوں کو ہم کافر سمجھتے تھے حضرت ان کو صاحب حال فرماتے۔ حاجی.......... کو فرماتے تھے کہ صاحب باطن ہے مگر غلطی ہوگئی.......... کی بابت فرماتے تھے کچھ غلطی ہوگئی ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جس قدر نظر وسیع ہوتی جاتی ہے اسی قدر اعتراض کم ہوتا جاتا ہے۔ عبدالوہاب شعرانیؒ نے زمخشری کی بابت لکھا ہے کہ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ زمخشریؒ کو عذاب کریں گے اور یہ جو اس کا خلق افعال کا عقیدہ ہے اس کا منشاء صرف تنزیہ باری تعالیٰ ہے گو غلطی ہوگئی۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی شان انتظام کا واقعہ

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوبؒ کے قطب الدین ایک صاحبزادہ تھے ان کی شادی لکھنؤ ہوئی تھی اور ولیمہ نانوتہ میں ہوا تھا۔ مولانا نے بڑی خوشی میں ولیمہ کیا تھا اور اس میں پلاؤ زردہ بہت اچھا پکوایا تھا کھانے میں ذرا دیر ہوگئی تھی جمعہ کا دن تھا گاؤں والے بھی جمعہ میں آئے تھے تو مولانا نے فرمایا کہ پہلے ان گاؤں کے آدمیوں کو کھلا دو کیونکہ ان کو دور جانا ہے گھر کے آدمی پھر کھالیں گے جب ان کو کھانے بٹھایا تو چاروں طرف سے زردہ کی مانگ ہونے لگی مولانا پریشان ہوئے کیونکہ زردہ بہ نسبت پلاؤ کے تھوڑا پکتا ہے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو بھی اس کی خبر ہوئی تو مولانا فوراً تشریف لائے اور مجمع میں آکر فرمانے لگے کہ یہ پلاؤ بھی کھانے ہی کے واسطے پکا ہے اور زردہ اندازہ سے پکا ہے اور کھلانے والوں کو حکم دیا کہ اب پلاؤ دو زردہ نہ دو بس سب دم بخود ہوگئے پھر کسی نے نہ

مانگا اور کام حسن وخوبی کے ساتھ انجام کو پہنچ گیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا کے اندر شان انتظام بڑی تھی کسی کے کہنے کی پرواہ نہ کرتے تھے اسی وجہ سے اکثر لوگ متشدد کہتے تھے ہنس کر فرمایا اور الحمدللہ اب یہ میراث مجھے ملی ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے شریعت وطریقت کو جمع کرنے کا ایک واقعہ

فرمایا کہ میرٹھ مطبع مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا محمد یعقوبؒ اور مولانا محمد قاسمؒ ایک جگہ ہی ٹھہرے ہوئے تھے مگر مولانا نانوتویؒ تو نیچے کے درجہ میں تھے اور مولانا محمد یعقوبؒ اوپر کے درجہ میں تھے کہ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو جو سیانی تھی اپنے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسمؒ سے (چونکہ مولانا محمد قاسمؒ بہت مشہور تھے اور مولانا محمد یعقوبؒ اس قدر مشہور نہ تھے کسی نے ان ہی کا پتہ دیدیا) عرض کیا کہ یہ میری چھوکری ہے اور مدت سے بیمار چلی جارہی ہے میری اوقات بسر اسی پر ہے آپ اسے تعویذ یا دعا کردیجئے (مولانا محمد قاسمؒ نے یوں چاہا کہ نہ تو میری وضع میں فرق آئے نہ اس کی دل شکنی ہو) اس سے فرمایا کہ اوپر ایک بزرگ ہیں۔ تم ان کے پاس لے جاؤ یہ اوپر پہنچی۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے پوچھا کیا ہے اس نے عرض کیا کہ میری یہ لڑکی ہے اس کو مرض ہے اور میری اسی پر کمائی ہے آپ دعا یا تعویذ کردیجئے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے نہ معلوم دعا کی یا تعویذ دیا اور اسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے اور پوچھا کہ اسے کس نے بھیجا ہے مولانا محمد قاسمؒ خاموش ہوگئے تو فرمانے لگے کہ بڑے متقی نکلے اپنے تقویٰ کی اس قدر حفاظت اور میرے پاس خلوت میں بازاری عورت کو بھیج دیا اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے خدا کے فضل سے اس کی چھوکری کو آرام ہوگیا تو مٹھائی لائی اور سیدھی اوپر مولانا کے پاس پہنچی اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضرت آپ کی دعا سے میری لڑکی کو صحت ہوگئی یہ مٹھائی شکریہ میں لائی ہوں۔ مولانا نے فرمایا رکھ دو چنانچہ وہ رکھ کی چلی گئی۔ مولانا نیچے تشریف لائے اور فرمایا کہ حرام کمائی کی ہے اس کا کھانا حرام ہے مساکین کا حق ہے اغنیاء کا حق نہیں ہے جس کا دل چاہے لے لے۔ (ہمارے حضرت نے فرمایا دیکھئے شریعت طریقت سب جمع کردی۔)

حضرت حاجی محمد عابد صاحب دیوبندیؒ کے تعویذ کی برکت

فرمایا کہ میں نے دیوبند کے ایک انگریزی داں سے سنا ہے کہ ایک شخص کا مقدمہ ڈپٹی ظہیر عالم کے یہاں تھا۔ سہارنپور میں ڈپٹی تھے۔ وہ شخص حضرت حاجی محمد عابدؒ کے پاس آیا کہ حاجی جی مجھے ایک تعویذ دیدو۔ میرا مقدمہ ڈپٹی ظہیر عالم کے یہاں ہے حاجی صاحبؒ نے اس کو تعویذ دیا کہ اس کو پگڑی میں رکھ لینا۔ جب یہ عدالت میں اجلاس پر پہنچا ڈپٹی صاحب نے کچھ سوال کیا تو اس نے کہا کہ ٹھہر جا۔ میں دیوبند والے حاجی کا تعویذ لایا ہوں۔ وہ لے آؤں' پھر پوچھنا۔ ڈپٹی صاحب اس پر ہنسے کیونکہ وہ عملیات کے معتقد ہی نہ تھے۔ جب وہ تعویذ لے آیا۔ تو ڈپٹی صاحب سے کہا کہ اب پوچھ کیا پوچھتا ہے اور دیکھ حاجی صاحب کا تعویذ یہ رکھا ہے (پگڑی دکھلا دی) ڈپٹی صاحب نے وہ مقدمہ قصداً بگاڑا۔ لیکن جب فیصلہ لکھ کر پڑھنے بیٹھے ہیں تو وہ موافق تھا۔ پھر وہ ڈپٹی صاحب حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں معذرت کو حاضر ہوئے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ عمل کا یہ اثر ہوتا ہے۔ بعض اوقات جب معمول پر اس کا اثر ہوتا ہے تو دماغ صحیح نہیں رہتا۔ پھر جب دماغ صحیح نہیں رہتا تو کام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حضرت حاجی محمد عابد صاحبؒ کے تابع جن تھا

فرمایا کہ میرے ایک عزیز دیوبند کے رہنے والے کہتے تھے کہ میری پھوپھی جب شروع شروع میں دلہن ہونے کے زمانہ میں اپنے میکہ آئیں تو انہوں نے اپنا دوپٹہ الگنی پر ڈالدیا اسے کوئی عورت لے گئی۔ عورتیں بوجہ عقیدت کے اس زمانے میں ایسی بے فکر تھیں بولیں کہ کچھ ڈر نہیں ہے۔ حاجی محمد عابد صاحبؒ سے کہلا بھیجو یہیں آجائے گا چنانچہ حاجی صاحبؒ کے پاس کہلا بھیجا انہوں نے ایک تعویذ دے کر فرمایا کہ وہ الگنی ہی پر آجاوے گا چنانچہ دوپٹہ وہیں آ گیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایسا سنا ہے کوئی جن وغیرہ تابع تھا۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بچوں سے ہنسی مذاق بھی کرتے تھے

فرمایا کہ ایک مرتبہ بنو پہلوان نے جو دیوبند کا رہنے والا تھا باہر کے کسی پہلوان

کو پچھاڑ دیا تو مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو بڑی خوشی ہوئی اور فرمایا ہم بھی بنو کو اور اس کے کرتب کو دیکھیں گے حافظ انوار الحق کی بیٹھک میں اسے بلایا اور سب کرتب دیکھے۔ مولانا بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوبؒ سے جو اس وقت بالکل بچے تھے بڑی ہنسی کیا کرتے تھے کبھی ٹوپی اتارتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔

''دوکان معرفت'' میں ''اقطاب ثلاثہ'' کی کبھی چھینا جھپٹی بھی ہوتی تھی

فرمایا کہ جب حاجی صاحبؒ یہاں (یعنی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں) تشریف رکھتے تھے تو ایک کپھالی میں کچھ چنے اور کشمش ملی ہوئی رکھتے تھے صبح کے وقت مولانا شیخ محمدؒ اور حافظ محمد ضامن صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ ساتھ مل کر کھایا کرتے تھے اور آپس میں خوب چھینا جھپٹی ہوا کرتی تھی بھاگے بھاگے پھرتے تھے اس وقت مشائخ اس مسجد کو دکان معرفت کہتے تھے اور ان تینوں حضرات کو اقطاب ثلثہ۔ حضرت حاجی صاحب دہلی کے شہزادوں میں علماء میں بزرگ مشہور تھے مگر پیر بھائیوں سے چھینا جھپٹی کرتے تھے۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ کی خانقاہ میں آنے والوں سے کیا گفتگو ہوتی تھی؟

فرمایا کہ جب کوئی حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے پاس آتا تو فرماتے کہ دیکھ بھائی اگر تجھے کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو وہ (مولانا شیخ محمد کی طرف اشارہ کر کے) بیٹھے ہیں مولوی صاحب ان سے پوچھ لے اور اگر تجھے مرید ہونا ہے تو وہ (حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف اشارہ کر کے) بیٹھے ہیں حاجی صاحبؒ ان سے مرید ہو جا اور اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کی ظرافت

فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ سے اگر کوئی آ کر کہتا کہ حضرت میں نے اپنے لڑکے کو حفظ شروع کرا دیا ہے دعا فرما دیجئے تو فرماتے ارے بھائی کیوں جنم روگ لگایا یہ تنبیہ ہے اس پر کہ عمر بھر اس کی حفاظت واجب ہوگی اگر اس کی امید نہ ہو تو ناظرہ ہی پڑھا دو اور حفظ سے روکنا نہیں ہے مگر پیرایہ ظرافت کا ہے باعتبار مذاق مخاطب کر کے

کہ کہیں اخیر میں اس کو مصیبت نہ سمجھنے لگو۔

حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ کا ایک صاحب کشف بزرگ سے ان کے فاتحہ پڑھتے وقت مذاق

فرمایا کہ ایک صاحب کشف حضرت حافظ محمد ضامن صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے لگے بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں۔ جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ جاؤ فاتحہ کسی مردہ پر پڑھیو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو یہ کیا بات ہے جب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں۔

ہمارے اکابر حضرات خلوت عرفیہ پسند نہیں کرتے تھے

فرمایا کہ ہمارے حضرات خلوت عرفیہ پسند نہیں کرتے تھے اس سے شہرت ہوتی ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ نے بھی کبھی گوشہ نشینی اختیار نہیں کی البتہ مولانا رائپوریؒ پر بہ نسبت دوسرے حضرات کے قدرے اس کا غلبہ تھا (اور یہ اثر ان کے پہلے پیر کا تھا) باقی بقدر ضرورت خلوت' یہ سب حضرات کا معمول تھا چنانچہ مولانا گنگوہیؒ بھی تھوڑی سی دیر حجرہ بند کر کے اس میں بیٹھتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے مولانا گنگوہیؒ کو لکھا کہ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ سب سے علیحدہ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں۔ مولانا نے تحریر فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے ایسا کیا نہیں اس سے شہرت ہوتی ہے۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملتؒ پر ایک دفعہ زمانہ طالب علمی میں خوف کا بیحد غلبہ طاری ہوا

فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ پر طالب علمی کے زمانہ میں خوف کا بے حد غلبہ ہوا۔ میں حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی بات بتلا دیجئے جس سے اطمینان ہو جائے فرمایا ہائیں کفر کی درخواست کرتے ہو کیونکہ بالکل مامون ہو جانا کفر ہے۔

حضرت میاں جیؒ کے مزار پر انوار و برکات کا مشاہدہ

فرمایا کہ جھنجانہ میں ایک صاحب کشف آئے اور حضرت میانجیوؒ کے مزار پر

حاضر ہوئے بعد میں انہوں نے کہا کہ افسوس کس ظالم نے ان کو امام سید محمودؒ کے پاس دفن کر دیا یہ یہاں ادب کی وجہ سے اپنے انوار روکے ہوئے ہیں اگر کسی ویرانہ میں ہوتے تو دنیا ان کے انوار سے جگمگا جاتی اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان کی ہڈیاں نکال کر دوسری جگہ دفن کرتا پھر ان کے انوار و برکات کا مشاہدہ ہوتا۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کو ہدیہ دینے والوں کی تالیف قلوب کا واقعہ

فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ کے پاس کسی شخص نے دریدہ عبا بھیجا آپ نہ ہنسے نہ تحقیر کی بلکہ اس کو رفو کرا کر نماز جمعہ اسی سے پڑھی ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس ایک شخص نے ایک ٹوپی چھینٹ کی جس پر مشالباف کی گوٹ اور گوٹہ لگا ہوا تھا بھیجی آپ نے اس لانے والے کے سامنے فوراً اوڑھ لی کہ مہدی سن کر خوش ہوگا۔

حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کا اپنے پیر و مرشد سے تعلق محبت کا واقعہ

فرمایا کہ حافظ محمد ضامن صاحبؒ اپنے مرشد حضرت میاںجیوؒ کے ہمراہ ان کا جوتہ بغل میں لے کر اور توبرہ گردن میں ڈال کر جھنجانہ جاتے تھے اور ان کے صاحبزادہ کی سسرال بھی وہی تھی لوگوں نے عرض کیا کہ اس حالت سے جانا مناسب نہیں وہ لوگ حقیر سمجھ کر کہیں رشتہ نہ توڑ لیں حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ رشتہ ایسی تیسی میں جائے میں اپنی سعادت ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ بچپن میں شوخ مزاج اور تیز طبیعت تھے

فرمایا کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ بچپن میں بہت شوخ اور تیز طبیعت تھے شاہ عبدالعزیزؒ ہر چند چاہتے تھے کہ یہ وعظ میں آیا کریں مگر یہ بھاگتے تھے ایک روز لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے آئے۔ شاہ صاحب اس وقت بیت الخلاء میں تھے ان کو خبر نہ تھی انہوں نے لڑکوں سے کہا کہ میں وعظ کہتا ہوں سنو اور درخت کی سب سے اونچی ٹہنی پر چڑھ گئے اور شاہ صاحب کے وعظ کی بعینہٖ نقل کر دی بلکہ اور اپنی طرف سے نفیس افادات زیادہ کر دیئے شاہ صاحب جب اندر سے نکلے تو سب کود کود کر بھاگ گئے شاہ صاحبؒ نے فرمایا

کہ اب تم کو وعظ میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے بچپن کی شرارت کا واقعہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیزؒ کا وعظ ہو رہا تھا کہ مولانا اسماعیلؒ آئے اور سب کی جوتیاں لے کر سقایہ میں ڈال دیں بعد وعظ لوگوں کو تلاش ہوئی شاہ صاحب کو اطلاع کی شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ اسماعیل کی شرارت ہوگی کہیں سقایہ میں نہ ڈال دی ہوں لوگوں نے سقایہ کو جاکر دیکھا تو اس میں ابل رہی تھیں بچپن تھا اور بوجہ محبت کسی کو ناگواری بھی نہ تھی۔

حضرت ضامن شہیدؒ کی صحبت کی برکت سے ایک نوجوان کی اصلاح ہوگئی

فرمایا کہ ایک نوجوان حضرت ضامن صاحبؒ کی خدمت میں آنے لگا تھا حضرت کی برکت سے اس کی کچھ حالت بدلنے لگی اس کے باپ نے حافظ صاحبؒ سے شکایت کی کہ جب سے لڑکا آپ کے پاس آنے لگا بگڑ گیا حافظ صاحبؒ نے جوش میں فرمایا کہ ہم کو تو بگاڑنا ہی آتا ہے ہمیں بھی تو کسی نے بگاڑا ہی ہے ہم کسی کو بلاتے تھوڑا ہی ہیں جس کو سنورنا ہو تو وہ ہمارے پاس نہ آوے ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے۔

عاشق احسانی اور عاشق ذات وصفت میں کیا فرق ہے؟

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی ہم لوگ عاشق احسانی ہیں عاشق ذات وصفات نہیں جب تک احسان رہے محبت ہے اور جہاں ذرا توقف ہوا بس شکایت ہونے لگی اسی پر یہ تفریع فرمائی کہ اگر کسی کے پاس کچھ روپیہ پیسہ حلال کا ہو اس کو احتیاط سے صرف کرے تاکہ ناداری سے پریشانی نہ ہو اسی طرح جس کے پاس حج کے لئے کافی خرچ نہ ہو اور سفر کے مشاق پر صبر نہ کرسکے اس کو حج کے لئے سفر کرنا مناسب نہیں۔

جنت میں راحت ولذت کسے نصیب ہوگی

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے عرض کیا کہ

حدیث میں جو آیا ہے کہ قیامت کے دن جب جنت نہ بھرنے کی شکایت کرے گی اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کرے گا اور اسے بلا عمل جنت میں داخل کرے گا تو یہ لوگ تو بڑے مزے میں ہوں گے فرمایا انہیں کیا خاک مزہ ہوگا وہ راحت کا لطف کیا اٹھائیں گے جو راحت بعد کلفت کے حاصل ہو اس میں لذت ہوتی ہے۔ جنت میں آرام وچین ہم کو ہوگا جو مختلف شدائد وآلام مصائب ونوائب جھیلے ہوئے ہیں ۔

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست
حال شیرانے کہ شمشیر بلا برسر خورند

(جامع)

حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کی حددرجہ تواضع اور بے نفسی کا واقعہ

فرمایا کہ ایک نائب تحصیلدار جن کا دورہ تھانہ بھون وجلال آباد کا تھا وہ حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کے پاس ملنے آئے مولانا اس وقت موجود نہ تھے سفر میں تھے وہ ایک پرچہ پر ایک طالب علم کو یہ شعر لکھ کر پیش کرنے کے لئے دے گئے ۔

چو غریب مستمندے بہ درت رسیدہ باشد
چہ قدر طپیدہ باشد چوترا ندیدہ باشد

مولانا جب سفر سے واپس آئے تو اس طالب علم نے وہ پرچہ پیش کیا (ظالم نے موقع بھی تو نہ دیکھا) بس مولانا دیکھتے ہی سیدھے جلال آباد پہنچے وہاں دیکھا تو وہ صاحب اپنے ہم عمروں میں ہنسی مذاق میں مشغول ہیں مولانا دیر تک باہر کھڑے رہے پھر کسی کے ذریعہ اطلاع کرائی سنتے ہی سب سہم گئے اور حضرت کو اندر لے گئے فرمایا تمہارا پیام دیکھ کر ملنے آ گیا وہ بڑے شرمندہ ہوئے پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر حضرت نے اجازت چاہی لوگوں نے اصرار کیا فرمایا کہ سفر سے سیدھا یہیں چلا آیا ہوں گھر جانے کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا بہت متواضع بے نفس تھے پرچہ دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ بے چارے کو بڑی تکلیف ہوئی ہوگی بڑی حسرت رہے گی حالانکہ وہ محض شاعری تھی۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کی مسجد جانے کی حکایت

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا فتح محمد صاحبؒ ہماری مسجد کو تشریف لا رہے تھے مسجد

کے سامنے بارش کا پانی بہت بھرا ہوا تھا آپ پانی کے کنارے کھڑے سوچ رہے تھے کہ کیسے اتروں قاری عبداللطیف صاحب پانی پتی جو اس وقت یہاں مدرس تھے وہاں موجود تھے انہوں نے جھٹ گود میں بھر کر پار لا کھڑا کیا اور مولانا بہت ہی منحنی آدمی تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی ایک مشہور شعر کی تشریح

فرمایا کہ ایک مشہور شعر ہے ؎

اہل دنیا کافران مطلق اند

روز وشب ورزق زق وردیق بق اند

ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اس شعر کی شرح یوں فرماتے تھے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مولانا نے اہل دنیا کو کافر کہا ہے بلکہ کافران مطلق کو اہل دنیا کہا ہے یعنی پورے اہل دنیا وہ ہی ہیں جو کافر ہیں حاصل یہ کہ اہل دنیا مبتدا اور کافران مطلق خبر نہیں بلکہ اس کا عکس ہے۔

حضرت میاں جیؒ سے حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کی بیعت کا واقعہ

فرمایا کہ حافظ محمد ضامنؒ کی درخواست پر حضرت میانجیوؒ نے بیعت سے اول انکار کر دیا تھا مگر یہ برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اصرار مطلق نہیں کیا جب تقریباً دو تین مہینہ آتے جاتے گزر گئے تو ایک دن حضرت میانجیوؒ نے حافظ صاحبؒ سے پوچھا کہ کیا اب بھی وہ ہی خیال ہے حافظ صاحبؒ نے عرض کیا کہ میں تو اسی خیال سے حاضر ہوتا ہوں مگر خلاف ادب ہونے کے سبب اصرار بھی نہیں کرتا اس پر حضرتؒ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھ آؤ پھر حضرت نے سلسلہ میں داخل فرمالیا۔

مولود کے بارہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا مقولہ

فرمایا کہ سیوہارہ میں ایک جماعت نے جن میں مسئلہ مولد میں نزاع ہو رہا تھا مولانا محمد قاسم صاحبؒ سے کہ اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے مولود کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ بھائی نہ تو اتنا برا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں اور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں یہ حکایت مولوی محمد یحیٰ سیوہارویؒ سے سنی ہے۔

مکہ معظّمہ میں ایک مولود شریف میں شرکت پر حضرت مولانا گنگوہیؒ کے انکار سے حضرت حاجی صاحبؒ نے خوشی کا اظہار فرمایا

فرمایا کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے تم چلتے ہو مولانا نے صاف انکار کر دیا کہ نہیں حضرت میں تو نہیں جا سکتا میں تو ہندوستان میں اس کو منع کرتا ہوں حضرت نے فرمایا جزاک اللہ میں اتنا تمہارے جانے سے خوش نہ ہوتا جتنا نہ جانے سے خوش ہوا۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ جو بات حضرت حاجی صاحبؒ میں تھی وہ کسی میں نہ تھی

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ حضرت حافظ محمد ضامنؒ کی بہت تعریف فرما رہے تھے بعد میں فرمایا مگر جو بات اس شخص میں (یعنی حضرت حاجی صاحب قدس سرہ) میں تھی وہ کسی میں نہ تھی حالانکہ گفتگو سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت حافظؒ کو ترجیح دے رہے ہیں یہ مقولہ خود حضرت مولانا گنگوہیؒ سے سنا ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ بعض اوقات تمام رات ایک شعر کو پڑھ کر روتے ہوئے گزار دیتے تھے

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ بعض اوقات تمام تمام رات اس ایک شعر کو پڑھ پڑھ کر روتے روتے گزار دیتے تھے۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم ہم سرِ من پیدا مکن

یہ حافظ عبدالقادر سے سنا ہے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے کہا کہ ذکر میں رونا نہیں آتا

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ مجھے رونا نہیں آتا حالانکہ اور ذاکرین پر کثرت سے گریہ طاری ہوتا ہے حضرت نے فرمایا ہاں جی اختیاری بات نہیں کبھی آنے بھی لگتا ہے پھر تو یہ حال ہوا کہ جب مولانا ذکر کرنے بیٹھتے

تاب نہ ہوتی پسلیاں ٹوٹنے لگتیں پھر حضرت سے عرض کیا کہ حضرت پسلیاں ٹوٹی جاتی ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہاں یہ بھی ایک عارضی حالت ہے جاتی بھی رہتی ہے بس پھر گر یہ یکدم موقوف ہوگیا پھر حضرت سے شکایت کی حضرت نے فرمایا کہ پسلیاں ٹوٹ جائیں گی روکر کیا کرو گے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں زیادہ اہتمام اصلاح قلب کا تھا

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ اگر ایک لطیفہ بھی منور ہوجائے تو اس کے ذریعہ سے سب منور ہوجاتے ہیں حضرت کے یہاں زیادہ اہتمام قلب کا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسدالجسد کله الاوھی القلب۔

حضرت حکیم الامت مجددملتؒ نے سلوک کی چند باتیں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے دریافت کی تھیں

فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ سے میں نے تین چار ہی باتیں سلوک کے متعلق پوچھی ہیں بفضلہ تعالیٰ زیادہ کی حاجت نہیں ہوئی اسی کی برکت سے بہت کچھ حل ہوگئیں۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ نے ایک مشہور عالم کے اعتراض کا مسکت جواب دیا

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی مراد آباد کے جلسہ میں تشریف لے گئے لوگوں نے وعظ کے لئے اصرار کیا مولانا نے عذر فرمایا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگوں نے نہیں مانا آخر مولانا کھڑے ہوئے اور حدیث فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے تو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں بس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوگئی یعنی آپ کی شہادت۔ پھر حضرت مولانا نے

ان بزرگ سے بطرز استفادہ پوچھا کہ غلطی کیا تھی تاکہ آئندہ بچوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اشد کا ترجمہ اثقل کا نہیں آتا بلکہ اضر کا آتا ہے مولانا نے فی الفور فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے یا تینی مثل صلصلة الجرس وھو اشد علی کیا یہاں بھی اضر کے معنی ہیں وہ دم بخود رہ گئے۔

حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ کا اپنے ایک وعظ کو دوران آمد مضامین عالیہ دفعۃً قطع کردینے کا واقعہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا دیوبندیؒ کو میں نے جلسہ دستار بندی مدرسہ جامع العلوم کانپور بلوایا آپ تشریف لے گئے میں نے وعظ کے واسطے عرض کیا فرمایا کہ میرے بیان سے لوگ خوش نہ ہوں گے اور اس سے میرا تو کچھ نہیں جائے گا تمہاری ہی اہانت ہوگی کہ ان کے استاد ایسے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت اس سے تو ہمارا فخر ہوگا کہ ان کے استاد ایسے ہیں۔ فرمایا ہاں اس طرح فخر ہوگا کہ لوگ کہیں گے یہ (حضرت مرشدی مدظلہم) استاد سے بھی بڑھ گئے غرضیکہ بڑی دقت کے بعد منظور فرمایا مولانا کا علم اور علماء کا مجمع خوب طبیعت کھلی ہوئی تھی مضامین عالیہ ہورہے تھے کہ اتنے میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڈھی تشریف لے آئے ان کو دیکھتے ہی مولانا یکدم بیٹھ گئے مولوی فخر الحسن صاحب نے دوسرے وقت عرض کیا کہ وعظ کیوں بند کردیا تھا؟ فرمایا کہ اس وقت مجھ کو خیال ہوا کہ اب وقت ہے مضامین کا یہ بھی دیکھیں گے کہ علم کیا چیز ہے تو اس طرح سے وعظ میں خلوص نہ رہا اس لئے قطع کردیا۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملتؒ کی حد درجہ تواضع وقناعت

فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کا قلب بڑا نورانی تھا میں ان کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہوجائیں (جامع کہتا ہے اللہ اکبر کیا ٹھکانا اس تواضع اور انکساری کا) حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

نیک لوگوں کا تو ایسا حال ہے
اور تیرا یہ خبیث اب قال ہے

میرا ثانی کوئی دنیا میں نہیں
عالم وزاہد ولی پاک دین

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے انتہائی ذکی الحس ہونے کا واقعہ

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ اس قدر ذکی الحس تھے کہ ایک مرتبہ جب آپ مسجد میں عشاء کی نماز کو تشریف لائے تو فرمایا کہ آج کسی نے مسجد میں دیا سلائی جلائی ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک صاحب نے مغرب کے بعد جلائی تھی جس کا اثر مولانا کو عشاء کے وقت محسوس ہوا اور آپ کے یہاں عشاء کی نماز قریب ثلث شب کے وقت ہوتی تھی۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاں کسی کی شکایت نہیں سنی جاتی تھی

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں کسی کی شکایت نہیں سنی جاتی تھی اور نہ کسی سے بدگمان ہوتے تھے اگر کوئی کہنے لگا کہ اور حضرت بوجہ حلم منع بھی نہ کرتے مگر جب وہ کہہ لیتا تو فرماتے کہ وہ شخص ایسا نہیں ہے (یعنی تم جھوٹے ہو جامع)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے نواب رامپور سے ملاقات سے انکار کردیا

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسمؒ ریاست رام پور تشریف لے گئے نواب کلب علی خان مرحوم نے مولانا کو اپنے پاس بلانا چاہا تو مولانا نے یہ حیلہ کیا کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں آداب شاہی سے واقف نہیں اس پر نواب صاحب کا جواب آیا کہ آپ کو آداب سب معاف ہیں آپ ضرور کرم فرمایئے ہم لوگوں کو سخت اشتیاق ہے اس پر مولانا نے جواب دیا کہ تعجب کی بات ہے کہ اشتیاق تو آپ کو ہو اور ملنے میں آؤں غرضیکہ تشریف نہیں لے گئے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک دفعہ اپنے شاگرد طلباء کی جوتیاں اٹھائیں

فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک مرتبہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی سب طلباء کتابیں لے کر اندر کو بھاگے مگر مولانا سب طلباء کی جوتیاں جمع کررہے تھے کہ اٹھا کر لے چلیں لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ سے کسی نے عمل تسخیر کے بارہ میں دریافت کیا

فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ سے مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے یا ان کی موجودگی میں

کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ تسخیر کا عمل جانتے ہیں فرمایا ہاں جب ہی تو میرے یہاں مولانا عبدالرحیم صاحب جیسے لوگ آتے ہیں۔

اضافہ از احقر محمد نبیہ تاندوی غفرلہ ولوالدیہ جامع رسالہ ہذا

دہلی کے ایک مجذوب کی بددعا

احقر جامع نے ثقہ سے سنا ہے کہ ایک تھانہ بھون کے رہنے والے دہلی میں کسی مجذوب کے پاس دعا کے واسطے حاضر ہوئے تو اس نے کہا کہ......... تھانہ بھون ابھی تک غرق نہیں ہوا اس نے عرض کیا کہ حضرت میں تو دعا کے واسطے حاضر ہوا ہوں اور آپ بددعا فرما رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تھانہ بھون اب تک ضرور غرق ہوجاتا مگر وہاں دو شخص ہیں ایک مردہ ایک زندہ ایک تو شاہ ولایت صاحب وہاں لیٹے ہوئے ہیں (ان بزرگ کا تھانہ بھون میں مزار ہے) اور ایک مولانا اشرف علی صاحب۔ ان دونوں کی برکت سے تھما ہوا ہے ورنہ ضرور غرق ہوجاتا۔

حضرت حکیم الامت ؒ کے بارہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے

احقر جامع نے ثقہ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت سیدی وسندی شیخی ومرشدی حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحبؒ کی نسبت یہ فرمایا کہ بھائی ہم نے تو حاجی صاحبؒ کا کچا پھل کھایا ہے (کیونکہ حضرت گنگوہیؒ سب سے اول خلیفہ ہیں) اور انہوں نے پکا پھل کھایا ہے (کیونکہ بڑھاپے میں کمال روحانی بڑھتا ہے جامع) محشی کہتا ہے کہ یہ تواضع ہے اس کو تفاضل پر محمول نہ کیا جائے حالات کے تفاضل سے ملابسین حالات کا تفاضل لازم نہیں آتا کیونکہ حالت فاضلہ کے ملابس کی استعداد کا فاضل ہونا لازم نہیں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی شکایت سننے سے انکار کردیا

احقر جامع نے استادی مولانا مولوی محمد قدرت اللہ صاحب مدظلہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ کچھ

لوگ تھانہ بھون کے حضرت مولانا کے پاس آئے اور آ کر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی شکایت کرنے لگے کہ ایسا کرتے ہیں ایسا کرتے ہیں اور ابھی نام ظاہر نہ کیا تھا کہ مولانا گنگوہی نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی شکایت ہے انہوں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب کی حضرت نے فرمایا کہ میں سننا نہیں چاہتا وہ جو کام کرتے ہیں حق سمجھ کر کرتے ہیں نفسانیت سے نہیں کرتے بشریت سے غلطی دوسری شے ہے پھر وہ سب صاحب اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مزار پر ایک درویش نے چیخ ماری اور شدت سے گریہ طاری ہوگیا

احقر جامع نے مکرمی مولانا مولوی احمد شاہ حسن پوری مدظلہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے مکرمی حکیم مولوی محمد یوسف صاحب گنگوہیؒ نے بیان کیا کہ پیران کلیر میں میں نے ایک درویش صاحب کا یہ طرز دیکھا کہ وہ کسی بزرگ کے مزار کے اندر نہیں جایا کرتے تھے بلکہ مزار کے قریب دروازہ سے باہر کھڑے ہوکر کچھ دیر رویا کرتے تھے یہ درویش حکیم محمد یوسف صاحب سے ملنے گنگوہ آئے حکیم صاحب موصوف کا بیان ہے کہ ہم ان کو ظہر کے وقت مسجد خانقاہ قطب عالم شیخ عبدالقدوس قدس اللہ سرہ العزیز میں لے گئے وہ درویش بعد نماز ظہر حسب عادت مزار شیخؒ کے دروازہ کے قریب کھڑے ہوکر کچھ دیر تک رو کر واپس آئے۔ حکیم صاحب موصوف کا بیان ہے ہم کو یہ خیال آیا کہ ان کو حضرت اقدس محبوب الٰہی مولانا رشید احمد صاحبؒ کے مزار پر لے چلیں اور ظاہر نہ کریں کہ مولانا کے مزار پر لئے جاتے ہیں حکیم صاحب نے ان درویش سے یہ فرمایا کہ جنگل کی طرف تشریف لے چلئے درویش صاحب نے فرمایا بہت بہتر حکیم صاحب موصوف کو گنگوہ سے غرب کی جانب جنگل کو لے چلے اور راستہ سے شمال کی جانب جو ایک مسجد حضرت اقدس مولانا گنگوہی کے مزار کے قریب بنی ہوئی ہے اس طرف کو چلے فرش مسجد کے شمالی کنارہ پر جس وقت یہ درویش پہنچے نہایت زور سے ان درویش نے چیخ ماری اور کھڑے ہوکر شدت سے روتے رہے۔ اس میں عصر کا وقت آ گیا اور حکیم صاحب نے عصر کی اذان

پڑھی اذان کے بعد بھی وہ درویش کھڑے ہوکر روتے رہے جب حکیم صاحب نماز کے واسطے کھڑے ہوئے تب وہ درویش تکبیر کے وقت نماز میں شریک ہوئے نماز کے بعد جب درویش صاحب واپس ہوئے تو حکیم صاحب سے فرمایا کہ ایسا نہیں کیا کرتے ہیں۔ جیسا آپ نے میرے ساتھ کیا بعض وقت ایسے موقع پر جان نکل جاتی ہے انسان کو جب کسی بزرگ کے مزار کی خبر ہوجاتی ہے تو کچھ سنبھل کر جاتا ہے یہ حضرت مولانا کا مزار ہے حضرت ممدوح نے شریعت کے پردہ میں اپنی نسبت عالیہ کا اخفا فرمایا تھا۔

حضرت مولانا نانوتویؒ کے ایک بدعتی درویش کی مہمان نوازی پر نکیر

احقر جامع نے ثقہ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ کے یہاں ایک بدعتی درویش مگر صاحب حال مہمان ہوئے تو آپ نے اس کا بڑا اکرام کیا اس کی خبر ایک شخص نے مولانا گنگوہیؒ کو کی تو مولانا نے فرمایا برا کیا اس شخص نے یہ مقولہ مولانا نانوتویؒ سے جاکر کہا تو مولانا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کفار مہمانوں کا اکرام کیا ہے اس شخص نے اس جواب کو پھر مولانا گنگوہیؒ سے آکر نقل کیا تو مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ کافر کے اکرام میں مفسدہ نہیں ہے بدعتی کے اکرام میں مفسدہ ہے اس نے پھر اس جواب کو مولانا نانوتویؒ سے جاکر کہا تو مولانا نانوتویؒ نے اس کو ڈانٹ دیا کہ یہ کیا واہیات ہے ادھر کی ادھر ادھر کی ادھر لگاتے پھرتے ہو جاؤ بیٹھو اپنا کام کرو۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ نانوتوی کے بچپن اور جوانی کے دو خواب

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ میں مرگیا ہوں اور لوگ مجھے دفن کرآئے ہیں تب قبر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کچھ نگین سامنے رکھے اور یہ کہا کہ یہ تمہارے اعمال ہیں اس میں ایک نگین بہت خوشنما اور کلاں ہے اس کو فرمایا کہ یہ عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ ایسے ہی مولانا نے ایک خواب ایام طالب علمی میں دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ میں سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہورہی ہیں اس خواب کی مولانا مملوک علی صاحبؒ نے یہ تعبیر دی تھی کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا نانوتویؒ کے والد کی حضرت حاجی صاحبؒ سے شکایت

ایک مرتبہ مولانا نانوتویؒ کے والد ماجد نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے تو یہ ہی ایک بیٹا تھا اور مجھے کیا کچھ امیدیں تھیں کچھ کماتا تو افلاس دور ہوجاتا تم نے اسے خدا جانے کیا کردیا نہ کچھ کماتا ہے نہ نوکری کرتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ اس وقت تو ہنس کر چپ ہورہے پھر کہلا بھیجا کہ یہ شخص ایسا ہونے والا ہے کہ بڑے بڑے اس کی خادمی کریں گے اور ایسی شہرت ہوگی کہ اس کا نام ہر طرف پکارا جائے گا اور تم تنگی کی شکایت کرتے ہو خدا تعالیٰ بے نوکری ہی اتنا دے گا کہ ان سو سو پچاس پچاس روپیہ کے نوکروں سے اچھا رہے گا۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتویؒ کی ایام روپوشی کا واقعہ

ایک مرتبہ مولانا محمد قاسمؒ ایام روپوشی کے زمانہ میں دیوبند تھے زنانہ مکان کے کوٹھے پر مردوں میں سے کوئی تھا نہیں زینہ میں آکر فرمایا پردہ کرلو میں جاتا ہوں عورتوں سے رک نہ سکے باہر چلے گئے بعضے مرد بازار میں تھے ان کو اطلاع کی وہ اتنے میں مکان پہنچے تو دوڑ سرکاری آدمیوں کی پہنچ گئی۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا کوچہ چیلان دہلی کا قیام

مولانا محمد یعقوبؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مکان مملوک میں جو چیلوں کے کوچہ میں تھا جارہا تھا مولوی صاحب یعنی مولانا محمد قاسم صاحبؒ بھی میرے پاس آرہے کوٹھے پر ایک چھلنگا پڑا ہوا تھا اس پر پڑے رہتے تھے روٹی کبھی پکوا لیتے تھے اور کئی کئی وقت تک اسے ہی کھا لیتے تھے۔ میرے پاس آدمی روٹی پکانے والا نوکر تھا اس کو یہ کہہ رکھا تھا کہ جب مولوی صاحب کھانا کھاویں سالن دیدیا کرو مگر بدقت کبھی اس کے اصرار پر لے لیتے تھے ورنہ وہ ہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑے رہتے تھے (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے کمالات کا کسی کو علم نہیں

مولانا محمد قاسمؒ فرماتے تھے کہ اس علم نے خراب کیا ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا (اس کے بعد مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں) میں

کہتا ہوں اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا ان میں سے ظاہر ہوئے آخر سب ہی کو خاک میں ملا دیا اپنا کہنا کر دکھایا انتہی بقول مولانا محمد یعقوبؒ۔

کلمہ طیبہ کی برکت سے عذاب قبر رفع ہو جانے کا قصہ

مولوی محمد قاسمؒ (یہ مولانا نانوتوی نہیں) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت کی سہ دری میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا میں نے اس کو اٹھا کر کنوئیں میں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی بیان کیا آپ نے فرمایا کہ کنوئیں کا پانی تو کڑوا نہیں ہے میٹھا ہے میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو نماز ظہر کے بعد حضرت نے سب نمازیوں سے فرمایا کہ کلمہ طیب جس قدر جس سے ہو سکے پڑھو اور حضرت نے بھی پڑھنا شروع کیا بعد میں حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لئے اس کے بعد بدھنا اٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا اس وقت مسجد میں بھی جتنے نمازی تھے سب نے چکھا تو کسی قسم کی تلخی نہ تھی بعد میں حضرت نے فرمایا کہ اس بدھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا الحمدللہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا۔

(از تحریرات بعض ثقات)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مرض الموت کے وقت نبی کریم ﷺ کی تسلی

حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ولی اللہؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغر سنی کا تردد تھا۔ اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تشریف لائے اور فرماتے ہیں کہ (تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسی تیری اولاد ویسی ہی میری) پھر آپ کو اطمینان ہو گیا مولانا نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی اولاد عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہنچی جیسے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے ظاہر ہے۔

(از تحریرات بعض ثقات)

نفس سے جس قدر دوری ہے اسی قدر قرب حق حاصل ہے

مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے استاد مولانا شاہ عبدالغنیؒ فرماتے

تھے کہ جس قدر نفس سے دوری ہے اسی قدر قرب حق تعالیٰ حاصل ہے۔

(از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا مزاج

ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ کے پاس حدیث کے درس میں اہل جنت کا ذکر آیا کہ مرد سبزہ آغاز بے ریش ہوں گے تو ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت مرد کے چہرہ کی زیبائش تو داڑھی سے ہے یہ سن جنتیوں کے لئے کیوں تجویز ہوا بے ساختہ آپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ ان کا مزہ ان سے پوچھو جو داڑھی منڈاتے ہیں۔

(از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی گلاب سے محبت کا سبب

ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا محمد قاسمؒ کو گلاب سے زیادہ محبت تھی جانتے بھی ہو کیوں تھی۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہے فرمایا ہاں اگر چہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے انتہائی متبع سنت ہونے کا واقعہ

مولانا گنگوہیؒ چونکہ بہت متبع سنت تھے ایک مرتبہ لوگوں نے کہا مسجد سے بایاں پاؤں نکالنا اور جوتا سیدھے پاؤں میں پہننا سنت ہے دیکھیں حضرت ان دونوں سنتوں کو کیسے جمع فرماتے ہیں لوگوں نے اس کا اندازہ کیا جب مولانا مسجد سے نکلنے لگے تو آپ نے پہلے بایاں پاؤں نکال کر کھڑاؤں پر رکھا جب سیدھا پاؤں نکالا تو کھڑاؤں کی کھنٹی انگوٹھے میں ڈالی اس کے بعد بائیں پاؤں میں کھڑاؤں پہنی سبحان اللہ کیسا دونوں سنتوں کو یکجا جمع فرمایا ہے۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ کا کونسا شعر پسند تھا

مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ ہمیں تو حاجی صاحبؒ کے درد نامہ میں ایک شعر پسند آیا ؎

مرا ایک کھیل خلقت نے بنایا
تماشہ کو بھی تو میرے نہ آیا

(از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا نانوتویؒ کا ایک طالب بیعت کی درخواست کا جواب نہ دینے پر حضرت گنگوہیؒ کا مزاج

مولوی محمد نظر خان نے ایک پرچہ مولانا نانوتویؒ کو بغرض بیعت لکھ کر دیا مولانا نے اس کو پڑھ کر جیب میں رکھ لیا اتفاق سے مولانا گنگوہیؒ نانوتہ تشریف لائے۔ مولوی محمد نظر خان خبر پا کر نانوتہ آئے اور وہ ہی مضمون لکھ کر مولانا گنگوہیؒ کو پیش کیا اور اس میں یہ بھی لکھا کہ اس مضمون کو میں نے مولانا نانوتویؒ کو بھی لکھا مگر کچھ جواب نہ دیا جس وقت یہ تحریر دی ہے تو مولانا اس وقت ظہر کا وضو کر رہے تھے پاس ہی مولانا نانوتویؒ بھی وضو بنانے آ بیٹھے۔ اتفاق سے مولوی محمد نظر خان سامنے ہی کھڑے تھے مولانا گنگوہیؒ نے مولانا نانوتویؒ کی طرف تبسم فرما کر مولوی نظر محمد خان سے فرمایا کہ ''ایسے گونگے پیر کو خط کیوں دیا تھا جنہوں نے جواب بھی نہ دیا'' مولانا نانوتیؒ بھی ہنسے اور فرمایا کہ لو اب بولتے پیر کے پاس آ گیا اب جواب مل جائے گا۔ (از تحریرات بعض ثقات)

علماء دین کی توہین اور طعن و تشنیع کرنے سے قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے

مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ جو لوگ علماء دین کی توہین اور ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے اور یوں بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے پاؤں کی گرد اپنے رومال سے جھاڑی

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ گنگوہ تشریف لائے مغرب کی جماعت کھڑی ہوگئی تھی اور غالباً مولانا گنگوہیؒ امامت کے لئے مصلے پر پہنچ گئے تھے مولانا محمد یعقوب کو دیکھ کر مولانا پیچھے تشریف لے آئے اور ان کو امام بنایا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ چونکہ سفر سے آ رہے تھے پاؤں پر کچھ گرد تھی مولانا گنگوہیؒ نے رومال لے کر آپ

کے پاؤں جھاڑنا شروع کئے اور آپ تسبیح پڑھتے رہے ذرا جنبش نہ فرمائی۔

(از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی دعا کا اثر

مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست ریاست گوالیار ایک بار پریشانی میں مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین ہزار روپیہ کا مطالبہ ہوا ان کے بھائی یہ خبر پاکر حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادؒ کی خدمت میں گئے حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا انہوں نے عرض کیا دیو بند مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا کہ گنگوہ حضرت مولانا کی خدمت میں قریب تر کیوں نہ گئے اتنا دراز سفر کیوں اختیار کیا انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہاں مجھے عقیدت کھینچ لائی ہے مولانا نے ارشاد فرمایا کہ تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکل کشائی حضرت مولانا رشید احمد ہی کی دعا پر موقوف ہے اور تمام زمین کے اولیاء بھی اگر دعا کریں گے تو نفع نہ ہوگا چنانچہ واپس ہوئے اور بوسیلہ حکیم ضیاء الدین صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے حکیم صاحب نے سفارش کی تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی قصور نہیں کیا یہ صاحب مدرسہ دیو بند کے مخالف ہیں جو اللہ کا ہے۔

قصور وار اللہ کے ہیں اللہ سے توبہ کریں بندہ بھی دعا کرے گا۔ چنانچہ ادھر انہوں نے توبہ کی ادھر مطالبہ سے برات کا کمشنر صاحب کے پاس حکم آ گیا۔

(از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا اپنے ایک خادم پر توجہ دینے کی برکت

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے کسی خادم کی گنگوہ میں کسی عورت سے آنکھ لگ گئی اور ملنے کا وقت اور جگہ بھی مقرر ہوگیا یہ صاحب حضرت مولانا کی چار پائی صحن میں بچھا کر اور سب کام سے فراغت پاکر حسب وعدہ اس مقام کی طرف چلے ان کے خانقاہ سے نکلتے ہی آسمان سے ایک بدلی اٹھی (حالانکہ اس سے پہلے آسمان بالکل صاف تھا) جب یہ اس مقام پر پہنچے تو عورت حسب وعدہ اس مقام پر ان کا انتظار کر رہی تھی ابھی آپس میں کچھ گفتگو بھی نہ ہوئی تھی کہ بجلی اس زور سے کڑکی کہ یہ دونوں گھبرا گئے ادھر تو ان کو یہ خیال

ہوا کہ مولانا کی چارپائی صحن میں پڑی ہوئی ہے اگر اٹھ آئے اور مجھے نہ پایا تو کیا کہیں گے ادھر اس عورت کو خیال ہوا کہ اگر گھر والے اٹھ آئے اور مجھے نہ پایا تو کیا کہیں گے بس دونوں یہ سوچ کر اپنے اپنے مقام کی طرف بھاگے انہوں نے یہاں آکر دیکھا تو مولانا چارپائی پر پاؤں لٹکائے ہوئے مراقب بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کوئی شیخ کسی مرید کو توجہ دیتا ہے (ان کے آنے تک آسمان پر ابر اور بجلی کا پتہ بھی نہیں رہا) یہ چپکے سے آکر لیٹ گئے ان کے آکر لیٹنے کے بعد مولانا بھی چارپائی پر بدستور سابق استراحت فرمانے لگے صبح کے وقت جب مجلس ہوئی تو مولانا نے نفس کو قابو میں رکھنے کے فضائل بیان فرمائے جس سے یہ بالکل تائب ہو گئے اور پھر بہت اچھی حالت ہو گئی۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے بارہ میں سائیں توکل شاہ صاحبؒ کا کشف

ایک مرتبہ حضرت سائیں توکل شاہصاحب کے پاس چند آدمی حضرت مولانا گنگوہیؒ کی شان میں کچھ سوء ادبی کے کلمات کہہ رہے تھے حضرت شاہ صاحب نے کچھ دیر مراقب ہو کر گردن اٹھائی اور ان لوگوں سے فرمایا کہ لوگو تم کس کی برائی کر رہے ہو۔ میں تو مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش پر چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی شان استغنا کا واقعہ

ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ جاڑے کے موسم میں گاڑھے کی میلی دوہر اوڑھے بیٹھے تھے اور آپ کے دائیں بائیں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اور حکیم ضیاء الدین صاحب بیٹھے تھے ایک صاحب آئے تو انہوں نے دائیں بائیں دونوں حضرات سے مصافحہ کیا مگر حضرت گنگوہیؒ کو عامی آدمی سمجھ کر باوجود بیچ میں بیٹھا ہونے کے چھوڑ دیا اس پر مولانا محمد یعقوبؒ مسکرائے حضرت نے مطلب سمجھ کر فرمایا کہ الحمدللہ مجھے اس کی تمنا نہیں ہے کہ لوگ مصافحہ کریں۔ (از تحریرات بعض ثقات)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا حضرت مولوی یحییٰؒ سے گہرا تعلق تھا

ایک مرتبہ مولوی یحییٰ صاحبؒ کو کسی کام میں زیادہ دیر لگ گئی تو حضرت مولانا گنگوہیؒ نے کئی بار پکارا کہ خدا جانے کہاں بیٹھ گئے (کیونکہ اگر مولوی یحییٰ ذرا دیر کو بھی

مولانا سے الگ ہوتے تو بار بار یاد فرماتے تھے) جب مولوی یحییٰ صاحب آئے تو مولانا نے فرمایا ۔

مت آئیو او وعدہ فراموش تو اب بھی
جس طرح کٹا روز گذر جائے گی شب بھی

(از تحریرات بعض ثقات)

ضروری گزارش

رسالہ ملفوظات جدید کے ہر سہ حصص صاف کرنے کے بعد احقر پر کچھ ایسی کیفیت انبساط طاری ہوئی جس سے اشعار مندرجہ ذیل بے ساختہ زبان پر آگئے جو ضیافت طبع کے لئے ہدیہ ناظرین ہیں فقط طالب دعا احقر محمد نبیہ واصل تاندوی غفرلہ ولوالدیہ۔

حضرت مولانا محمد نبیہ واصل ٹانڈوی جامع ملفوظات جدیدہ کے اشعار

وھو ھذا

اے مرشد طریقت اے واقف حقیقت
اے ماہر شریعت اے ہادی طریقت
ہاں لیجئے خبر اب میری حکیم امت
امراض قلب میرے ہیں باعث ہلاکت
مولائی مقتدائی مثوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی
راس المفسریں ہو تاج المحدثیں ہو
سرتاج اولیاء ہو شیخ المشائخیں ہو
سالار متقیں ہو ہادی عارفیں ہو
تم فخر عابدیں ہو سردار سالکیں ہو
مولائی مقتدائی مثوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی
از درد ہجر وفرقت بسیار بے قرارم
صد چاک سینہ دارم ہم زار زار چشم
کام وزباں بسوز داز سوزش در ونم
اکنوں چہ چارہ سازم برلب رسید جانم
مولائی مقتدائی مثوائی منتہائی

انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی
اس نفس بد کے ہاتھوں مجبور ہورہا ہوں
ہستی کے مٹنے کو در پر تیرے پڑا ہوں
سب فضل ایزدی ہے جو کچھ کہہ کررہا ہوں
ہاں اک نظر ادھر بھی میں قابل دعا ہوں
مولائی مقتدائی مثوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی
مٹنے کو ہوں میں آیا مجھ کو مٹا ہی دیجئے
اک شعلہ محبت دل میں لگا ہی دیجئے
ہستی کے مری پرزے شاہا اڑا ہی دیجئے
اب تو مٹا ہی دیجئے اب تو مٹا ہی دیجئے
مولائی مقتدائی مثوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی
تیرا جمال ایسا نظروں میں کچھ سمایا
گو لاکھ ہم نے دیکھا تجھ سا نہ کوئی پایا
اس واسطے ہی ہم نے اس در پہ سر جھکایا
عالم کو چھوڑ کرکے تم سے ہی دل لگایا
مولائی مقتدائی مثوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی
تھانہ بھون میں در پر اپنے مجھے بلالو
حرماں نصیب ہوں میں مجھ کو گلے لگالو
میں دور ہو چلا ہوں حق سے مجھے سنبھالو
شیطاں کے مکرو فن سے شاہا مجھے بچالو

مولائی مقتدائی مئوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی
اک ایسا جام وحدت واصل کو تو پلا دے
جو ماسوائے رب ہے سب قلب سے مٹا دے
پردے دوئی کے دل پر جتنے ہیں سب اٹھا دے
مولا کی لو لگا دے مولا کی لو لگا دے
مولائی مقتدائی مئوائی منتہائی
انت طبیب قلبی روحی فداک شیخی

دیگر

ساقی کی بزم آج عجب پر بہار ہے
سرگشتہ سر کوئی، کوئی دیوانہ وار ہے
ساقی تری نگاہ میں کیسا خمار ہے
بے مے پئے ہر ایک پہ مستی سوار ہے
اے آتش محبت محبوب پھونک دے
اب زندگی ہی اپنی مجھے ناگوار ہے
جی جاؤں پاس اپنے بلا لو اگر مجھے
تھانہ بھون کی آب وہوا خوشگوار ہے
اتنے ہیں اس غلام پہ احسان آپ کے
جس کا نہ کوئی حد ہے نہ کوئی شمار ہے
گھبرا گیا عبث دل نازک مزاج تو
اور مدتوں کی راہ ابھی کوئے یار ہے
دل میں سما کوئی گیا پردہ نشیں مرے
خلوت ہی دوستو مجھے اب خوشگوار ہے

دنیا کو چھوڑ کر کے لیا کنج عافیت
اب تو تمہاری یاد مری غمگسار ہے
آجاؤ تم تو بستر غم سے میں جی اٹھوں
تم پر ہی زندگی کا میری انحصار ہے
کس در پہ ہاتھ جا کے پھیلاؤں اے خدا
تو ہی بتا کہ کون مرا کردگار ہے
اے قدسیو نہ لے چلو پیش خدا مجھے
اپنے کئے پہ مجھ کو ندامت سوار ہے
میں کیسے مان لوں کہ معذب کرو گے تم
تم کو تو اپنے بندوں پہ بے حد پیار ہے
واصل زباں پہ اپنی شکایت نہ آئے گی
راضی ہیں ہم اسی میں جو مرضیٔ یار ہے

دیگر

نا امیدی کی یہ حالت ہوگئی
ہر تمنا یاس وحسرت ہوگئی
خواب میں ان کی زیارت ہوگئی
شکر ہے جینے کی صورت ہوگئی
اک نظر بھر کے جسے تم نے تکا
قابل دید اس کی حالت ہوگئی
خوب آساں کردیا راہ سلوک
ناتوانوں کو بھی ہمت ہوگئی
الجھنوں میں اور زیادہ پھنس گئے
دے کے دل سمجھے تھے راحت ہوگئی

آپ کے فیضان باطن سے حضور
ایک عالم کو ہدایت ہوگئی
یوں اٹھا دیتے ہیں کہہ کر بزم سے
منقبض اب تو طبیعت ہوگئی
لوگ کیوں کہتے ہیں مجھ کو سخت گیر
عقل کیا دنیا سے رخصت ہوگئی
واصل اب ممکن نہیں اس کا زوال
دل میں پیوستہ محبت ۔ ہوگئی

دیگر

اے دل ہوس وصال کی وہم وخیال ہے
تو اس کو چاہتا ہے جو امر محال ہے
کچھ ایسا اضطراب ہے کچھ ایسا حال ہے
کہتے ہیں سب مریض کا بچنا محال ہے
الفت کے بعد ترک محبت محال ہے
میں چھوڑ دوں تمہیں یہ تمہارا خیال ہے
دیکھے ہے اپنی آنکھ سے جرم وخطائے خلق
کس انتہا کا حلم ترا ذوالجلال ہے
محو رضائے یار ہوں واصل میں اس قدر
میری نظر میں ہیچ فراق ووصال ہے

دیگر

مصیبت میں کوئی ہوگا کسی پر مبتلا ہوکر
ملی راحت مجھے تو جان جاں تم پر فدا ہوکر
خوشادہ آنکھ جو روئے کسی کے درد الفت سے

مبارک ہے وہ دل جو دل رہے درد آشنا ہوکر
مرے مولا مرے آقا ترے قرباں ترے صدقے
جہاں چمکا دیا انوار سے شمس الضحیٰ ہوکر
خبر بھی ہے کہ کیا حالت دل بیتاب کی ہوگی
ذرا ٹھہرو کہاں جاتے ہو پہلو سے جدا ہوکر
تمہیں تو مدتوں پالا ہے آغوش تمنا میں
ہمیں سے چلدیئے اے حضرت دل تم خفا ہوکر
سنبھل کر چھیڑنا اے طفل دل زلف پریشاں کو
لپٹ جاتی ہے یہ عشاق سے کالی بلا ہوکر
حسینوں سے نظر بازی نہیں اچھی دل ناداں
غضب ڈھائے گا پھر درد محبت رونما ہوکر
مصیبت اور راحت جو بھی ہے منجانب اللہ ہے
گلا کرتے ہو واصل اہل تسلیم ورضا ہوکر

جدید ملفوظات

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ ایک مختصر ذخیرہ ہے احقر کے ملفوظات کا، جس کو مولوی محمد نبیہ صاحب ٹانڈوی سلمہ نے صفر تا ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ میں جمع کیا اور احقر نے اس پر نظر ثانی کی۔ یہ مخلوط طور پر ضبط کیا گیا تھا۔ مگر بعض مصالح سے مناسب معلوم ہوا کہ باعتبار نوعیت مضامین کے اس کو جدا جدا تین حصوں میں منقسم کردیا جائے ایک حصہ خاص اپنے اکابر قریبہ کے حالات میں۔ دوسرا خاص احقر کے تعلیمی مقالات میں۔ تیسرا حصہ متفرق تفریحی خیالات میں، پہلے حصہ کا لقب محفوظات تجویز کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ حفظ سے لکھے گئے اور قابل حفظ بھی ہیں۔ دوسرے حصے کا نام ملحوظات چونکہ وہ اصلاح حالات میں قابل لحاظ ہیں۔ تیسرے حصے کے نام محظوظات (بمعنی محظوظ بها کقوله حجابا مستورا ای مستورا به وقوله حجرا محجورا ای محجورا به)

کیونکہ اس کا طبعی اور اول اثر حظ ونشاط ہی ہے اور مجموعہ کا لقب جدید ملفوظات، کیونکہ اس کا مادہ باعتبار معنی کے سب کو عام ہے اور جدید کی قید دوسرے ملفوظات سے ممتاز کرنے کے لئے ہے اور پہلا حصہ کہ ان ملفوظات میں وہی زیادہ مقصود تھا جس کی وجہ اس کے خطبہ سے واضح ہوگی۔ اس مقصودیت کے سبب جداگانہ شائع ہونے والا ہے۔ (اس کے بعد شائع ہوگیا۔ اور اب یہ تینوں حصے یکجا شائع ہورہے ہیں۱۲) جس کا لقب (اشرف التنبیہ فی کمالات بعض ورثۃ الشفیع النبیہ) قرار دیا گیا ہے اس لئے اس مقام پر صرف بقیہ دو حصوں کو مرتب کیا جاتا ہے یعنی ملحوظات ومحظوظات جو شخص اس سے نفع عقلی یا طبعی حاصل کرے رابط وضابط دونوں کو دعائے خیر سے یاد کرے۔ والله ولی النفع وبیده کل خفض ورفع۔

اشرف علی عفی عنہ

تھانہ بھون

باسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً

ملحوظات یعنی حصہ دوم جدید ملفوظات

ہمارے بزرگ نک چڑھے نہ تھے

فرمایا ہمارے بزرگ جتنے تھے وہ نک چڑھے نہ تھے ظاہر میں سب سے ہنستے بولتے تھے ظرافت بھی کرتے تھے مگر دل میں آتش عشق کا ایک شعلہ بھڑکا ہوا تھا۔ جیسا نواب شیفتہ نے لکھا ہے ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رندان شو
کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

میں نے اس کی ایک مثال تجویز کی ہے۔ ہمارے قصبات میں جب توا چولھے پر گرم ہوتا ہے تو عورتیں یوں کہتی ہیں توا ہنس رہا ہے مگر وہ ایسا ہنس رہا ہے کہ اس کے چھیڑنے سے دوسرے رونے لگیں۔

ہمارے اکابر کا معمول کسی کی تعریف سامنے کرنے کا نہیں ہے

فرمایا کہ ہمارے اکابر کا معمول کسی کی تعریف سامنے کرنے کا نہیں ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے جو کچھ بھی کلمات تحسین میری نسبت فرمائے ہیں اکثر غیب ہی میں فرمائے ہیں بعض احباب کے ذریعہ سے پتہ چل گیا۔ سامنے فرمانا کچھ یاد نہیں آتا۔

مثنوی شریف کی برکت

فرمایا کہ ایک فلسفی نے خط میں لکھا ہے کہ میں بالکل دہری ہوگیا تھا۔ مگر مثنوی کے مطالعہ سے مومن ہوگیا۔ اس کے بعد ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جن کے اندر شورش نہیں ہوتی میں ان کے مطالعہ کے لئے دیوان حافظ اور مثنوی تجویز کرتا ہوں۔ دیوانوں کے کلام سے بھی دیوانگی پیدا ہوتی ہے مولوی صاحب صوفیہ کے معتقد نہ تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم مثنوی کے درس میں بیٹھ جایا کرو اس کے بعد ان پر ایک حالت طاری ہوئی اکثر ذوق وشوق میں مثنوی کے شعر پڑھتے ہیں اور مولانا رومی کے بیحد معتقد ہیں۔

حق میں جذب اورمقبولیت ہوتی ہے

فرمایا کہ لکھنو میں اہل سنت تعزیہ شیعہ کے مقابلہ کے لئے بناتے ہیں اور مرثیے بھی مقابلہ کے لئے پڑھتے ہیں ایسے ہی موقعہ کے لئے ایک شعر بنایا گیا تھا جو جھنڈوں کے ساتھ پڑھا جاتا تھا۔

سنیم من نعرہ اللہ اکبر می زنم
دم زبوبکر و عمر عثمان و حیدر میزنم

یہ شعر ایسا مقبول ہوا کہ شیعہ اور ہندوؤں کے بچوں تک نے حفظ کر لیا اور جا بجا راستوں میں پڑھتے پھرتے تھے۔ شیعوں نے اپنے بچوں کو دھمکایا کہ کیا تم سنی ہو جو اس شعر کو پڑھتے ہو۔ حق میں جذب اور مقبولیت ہوتی ہے اس کے متعلق ایک واقعہ یاد آیا کہ لکھنو میں ایک انگریز بیرسٹر تھا وہ سنیوں کے مقدمے لیتا تھا ایک بار شیعہ سنیوں کے مقابلہ میں ایک مقدمہ اس کے پاس لے گئے تو وہ کہتا ہے کہ تم جانتے نہیں ہم سنی ہیں۔ وہ شاید یہ سمجھتا ہو کہ سنی اہل حق ہیں ان کے مقدمہ میں کامیابی کی امید ہے جس سے میری شہرت ہوگی اور اہل باطل کے مقدمہ میں ناکامی ہوگی۔ جس سے میری بدنامی ہوگی۔

حضرت تھانویؒ کا تعویذ دینے کا مذاق

فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ جو شخص تم سے تعویذ مانگنے آیا کرے تم اسے دیدیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو کچھ آتا ہی نہیں فرمایا جو سمجھ میں آیا کرے لکھ دیا کرو۔ بس اس دن سے جو سمجھ میں آتا ہے لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے کھیت میں چوہے نہ لگنے کا تعویذ مانگا میں نے اس سے کہا کہ پانچ کلہیاں لے آؤ میں نے ان پانچوں میں یہ آیت لکھ کر رکھ دی۔ وقال الذین کفروا لرسلھم لنخر جنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا فاوحی الیھم ربھم لنھلکن الظلمین ولنسکننکم الارض من بعدھم۔ اور اس سے یہ کہہ دیا کہ چار تو چاروں کونوں پر گاڑ دینا اور ایک بیچ کھیت میں ذرا اونچی جگہ گاڑ دینا جہاں پاؤں نہ پڑے بس اسی دن سے چوہا لگنا موقوف ہو گیا۔ یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی اجازت کی برکت ہے۔

ہدیہ کب لینا جائز ہے

فرمایا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ یہ لوگ عمر ضائع کرتے ہیں اس سے کوئی دنیاوی ترقی نہیں ہوتی میں کہتا ہوں کہ انگریزی والے زیادہ مارے مارے پھرتے ہیں ہم نے بہت سے بی اے والوں تک کو دیکھا ہے کہ کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ بلکہ یہ نوبت عربی پڑھنے والوں کی نہیں آتی دیکھئے سب سے کم تعلیم اذان کا سیکھ لینا ہے اگر وہی آجاوے تو پھر روٹیوں کی کمی نہیں روٹیاں دونوں وقت فراغت سے مل جاتی ہیں۔ ایک انگریزی کا طالب علم بی اے کے امتحان میں فیل ہو گیا تو شرم کی وجہ سے ریل کی پٹڑی پر لیٹ گیا (سب ترقی کا خاتمہ ہو گیا) لوگ شکایت کرتے ہیں کہ عربی والوں کو انگریزی والے ذلیل سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں تم بھی ان کو ذلیل سمجھنے لگو یہ نوح علیہ السلام کی سنت ہے انہوں نے فرمایا تھا قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون۔ میرے برادر زادہ کی بچپن میں ریل میں ایک انگریزی دان سے جو پولیس کے اعلیٰ افسر تھے ملاقات ہوئی اس زمانہ میں یہ عربی پڑھتے تھے اور سر منڈا ہوا تھا کیونکہ میرے یہاں کا معمول ہے کہ امردوں کے سر منڈوا دیا کرتا ہوں انہوں نے ان سے کہا کہ کیوں جی یہ کیا بات ہے کہ جتنے عربی والے دیکھے سر منڈاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کیوں جی یہ کیا بات ہے کہ جتنے انگریزی والے ہیں سب داڑھی منڈاتے ہیں بس یہ جواب سن کر چپکے ہو گئے اور ہمراہی ملازم سے تحقیق کی کہ یہ کس کا لڑکا ہے لوگوں نے بتلا دیا تو کہا شخص کسی کو ہدیہ بزرگ سمجھ کر دے اور وہ اتنی بزرگی نہ رکھتا ہو جس کا وہ معتقد ہو تو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔ مولوی محمد رشید صاحب کانپوری نے اس پر عرض کیا کہ اس پر تو کسی کو لینا جائز ہی نہ ہونا چاہئے کیونکہ اپنے کو کون بزرگ سمجھے گا اور اگر ایسا سمجھے گا تو وہ بزرگ نہ ہوگا ان کے جواب میں فرمایا کہ مراد امام کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خود اپنا معتقد کون ہوگا۔ اس نے یہ کوشش نہ کی ہو کہ مجھ کو کوئی بزرگ سمجھے۔

شرعی احکام کی حکمتیں پوچھنا مناسب نہیں شرعی احکام بے چون وچرا ماننا چاہئے

فرمایا کہ کیرانہ میں ایک وکیل نے مجھ سے دریافت کیا کہ نماز پانچ وقت کی کیوں

فرض ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا کہ تمہارے ناک جو منہ پر بنی ہے اس کی کیا وجہ ہے انہوں نے کہا کہ اگر گدی پر ہوتی تو بری معلوم ہوتی میں نے کہا کہ ہرگز نہیں اگر سب کے گدی پر ہوتی تو بری بھی معلوم نہ ہوتی بس اس کے بعد چپکے ہی تو ہو گئے۔

غصہ کا ایک علاج

فرمایا کہ اگر کسی کو کسی پر غصہ ہو تو چاہئے کہ اس کے سامنے سے ہٹ جائے یا اسے ہٹا دے اور ٹھنڈا پانی پی لیوے۔ اور اگر زیادہ غصہ ہو تو یہ سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمارے اوپر حقوق ہیں اور ہم سے غلطی ہوتی رہتی ہے جب وہ ہمیں معاف کرتے رہتے ہیں تو چاہئے کہ ہم بھی اس کی غلطی سے درگذر کریں ورنہ اگر حق تعالیٰ بھی ہم سے انتقام لینے لگیں تو ہمارا کیا حال ہو۔

عربی پڑھنے والوں کو ذلیل نہیں سمجھنا چاہئے

فرمایا کہ لوگ عربی پڑھنے والوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اور کہتے جب ہی اس نے اس قدر تیز جواب دیا اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ایک صاحب جو بڑے رتبہ کے اور بڑے تجربہ کار ہیں انگریزی میں بی اے بھی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ میں اس نوکری سے اتنا تنگ ہوں کہ اگر عیالدار نہ ہوتا اور مجھے (امامت تو نہیں کیونکہ اس میں مسائل کی ضرورت ہے) موذنی مل جاتی تو اس کو قبول کر لیتا چار پانچ روپیہ ماہوار بھی ملتا اور کھانے کو بھی ملتا اور فراغت سے اللہ اللہ کرتا میں کیا کروں بیوی بچوں کا ساتھ ہے ان کا نفقہ بھی میرے ذمے ضروری ہے۔

رزق کا معاملہ عجیب ہے

فرمایا کہ رزق کے بارے میں مشیت کے ایسے کھلے ہوئے واقعات ہیں کہ اس سے عقلاء بھی انکار نہیں کر سکتے۔ بمبئی میں بڑے بڑے سیٹھ ہیں کہ وہ نام لکھنا بھی نہیں جانتے مگر بڑے بڑے بی اے ان کے یہاں نوکر ہیں یہ رزق کا معاملہ عجیب ہے (جامع کہتا ہے قال الشیخ الشیرازی ۔

اگر روزی بدانش در فزودے
زناداں تنگ تر روزی نبودے
بناداں آنچناں روزی رساند
کہ دانا اندراں حیراں بماند
(جامع)

ایک شخص کو میں نے راندیر میں دیکھا ہے کہ اس کی کوٹھی میں لاکھوں روپے کا فرنیچر ہے جب ہم تفریح کو جانے لگے تو موٹر میں ان کا بیٹھنا میرے ساتھ تجویز ہوا مجھے ان کی ظاہری حیثیت سے طبعی کراہت ہوئی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ مالک مکان یہی ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی غرباء کے ساتھ محبت وخلوص

فرمایا کہ ایک غریب آدمی نے تجارت میں سے کچھ میرے لئے مقرر کر رکھا تھا ایک دفعہ صرف ایک پیسہ نکلتا تھا۔ مجھے انہوں نے اکنی دے کر یہ کہا کہ لو ایک پیسہ تم رکھ لو اور تین پیسے مجھے واپس کردو میں نے نہایت بشاشت سے قبول کر لیا اور تین پیسے واپس دیدیئے (اس سے حضرت کی قناعت وانکساری اور غرباء کے ساتھ محبت وخلوص اور ان کی دلجوئی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ (جامع)

صحت عجیب نعمت ہے

فرمایا کہ صحت عجیب نعمت ہے لکھنؤ میں ایک نواب تھے ان کو ضعف معدہ کی شکایت تھی بس دو تولہ گوشت کا قیمہ پوٹلی میں باندھ کر چوستے تھے ایک دفعہ گومتی کے کنارے اپنے مصاحبین کے پاس بیٹھے تھے وہاں دیکھا کہ ایک لکڑ ہارا لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھے لا رہا ہے اس نے وہ گٹھا ایک درخت کے نیچے لا کر ڈھو سے پٹکا اور گومتی میں ہاتھ منہ دھویا اور درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنا روٹ نکالا اور پیاز کے ساتھ کھانا شروع کیا کھا کر اور پانی پی کر سو گیا اور خراٹے لینے شروع کئے نواب صاحب نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اپنے مصاحبین سے کہا کہ میں اس تبادلہ پر راضی ہوں کہ میرا تمول اور بیماری اسے مل

جائے اور اس کا افلاس اور تندرستی مجھے مل جائے۔

حب جاہ و مال بری چیز ہے

فرمایا کہ حب جاہ و مال ایسی بری چیز ہے کہ یہ انسان کو کسی حال چین سے نہیں رہنے دیتی ایک ڈپٹی صاحب تھے وہ بیچارے رات بھر تسبیح لئے کوٹھے پر ٹہلتے تھے اور مال کی فکر میں سوتے نہ تھے بس ساری خرابی بڑائی کی ہے اس کے لئے مال ڈھونڈتا ہے اگر آدمی چھوٹا بن کر رہے اور تھوڑے پر قناعت کرے پھر کچھ بھی فکر نہیں شیخ سعدی فرماتے ہیں ؂

نہ بہ اشتر برسوارم نہ چواشتر زیر بارم
نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم

مولانا فرماتے ہیں ؂

چشمہاؤ رشکہاؤ خشمہا
برسرت ریزد چو آب از مشکہا
خویش رار بخور سازو زار دار
تا ترا بیروں کنند از اشتہار
اشتہار خلق بند محکم است
بنداین از بند آہن کے کم است

ذلت عرض احتیاج کو کہتے ہیں

فرمایا کہ ذلت کہتے ہیں عرض احتیاج کو اگر آدمی کچھ سوال نہ کرے تو کچھ ذلت نہیں چاہے لنگوٹہ باندھے پھرے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ بدون عرض احتیاج کے کوئی شخص دین کی خدمت کرے اور پھر مارا مارا پھرے انگریز بڑے بڑے امراء کی عزت نہیں کرتے اور ادنی ادنی مولویوں کی عزت کرتے ہیں۔

اخبار کا معیار اسلامی

مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی اخبار جاری

کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا ہے کہ اگر اخبار جاری کرو تو ایسا کرو کہ وہ بالکل شریعت کے موافق ہوتا کہ اسے دیکھ کر لوگوں کو یہ کہنا ممکن ہو کہ اسلامی اخبار ایسا ہوتا ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ جو لکھو یہ غور کرو کہ اس کا تکلم شریعت میں جائز ہے یا نہیں اگر تکلم جائز ہے تو لکھنا بھی جائز ہے اور اگر تکلم ناجائز ہے تو لکھنا بھی ناجائز ہے انہوں نے ضرورت اخبار کے متعلق مجھ سے مضمون چاہا میں نے کہا بے تکلف سمجھ میں نہیں آتا اور تکلف کو جی نہیں چاہتا اتفاق سے مولوی عیسیٰ صاحب الہ آبادی کا خط آیا ہوا تھا اس میں لکھا تھا کہ فلاں شخص کا حال دریافت کر کے لکھیے تا کہ اطمینان ہو اور لکھا تھا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتفقد اصحابہ اس سے اخبار کی ضرورت بھی مفہوم ہو سکتی ہے کہ مسلمانوں کی بگڑی حالت پر اصلاح اور ضرورت کی اطلاع پر امداد کر سکیں۔

قبول ہدیہ کا معیار

ایک شخص نے کچھ ہدیہ بھیجا اور رقعہ میں یہ تحریر کیا کہ حسب معمول قدیم روانہ کرتا ہوں اس پر حضرت والا نے واپس فرما دیا۔ اور یہ فرمایا کہ یہ لزوم کیسا پھر وہ بہت دنوں کے بعد معافی کو آئے اور بیوی کی بیماری کا عذر بیان کیا فرمایا کہ اگر مقدمہ کی تاریخ ہوتی تب بھی یہی عذر کرتے رنج تو اسی سے ہوتا ہے کہ زبان سے تو محبت کا دعویٰ کریں اور برتاؤ کریں اجنبیوں جیسا البتہ اگر دعویٰ محبت کا نہ ہو پھر کوئی شکایت نہیں فلاں شخص تمام عمر مجھے برا بھلا کہتا رہا مگر کبھی خیال بھی نہ ہوا منصور کو جب مقتل میں لے گئے ہیں تو لوگ ان پر اینٹ پتھر برسا رہے تھے اور وہ التفات بھی نہ کرتے تھے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ بھی کسی جگہ موجود تھے انہوں نے بھی ایک پھول اٹھا کر پھینک دیا اس پر منصور نے ایک آہ کی لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ اور لوگ تو جاننے والے نہیں اور یہ جاننے والے ہیں ان کے مارنے سے تکلیف ہوئی اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ بھائی اکبر علی نے چاہا تھا کہ کچھ مقدار معین سے میری خدمت کیا کریں میں نے انکار کر دیا اس لئے کہ خواہ مخواہ یہ فکر رہے گی کہ کب پہلی تاریخ ہو گی کب منی آرڈر آئے گا۔ دیر ہو گی تو کہونگا کہ شاید کوئی وجہ ہو گئی ہو گی ایسے ہدیے سے راحت نہیں ہوتی بلکہ اذیت انتظار ہوتی ہے اللہ ایسی ایسی

جگہ سے دیتا ہے جہاں گمان بھی نہیں ہوتا اس میں ہے پوری راحت، بھائی نے کہا کہ آخر اوروں سے بھی تو لیتے ہو میں نے کہا کہ وہ لوگ مقرر تھوڑا ہی کرتے ہیں پھر انہوں نے کبھی بیس بیس کبھی پچیس پچیس روپے دیئے میں نے لے لئے اس انتظار کی کلفت پر متفرع کر کے میں کہتا ہوں کہ جب پیروں کے یہاں جاؤ تو ہدیہ میں لزوم کا معاملہ کر کے نہ جاؤ اس سے ان کی نیت بگڑتی ہے وہ تو تم کو سنواریں اور تم ان کو بگاڑو اس نیت پر ایک خواب یاد آیا مشہور ہے کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ حضرت میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری انگلیوں میں پاخانہ لگا ہے اور آپ کی انگلیوں میں شہد پیر نے کہا ظاہر ہے کہ ہم دیندار ہیں اور تم دنیا دار مرید نے کہا کہ ابھی خواب ختم نہیں ہوا یہ بھی دیکھا ہے کہ میری انگلیوں کو آپ چاٹ رہے ہیں اور آپ کی انگلیوں کو میں چاٹ رہا ہوں پھر تو پیر صاحب بہت بگڑے ہمارے حضرت نے فرمایا تعبیر اس کی ظاہر ہے کہ پیر تو اس سے دنیا کا نفع اٹھاتا تھا اور مرید دین کا ایسوں کو دیکھ کر لوگوں نے ملانوں کو ایک طرف سے ذلیل سمجھ رکھا ہے کہ بس ہمارے غلام ہیں یا یہ کہ بے حس ہیں ہمارے مولانا خلیل احمد صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہم حاجت مند تو ہیں مگر دین فروش نہیں میرا مذہب تو ہدیہ میں یہ ہے کہ اگر جوش اٹھے دیدو ورنہ نہیں معمول کرنے میں یہ خرابی ہے کہ اگر جی نہ چاہے تب بھی دینا پڑتا صاحب ہدیہ نے کچھ عذر کر کے کہا کہ حضرت میں نے جو کچھ کہا ہے سب صحیح ہے فرمایا میں اس کی تکذیب تو نہیں کرتا معاملہ میں تو میرا یہاں تک معمول ہے کہ اگر ایک طرف چمار ہو اور ایک طرف مولوی صاحب ہوں تو میں یہ نہ کہوں گا کہ کیا مولوی صاحب جھوٹ بولتے ہیں حضرت شریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی قاضی تھے جب حضرت علیؓ کی زرہ چوری ہو گئی ایک یہودی کے پاس پہچانی تو حضرت شریح کے یہاں دعویٰ دائر کیا حضرت شریح نے گواہ طلب کئے آپ نے اپنے صاحب زادے اور ایک آزاد کردہ غلام کو پیش کیا حضرت شریح نے کہا کہ صاحبزادہ کی گواہی معتبر نہیں (چونکہ شریح کے مذہب میں لڑکے کی گواہی باپ کے حق میں مقبول نہیں تھے اور حضرت علیؓ کے نزدیک بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر تھی) لہذا تکمیل شہادت نہیں ہوئی حضرت

علیؓ سے کہا کہ اور گواہ پیش کیجئے آپ نے عذر کر دیا اس پر حضرت شریح نے مقدمہ کو خارج کر دیا آپ خوشی خوشی عدالت سے باہر تشریف لے آئے یہودی نے اس حالت کو دیکھ کر فوراً کلمہ پڑھ لیا اور زرہ پیش کی کہ آپ کی زرہ ہے آپ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو ہی ہبہ کی۔ وہ یہودی مدۃ العمر آپ کے ساتھ رہا اور جنگ صفین میں شہید ہو گیا اگر آج کل کا مذاق ہوتا تو کہتے کیا حضرت جھوٹے تھے طرہ یہ کہ ان کی خلافت کا زمانہ اور ان کو ذرا رنج نہیں (ہمارے حضرت نے مجلس کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا) میں تو جان کر شریعت کو نہ چھوڑوں گا یہاں قبول ہدیہ سے مانع شرعی ہے کیسے لیلوں البتہ اگر مجھ کو اپنی غلطی ثابت ہو جائے رجوع کر لوں گا (چنانچہ اس کی نظیر ایک مضمون ترجیح الراجح کا سلسلہ رسالہ النور وغیرہ میں نکلتا ہے موجود ہے جامع) اور بدوں مانع شرعی کے میں کیوں واپس کرتا جبکہ میری کوئی آمدنی بھی نہیں ہے اسی سے سمجھ لو کہ رنجیدہ ہو کر ہی واپس کرتا ہوں کاشتکار کو اناج کی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی پیشاب میں بھگو کر لائے تو کیا وہ اس کو لے لے گا جتنا تجربہ مجھے اب ہوا ہے اگر والد صاحب کی وفات پر ہوتا تو میں اپنے اس حصہ کے ترکہ کو تتر بتر نہ کرتا۔ پھر دیکھتا کون ذلیل سمجھ کر دیتا ہے خیر اللہ کی حکمت ہے شاید اس حالت سے میرے اندر تکبر پیدا ہو جاتا پھر وہ صاحب نہایت لجاجت سے معافی کے خواستگار ہوئے حضرت نے فرمایا کہ معاف ہے مگر ہدیہ بھیجنے کی بالکل اجازت نہیں انہوں نے اس کو منظور کر لیا۔

پردہ امر فطری اور غیرت کا تقاضہ ہے

فرمایا کہ پردہ ایسی چیز ہے کہ اگر شریعت بھی نہ تجویز کرتی تب بھی فطری امر اور غیرت کا مقتضاء ہے کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جائے ایک شخص نے شبہ کیا کہ پردہ کا ذکر کونسی آیت یا حدیث میں آیا ہے میں نے جواب دیا کہ آپ جو سو دو سو کے نوٹ جاکٹ کی جو سب سے اندر کی جیب ہے اس میں رکھتے ہیں اور بڑی حفاظت کرتے ہیں یہ کونسی حدیث میں آیا ہے کیا عورت کی قدر آپ کے نزدیک نوٹ کے برابر بھی نہیں۔ افسوس ہر روز اس بے پردگی کی بدولت نئے نئے شرمناک واقعات سننے میں آتے ہیں مگر

پھر بھی ہوش نہیں آتا ابھی ایک اخبار میں دیکھا ہے کہ حیدر آباد میں ایک باغ عامہ ہے وہاں ایک رئیس زادی زیب و زینت کے ساتھ ٹہل رہی تھی اسے بد معاشوں نے چھیڑنا شروع کیا وہ عورتوں کے غول کی طرف بھاگی وہاں بھی پناہ نہ ملی تو پولیس نے بچایا اور لیجئے ایک جنٹلمین جنہوں نے نیا نیا پردہ توڑا تھا وہ اپنی بیگم کو بغرض تفریح منصوری پہاڑ لے گئے اور تفریح کے لئے اس سڑک پر گئے جہاں بڑے بڑے افیسر انگریزوں کے بنگلے تھے وہاں ایک کوٹھی کے سامنے گذرے جو کسی بڑے افسر کی تھی اور تین گورے پہرے پر تھے ان کو دیکھ کر انہوں نے کچھ آپس میں گفتگو کی اور ایک ان میں سے چلا اور ان کی بیگم کا ان کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر ایک طرف لے گیا اور اسے خراب کر کے لے آیا پھر دوسرے اور تیسرے نے بھی یہی عمل کیا اور یہ اپنا سا منہ لے کر چلے آئے (جامع کہتا ہے کہ یہ شخص علاوہ بد دین ہونے کے حد درجہ بے غیرت بھی تھا جو ایسی بے غیرتی پر اف نہ کی دیندار ہوتا تو ان تینوں کو فنا فی النار کر کے خود جام شہادت پیتا) ہمارے حضرت نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا بس جی لوگوں کو شرم و غیرت نہیں رہی یہ تو شریعت کی رحمت ہے کہ اس کا بھی حکم دیدیا باقی غیرت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کو برداشت ہی نہیں کر سکتا وہ تو ایک قسم کی محبوبہ ہوتی ہے عاشق کب چاہتا ہے کہ میرے محبوب پر کوئی دوسرا نظر ڈالے شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

غیرت از چشم برم روی تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم
گر بیاید ملک الموت کہ جانم ببرد
تا نہ بینم رخ تو روح رمیدن ندہم

ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت پردہ میں بھی تو ایسے قصے ہو جاتے ہیں۔ پھر پردہ سے کیا فائدہ ہوا فرمایا سبحان اللہ جب اول تعلق ہوا ہے تو بے پردگی ہی سے ہوا ہے وہ عورت اول اس سے بے پردہ ہی تو ہوئی تھی جب ہی تو تعلق ہوا۔

پردہ میں کوئی خرابی نہیں ہو سکتی جہاں خرابی ہوتی ہے بے پردگی سے ہوتی ہے

جہاں خرابی ہوتی ہے وہاں پردہ ہی نہیں ہوتا اگر ہوتا ہے تو محض نام کا ہوتا ہے پردہ کے متعلق اکبر الہ آبادی نے خوب لکھا ہے۔

کل بے حجاب چند نظر آئیں بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس وقت پردہ اٹھانے کی تحریک کا ثمرہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ عورتیں بے شرم و حیا ہو کر علانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہوں اور خاوندوں کے تصرف سے نکل کر ان کے عیش کو منغض کریں (تبسم کے ساتھ فرمایا) کہ ایک ظریف شخص سے پوچھا گیا کہ آپ پردہ توڑنے کی تحریک میں کیوں شریک نہیں ہوتے فرمایا بھائی اگر ہماری جوانی ہوتی تو ہم بھی شریک ہو جاتے اب یہ خیال ہے کہ تم بے پردگی سے مزے اڑاؤ اور ہم دیکھ دیکھ کر حسرت کریں۔

حضرت تھانویؒ کا عامۃ الناس کے ساتھ حسن ظن اور اپنے غلاموں کے ساتھ حسن تربیت کا معاملہ

فرمایا کہ عام لوگوں میں سے تو اگر کسی کے اندر ننانوے عیب ہوں اور ایک بھلائی ہو تو میری نظر اس بھلائی پر جاتی ہے اور ان ننانوے عیبوں پر نہیں جاتی۔ اور جس نے اپنے کو تربیت کے واسطے میرے سپرد کیا ہو تو اس میں اگر ننانوے بھلائیاں ہوں اور ایک عیب ہو تو میری نظر اس عیب پر جاتی ہے۔ ان ننانوے بھلائیوں پر نہیں جاتی (جامع کہتا ہے سبحان اللہ اس سے حضرت والا کا عامۃ الناس کے ساتھ حسن ظن اور غلاموں کے ساتھ حسن تربیت ظاہر ہے واقعی حضرت رحمت محض ہیں جیسے کوئی شفیق طبیب اپنے مریض کے اندر تھوڑی سی کسر بھی گوارا نہیں کرتا ایسے ہی ہمارے حضرت بھی اپنے خادموں میں کسی کوتاہی کو گوارا نہیں فرماتے اور یہی وجہ ہے جو بعض ناواقف لوگ حضرت کو سخت مزاج اور سخت گیر کہتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذوق صحیح نہیں یا حضرت والا کی کبھی صحبت میسر نہیں

ہوئی ورنہ ہمارے حضرت میں تو سختی کا پتہ بھی نہیں۔ سراسر رحمت ہی رحمت ہیں۔

بندہ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است
زانکہ لطف شیخ و زاہدگاہ ہست وگاہ نیست

احقر کو بارہا کم اور زیادہ مدت حاضری کا اتفاق ہوا مگر آج تک کوئی بھی سختی سوائے ترحم کے نظر ہی نہ آئی اب اگر کوئی بے تمیزی کرے اور اس پر اسے نہ روکا جائے تو یہ تو بے حسی ہے جو نقص ہے۔ اس سے تو حضرت کی اعلیٰ درجہ کی حس اور فہم و ادراک کا پتہ چلتا ہے ہمیں تو یہی روک ٹوک مرغوب ہے۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر خاداں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اور جن کو یہ پسند نہیں وہ اس پر عمل کریں۔

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جن کو ہو جان و دل عزیز انکی گلی میں جائیں کیوں

سرمد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فیصلہ کیا ہے۔

سرمد گلہ اختصاری باید کرد
یک کار ازیں دوکار می باید کرد
یا تن برضائے دوست میبا ید داد
یا قطع نظر زیار ے باید کرد

ایک مرتبہ احقر حاضر خدمت تھا کہ حضرت کو ایک کارڈ کی ضرورت ہوئی مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ ڈاک خانہ سے میں لا دوں حضرت والا نے فرمایا نہیں بھائی سخت گرمی ہے (گرمی کا زمانہ تھا) تکلیف ہوگی لوگ تو مجھے سنگ دل کہتے ہیں مگر مجھ سے کسی کی تکلیف بھی نہیں دیکھی جاتی تحدث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر کسی مجمع میں سو آدمی (جامع کہتا ہے لاکھ) جمع کئے جائیں اور اس میں میں بھی موجود ہوں تو ان شاء

اللہ مجھ سے زیادہ نرم و رحمدل کوئی بھی نہ نکلے گا۔

آجکل لوگوں میں اتباع کا مادہ بالکل نہیں رہا

فرمایا کہ آج کل لوگوں کے اندر اتباع کا مادہ بالکل نہیں رہا ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے اسی حال میں آپ نے ایک عورت جذامی کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے منع فرمایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ دو۔ اس سے بہتر تمہارا گھر بیٹھ جانا ہے کچھ دنوں کے بعد وہ پھر آئی تو لوگوں نے کہا کہ خوش ہو جنہوں نے تجھے طواف سے روکا تھا ان کا انتقال ہو گیا اس عورت نے کہا کہ میں تو یہ سمجھتی تھی کہ وہ زندہ ہیں اس لئے آ گئی تھی کہ ان سے معذرت کروں گی لیکن جب وہ زندہ نہیں تو وہ ایسے شخص نہ تھے کہ ان کے سامنے تو ان کے حکم کو مانا جائے اور ان کے بعد نافرمانی کی جائے وہ تو ایسے تھے کہ جیسا ان کا حکم زندگی میں ماننا چاہئے ایسا ہی بعد وفات بھی، یہ کہہ کر وہ عورت چلی گئی اور پھر کبھی نہ آئی ایسے ہی حضرت کعب ابن مالکؓ کا قصہ ہے کہ جب ان سے مقاطعہ کیا گیا تو ان کو یہ فکر تھی کہ اگر میں معافی سے پہلے مر گیا تو حضورؐ اور صحابہؓ کوئی شریک نہ ہوں گے اور اگر خدا نہ کرے آپ کا وصال ہو گیا تو مدۃ العمر صحابہؓ مکالمت نہ کریں گے حضرت کعب ابن مالکؓ کو یہ پختہ خیال تھا کہ صحابہؓ بعد وفات بھی حضورؐ کے حکم کا ایسا ہی اتباع کریں گے جیسا حیات میں ہے اب یہ مذاق کہاں یہ تو لوگوں کے اندر سے مفقود ہی ہو گیا۔ چونکہ کعبؓ ابن مالک سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی اور وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کر چکے تھے اور جب کوئی ان کو راضی کر لیتا ہے تو وہ سب کو راضی کر دیتے ہیں ؎

تو ہم گردن از حکم داور میچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

(جامع)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہم نے کعب ابن مالکؓ کا قصور معاف کر دیا آپ بھی معاف فرما دیجئے۔ (سبحان اللہ)

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا (جامع)

روزہ خوروں کے لئے ایک سبق

فرمایا کہ بکثرت بعض کتوں کی نسبت یہ واقعہ سنا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن ایسا ہوتا ہے جس میں وہ کتا نہیں کھاتا تھا اس کے بہت سے واقعات ہیں۔ روزہ خوروں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

حیوۃ المسلمین کی اہمیت حضرت تھانویؒ کی نظر میں

فرمایا حیوۃ المسلمین لکھنے میں مجھ پر بڑا تعب ہوا ہے مضامین کے انتخاب میں بھی اور ان کی تسہیل میں بھی، مجھے اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہیں ہے مگر الحمدللہ اس عمل کی قدر ہے اور اس کی امید ہے اور یہ اس قابل ہے کہ داخل درس کی جائے۔ عربی طلباء کو اگر عار ہو تو اس کو عربی میں کر لیں۔

بزرگوں کا محض قرب اصلاح اعمال کیلئے کافی نہیں

فرمایا کہ بزرگوں کے قریب سے اگر اصلاح کا اہتمام نہ کیا جائے تو بعض وقت اخلاق کا فساد بڑھ جاتا ہے اصلاح نہیں ہوتی۔ ایک مولوی صاحب جو ایک بزرگ کے یہاں بڑے مقرب گویا ان کے میر منشی تھے انہوں نے مجھے ایک شخص کی سفارش لکھی کہ یہ بڑے شخص ہیں ان کی اس قدر تجارت ہے تو ان کی طرف توجہ ہو جانا چاہئے میں نے اس پر ان کو سخت تنبیہ کی کہ مجھ پر ان کی تجارت و وجاہت کا اثر ڈالتے ہو اور لالچ دیتے ہو اس تنبیہ پر انہوں نے کوئی معذرت نہ کی میں سمجھا کہ شاید یہاں آ کر کچھ کہیں سنیں مگر جب یہاں آئے تب بھی انہوں نے اس پہلے لکھے ہوئے کی کوئی معذرت نہ کی جب چلنے لگے تو میں نے کہا کہ آپ نے یوں یوں لکھا ہے کہا جی ہاں غلطی ہو گئی تھی معافی چاہتا ہوں فرمایا اب بھی میرے یاد دلانے سے اور کہنے سے عذر کیا۔ کہا کہ یہ خیال تھا کہ چلتے وقت عرض کروں گا میں نے کہا کہ چلنے تو لگے تھے میں نے ہی تو روک کر کہا فرمایا بس جی بعض لوگ تو اس وجہ سے ملتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو ان سے ملتے ہوئے دیکھا ہے اور عقیدت خاک نہیں۔

عقائد میں غلو کا ایک واقعہ

فرمایا کہ آج کل لوگوں کے عقائد میں اس قدر غلو ہو گیا ہے کہ باوجود کسی معتقد فیہ کے اپنے کسی کمال کے نفی کرنے کو بھی تواضع پر محمول کرتے ہیں۔ ایک شخص الہ آباد سے آئے تھے ان کی بیوی مر گئی تھی انہیں یہ خبط ہوا کہ وہ (یعنی میں) زندہ کر دے گا اس لئے وہ یہاں بیوی کو زندہ کرانے کو آئے تھے چنانچہ یہ درخواست کی کہ میری بیوی زندہ کر دو اس پر میں نے کہا کہ بھائی توبہ کرو توبہ یہ کام تو خدا کا ہے (اور معجزہ کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی صادر ہوا تھا) بعد میں لوگوں سے کہا کہ کوئی مصلحت ہو گی جو ایسا کہہ دیا نہیں تو ادنیٰ اشارہ سے زندہ کر سکتے ہیں بھلا اس حماقت کا کیا علاج۔

آجکل لوگوں میں قناعت نہیں ہے

فرمایا کہ پہلے لوگ چاہے وہ دیندار ہوں یا دنیا دار قانع بہت ہوتے تھے نہایت ہشاش بشاش رہتے تھے اور بے فکری سے گذر کرتے تھے آج کل کے لوگوں کے قلوب ہوسوں سے پر ہیں اور ان کا پورا ہونا اختیار میں نہیں اس لئے پریشان رہتے ہیں کوئی وقت چین سے نہیں گذرتا پہلے صرف لوگوں کو دو روٹی کی ضرورت تھی اور آج کل کے لوگ چاہتے ہیں کہ رہنے کو ایک اعلیٰ درجہ کا محل ہو سواری کو ایک موٹر ہو حشم و خدم ہوں تمام عمر اس کے جمع کرنے کی فکر میں گذر جاتی ہے بس اس کے مصداق ہوتے ہیں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے

نہ معلوم ان لوگوں نے اتنی فکریں اپنے ذمے کیوں لے رکھی ہیں۔ صرف چار گز کپڑا اور دو روٹی کے سوا ان کی قسمت میں کیا ہے اور پریشانی کھاتے ہیں۔

ختم قرآن میں تقسیم شیرینی کے مفاسد

فرمایا کہ ایک دفعہ میں بریلی میں آیا اور رمضان شریف کا اخیر عشرہ تھا بھائی اکبر علی نے قرآن شریف سننے کی خواہش ظاہر کی میں نے کہا ہو تو سکتا ہے دس روز باقی ہیں پھر میں نے شروع کر دیا ختم کے روز بھائی نے مٹھائی تقسیم کرنے کا اہتمام کیا مجھے یہ معلوم

کر کے ناپسند ہوا مگر زبان سے منع نہیں کیا اس پر ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کیا بدعت ہو رہی ہے تم منع نہیں کرتے میں نے کہا میں کیا کروں میرا مذاق ان لوگوں کو معلوم ہے جب یہ نہیں مانتے تو یہ جانیں مولوی صاحب کو میرا یہ عذر سنکر برا معلوم ہوا کہ انہو ں نے زبان سے کیوں منع نہیں کیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب تک یہ شیرینی بانٹنے والے اپنی آنکھ سے اس کے مفاسد نہ دیکھ لیں گے اس وقت تک منع کرنے سے بھی پکی توبہ نہ کریں گے اور اس حالت میں گو میرے لحاظ سے مان لیں گے مگر دل سے نہ مانیں گے چنانچہ جتنے مفاسد میں نے لکھے ہیں وہ سب انہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لئے اور آکر کہا کہ توبہ ہے بڑا ہی واہیات کام ہے میں تو آئندہ اس کے پاس بھی نہ جاؤں گا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ شیخ سمجھتا ہے کہ نصیحت کے لئے کس وقت کونسا طرز اختیار کرنا چاہئے اس میں بڑی بصیرت کی ضرورت ہے میرے ایک دوست نے ندوہ میں مدرسی کی اجازت چاہی میں نے اجازت دیدی اس پر لوگوں نے اعتراض کیا مگر میں یہ سمجھتا تھا کہ چند روز میں یہ وہاں کے مفاسد دیکھ کر خود چھوڑ دیں گے چنانچہ تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ وہ سب چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ رہے اور بصیرت کی ساتھ نفرت ہوئی۔

حضرت تھانویؒ کا نصیحت کرنے کا حکیمانہ طرز

فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم ریل میں ایک جگہ سفر کر رہے تھے ہمارے پاس ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب بھی بیٹھے باتیں کر رہے تھے نماز کا وقت ہوا تو ہم نے نماز پڑھی خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ یہ تمہارے معتقد ہیں تم ان کو نماز کی نصیحت کرو میں نے کہا کہ نماز کی حقیقت سے تو یہ واقف ہی ہیں کہ پڑھنے اور نہ پڑھنے پر عذاب و ثواب ہو گا۔ یہاں تبلیغ فرض تو ہے نہیں مستحب ہے میں ایک مصلحت دینیہ کو اس مستحب پر ترجیح دیتا ہوں مگر اس کہنے سے ان کا جی نہیں بھرا خیر جب ہم نماز پڑھ چکے اور ان کے پاس آکر بیٹھے میں نے پھر اسی طرح جس طرح کہ پہلے ان سے انشراح کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا باتیں کرنا شروع کر دیں وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ جس وقت حضرت والا نے آکر مجھ سے باتیں کرنا شروع کی ہیں تو میں ذبح ہی تو ہو گیا میں تو یہ سمجھا تھا کہ نماز پڑھنے کے بعد مجھ

سے بات بھی نہ کریں گے ہمارے حضرت نے فرمایا پھر وہ پکے نمازی ہو گئے پھر ان کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی اہل طریق سمجھتے ہیں کہ اس وقت نصیحت کا کیا طرز اختیار کرنا چاہیے ان کے ذوق صحیح ہوتے ہیں علماء ظاہر اس مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے ۔

گرچہ تفسیر زباں روشن گرست
لیک عشق بے زباں روشن ترست

ایسے ہی ام عطیہؓ کا واقعہ ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی اجازت دی پھر تائب ہو گئیں اور ایسے ہی بنی ثقیف کا واقعہ ہے کہ انہوں نے بیعت کے وقت زکوٰۃ و جہاد کے التزام سے عذر کیا تھا اور آپ نے قبول فرمایا پھر سب ہی کچھ کرتے تھے بات یہ ہے کہ جذبات کے روکنے سے طبیعت منقبض ہو جاتی ہے اور اجازت سے کشادہ ہو جاتی ہے اس کو حکیم ہی سمجھتا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے تمام عمر تصانیف ونصائح میں صرف کی

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ علوم و معارف تو تھانہ بھون کے اچھے ہیں اور خدمت خلق مولوی صاحب کی اچھی ہے (جامع کہتا ہے کہ قائل کا ذوق صحیح نہیں ہے۔ اس نے چشم بصیرت سے نہیں دیکھا ورنہ بالاضطرار یہ کہتا ۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور یہ کہتا ۔

گلستاں میں جا کر ہر ایک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

اور قائل یہ تمنا کرتا کہ ۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اس وقت حضرت سے زیادہ کس میں خدمت خلق ہو سکتی ہے کہ اپنی تمام عمر تصانیف ونصائح میں صرف کر دی اور کر رہے ہیں ابقاھم اللہ بحسناتھم وبرکاتھم۔

8

اور ہزارہا کتب مستقل اور مواعظ کے سلسلہ میں شائع ہو چکی ہیں اور لاکھوں بندگان خدا صحیح راستہ پر ہو گئے اور ہزارہا تشنگان بادہ محبت سیراب ہو کر واصل الی اللہ ہو گئے غالباً ان کی نظر میں صرف یہی ایک کسر رہ گئی کہ حضرت والا نے خلافت کی بنچوں پر اسپیچ نہیں دی نہ جھنڈا لے کر کھڑے ہوئے اگر خدمت خلق کے یہی معنی ہیں تو یہ کہا جائے گا۔

هنياء لارباب نعيم نعيمهم
وللعاشق المسكين يا يتجرع

وہاں تو یہ مذاق ہے۔

دل آرامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

(جامع)

مواقع مشتبہ میں حق وباطل کا معیار

فرمایا کہ مواقع مشتبہ میں حق و باطل کا ایک معیار عجیب اور صحیح بتلاتا ہوں اگر کوئی عالم بھی نہ ہو تو اس معیار سے جانچ لے فرمایا جو چیزیں نئی ایجاد ہوں تو اس میں یہ دیکھو کہ اس کے موجد کون ہیں عوام ہیں یا علماء صلحاء تو جس چیز کے علماء اور صلحاء موجد ہوں جیسے مدرسہ خانقاہ دارالافتاء وغیرہ وغیرہ ان کا بنانا علماء کے دل میں آیا یہ دین ہے اور جس کے موجد عوام ہوں جیسے عرس فاتحہ، تیجہ دسواں وغیرہ وغیرہ کہ ان کا اجراء عوام کے ذریعہ ہوا یہ غیر دین ہے یہ ایسا معیار ہے کہ ہر نئے معاملہ کے حکم کو اس پر جانچ سکتے ہیں۔

عید میلاد النبیؐ میں شرکت ہمارے بزرگوں کا طریقہ نہیں

عید میلاد النبیؐ کے متعلق تذکرہ تھا تو فرمایا میں نے فلاں مدرسہ والوں کو لکھ دیا ہے کہ اگر آپ لوگ عید میلاد النبی میں شریک ہوں گے تو میں مدرسہ کے تعلق سے دست بردار ہو جاؤں گا اس پر مہتمم صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں کسی کا خیال نہیں مگر شہر میں چرچا ہے اور فلاں اخبار بھی لکھ رہا ہے میں نے ان کو لکھا ہے کہ تم کچھ مت کہو وہ جو چاہیں کریں

(مجلس کی طرف سے مخاطب ہو کر فرمایا) کہ موٹی بات ہے کہ اگر اس وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوتے کیا تب بھی ہم لوگوں کو ایسی مجالس میں جانے کی ہمت ہوتی؟ ظاہر ہے ہرگز نہ ہوتی جب یہ ہے تو ثابت ہو گیا کہ اس کو تو جانتے ہیں کہ یہ ہمارے بزرگوں کا طریقہ نہیں اور ہم ان کے مسلک سے جدا ہیں، رہے مصالح تو میں ان کی بابت یوں کہا کرتا ہوں کہ جب تک ان کو خوب نہ پیسا جائے اس وقت تک مزہ نہیں دیتے ظاہر ہے کہ اگر کوئی ترکاری میں مصالح بلا پیسے ڈالے تو خاک بھی مزہ نہ آئے گا۔

دعا کا ادب

فرمایا کہ دعا کا ادب یہ ہے کہ بندہ خود اپنی زبان سے اظہار حاجات کرے اگرچہ خدائے تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اگر بندہ اپنی زبان سے اظہار نہ کرے تو بندہ کا عجز و نیاز کیسے ظاہر ہو حالانکہ دعا میں زیادہ تر یہی مقصود ہے مولانا رومیؒ نے اپنی مثنوی میں اس کا خوب اظہار کیا ہے ؎

اے ہمیشہ حاجت مارا پناہ
بار دیگر ما غلط کردیم راہ
لیک گفتی گرچہ میدانت سرت
زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
اے کمینہ بخششت ملک جہاں
من چہ گویم چوں تو میدانی نہاں
حال ماوایں خلائق سر بسر
پیش لطف عام تو باشد بدر

عورت کی نسبت باطنی کا ایک واقعہ

فرمایا کہ اگر کسی عورت کو نسبت باطنی حاصل ہو جاتی ہے تو نہایت لطیف اور عجیب ہوتی ہے۔ ایک بزرگ بی بی کا واقعہ ہے کہ لوگ بارش کی دعاء کو ان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے اٹھ کر اپنے چبوترہ کو جس پر وہ نماز پڑھا کرتی تھی اپنے سر کے بال

کھول کر جھاڑو دینا شروع کی جب جھاڑو دے چکی تو آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یوں عرض کیا کہ جھاڑو تو میں نے دیدی چھڑکاؤ آپ کر دیجئے بس یہ کہنا تھا کہ موسلا دھار بارش ہونا شروع ہو گئی عجز و نیاز عجیب چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نیاز پسندی کا ایک عجیب واقعہ

فرمایا کہ سندیلہ کا واقعہ ہے کہ وہاں لوگوں نے استسقاء کی نماز پڑھی لیکن بارش نہ ہوئی ایک روز وہاں کی بازاری عورتیں وہاں کے رئیس چودہری کے پاس گئیں اور کہا کہ آپ لوگوں کی دعا میں تو اثر ہے اور قابل قبول ہے پھر جو بارش نہیں ہوئی تو اس کا سبب ہمارا منحوس فرقہ ہے جس کے گناہوں کی وجہ سے بارش نہ ہوئی ہم چاہتے ہیں کہ جنگل میں جا کر ہم بھی اپنے مولا کے سامنے عجز و زاری کریں اور توبہ کریں آپ کے پاس یوں آئے ہیں کہ آپ اس کا انتظام کر دیجئے کہ کوئی مرد ہمارے مجمع کی طرف جا کر ہمیں بری نظر سے نہ دیکھے چودھری نے ان کی حسب خواہش اس کا انتظام کر دیا کہ کوئی شخص ان کے مجمع کی طرف نہ جائے بس سب جمع ہو کر جنگل میں پہنچیں اور نماز جیسی الٹی سیدھی آتی تھی پڑھی اور پھر انہوں نے رونا شروع کیا اس قدر روئیں کہ جس کی حد نہیں بس یہ حال ہوا کہ آنے نہ پائیں تھیں کہ بارش موسلا دھار ہونا شروع ہو گئی ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اب کیا منہ لے کے ناز کرے۔ صاحبو وہاں نیاز بہت پسند ہے ۔

خویش را رنجور ساز و زار زار
تاترا بیروں کنند از اشتہار

اکثر عورتوں میں تکبر نہیں ہوتا

فرمایا کہ اکثر عورتوں میں تکبر نہیں ہوتا ہے میں نے اپنے گھر میں دیکھا کہ ماما کو اپنے سرہانے بٹھا رکھا ہے اس پر میں نے ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے اس سے ان کے اخلاق خراب ہوں گے مگر ان کو تو کچھ بھی اس کا خیال نہ ہوا۔

بوڑھے بہ نسبت جوانوں کے زیادہ خطرناک ہیں

فرمایا کہ عورتوں کی خدمت کا میرے اوپر خاص اثر ہوتا ہے۔ لونڈیوں کی طرح

خدمت کرتی ہیں ہر وقت کام کرتی پھرتی ہیں۔ اگر یہ اپنی شان جاننے کے بعد خدمت کرتی تو بڑی دور پہنچتی ان کی خدمت پر میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو اپنا محتاج الیہ ہونا معلوم نہیں۔ ورنہ مردوں کو حقیقت نظر آجاتی۔ حدیث میں جو آیا ہے حبب الی ثلث النساء والطیب او کما قالؐ ان کے حرکات وسکنات و ملکات قابل توجہ ہیں۔ حضور سے زیادہ صحیح ادراک کس کا ہوگا سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو پسند کیا ہے جس کی وجہ شہوت نہیں اگر شہوت ہوتی تو جوانی میں ہوسکتی ہے سو اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کافی وقت ایک بوڑھی بی بی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گذرا البتہ ہمارا ادراک بڑھاپے میں شہوت سے خالی نہیں چنانچہ جوانی میں تو اس کا پتہ نہیں چلا مگر اب بڑھاپے میں سمجھ میں آتا ہے اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ بوڑھے بنسبت جوانوں کے زیادہ احتیاط کے قابل ہیں کیونکہ ان کو محاسن دقیقہ کا صحیح ادراک ہوتا ہے اور ادراکات جاذب تعلق ہوتے ہیں اس لئے ان کے تعلقات قوی ہوتے ہیں بخلاف جوانوں کے کہ ان کو آب ریزی کے بعد ایسا تعلق نہیں رہتا اس لئے بوڑھے بنسبت جوانوں کے زیادہ خطرناک ہوئے ان سے پردہ بہت ضروری ہے سہارنپور میں میں نے اس مضمون کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا تھا۔ ایک بڑے میاں بہت رو رہے تھے۔

دین کے پردے میں دنیا حاصل کرنا مضر ہے

فرمایا کہ دنیا کے لباس میں دنیا حاصل کرنا اتنا مضر نہیں جتنا کہ دین کے پردہ میں دنیا حاصل کرنا مضر ہے۔

اتباع حق کا اثر

فرمایا کہ ایک مولوی لاہوری کے مسلک تفسیر کے رد میں میں نے ایک مضمون لکھا تھا اس کو ایک مدرسہ والے مولوی خود چھاپنے کے لئے مجھ سے لے گئے تھے وہاں جا کر انہوں نے ان مفسر کے ایک خط سے متاثر ہو کر لکھا کہ اس کو چھاپا نہ جائے بلکہ ان کو بلا کر سمجھا دیا جائے میں نے کہا کہ بھائی میرا مضمون مجھے دیدو میں خود چھپوا لوں گا۔ کیوں کہ اہل مدارس کی نظر مصالح پر ہوتی ہے اور میں اس کو سالن کے مزہ دار کرنے کے لئے

خوب پیتا ہوں اس کے بعد ان مفسر مولوی صاحب نے لکھا کہ تم نے میرا رد لکھا ہے اگر میں نے بھی رد لکھا تو کیا عزت رہ جائے گی میں نے کہا کہ کسی خاص کا نام لے کر تو لکھا نہیں۔ جس کا ایسا خیال ہو وہی اس کا مخاطب ہے اگر تم ایسے ہو تو تم ہی مخاطب ہو میں نے حق سمجھ کر لکھا ہے آپ شوق سے رد لکھیں ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔ پھر وہ خاموش ہو گئے بلکہ اس کے بعد انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی میرے پاس اصلاح کے لئے بھیجی (مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) اتباع حق کا یہ اثر ہوتا ہے جو ابھی ذکر ہوا اور جو شخص سب کو راضی کرنا چاہتا ہے وہ سب کو ناراض کر دیتا ہے ؎

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت
بہر درکہ شد ہیچ عزت نیافت

(جامع)

اور جو ایک کو راضی کرنے میں فکر کرتا ہے وہ سب کو اس کا مطیع کر دیتے ہیں۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

(جامع)

انسان اپنی فکر میں پڑے دوسروں کی فکر میں نہ پڑے

فرمایا کہ میرا ایک خاص مذاق ہے وہ یہ کہ اپنی فکر میں پڑے دوسروں کی فکر میں نہ پڑے (جامع کہتا ہے کسی بزرگ کا قول ہے کہ انہوں نے اپنے مرید سے فرمایا تھا کہ بیٹا دوسروں کے جوتوں کی فکر میں اپنی گٹھڑی نہ کھو بیٹھنا)

ندوہ اور دیوبند میں فرق

فرمایا کہ ایک ندوی مولوی صاحب نے ایک کتاب جس کا نام صحیح یاد نہیں میرے دیکھنے کو بھیجی تھی جو انہوں نے خود لکھی تھی اس میں ایک مقام مجھ کو بہت پسند آیا لکھا تھا کہ اس کی کوشش کرنا کہ نقلیات کو معقولات پر منطبق کریں اور دلائل عقلیہ سے ثابت کریں یہ سخت غلطی ہے کیونکہ مذہب ایمان اور انقیاد محض کا نام ہے اس میں رضا و تسلیم

کے سوا کچھ نہیں اور معقولات میں دلائل عقلیہ اور نظریہ کی ضرورت ہے مگر اس میں انہوں نے دلیل عقلی کے غیر ضروری ہونے کی کوئی تفصیل نہ لکھی تھی۔ جس سے ہر مذہب والا یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا مذہب حق ہے کیونکہ اب دلیل عقلی کی تو حاجت ہی نہیں رہی بس ندوہ اور دیو بند میں یہی تو ایک فرق ہے اب یہاں اہل دیو بند کی ضرورت ہے وہ یہ کہیں گے کہ اس کے ساتھ یوں اور لکھا جاتا ہے کہ واقعی فروع میں تو ایسا ہی ہونا چاہیئے ان میں دلائل عقلیہ نظریہ کی ضرورت نہیں لیکن اصول میں دلائل عقلیہ کی ضرورت ہے خدا کا خدا اور رسول کا رسول ہونا تو ہم دلائل عقلیہ سے ثابت کر دیں گے لیکن فروع میں تفویض محض ہوگی ہاں یہ کہنا ہوگا ۔

جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یوں ہی سہی
آپ کی یوں ہی خوشی ہے مہرباں یونہی سہی

اور اہل مذاہب باطلہ اپنے اصول پر دلیل عقلی صحیح قائم نہیں کر سکتے۔

مختلف مدارس پر اکبرالہ آبادی کا تبصرہ

فرمایا کہ اکبر نے مدارس میں خوب موازنہ کیا ہے ۔

ہے دل روشن مثال دیوبند
اور ندوہ ہے زبان ہوشمند
اب علی گڑھ کی بھی تم تشبیہ لو
ایک معزز پیٹ اس کو مان لو

علی گڑھ والوں کے سامنے جو اکبر کا کلام پڑھا جاتا ہے تو ہنستے ہیں کیونکہ ان کو ظریف مانتے ہیں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ حیدر آباد میں انہٹہ کے ایک پیر ہیں انہوں نے ایک کامدار جوتہ بنا رکھا ہے جو رئیس ان کے پاس آتا ہے بس چار پانچ اس کے رسید کرتے ہیں وہ لوگ خوش ہوتے ہیں (کیونکہ وہ پہننے کا نہیں ہے) ایسے ہی اکبر کا کلام ان لوگوں کے لئے ان پیر صاحب کے کامدار جوتہ کے مشابہ ہے کہ کامدار ہے۔

حضرت عبدالعزیز دباغ کا ایک واقعہ

فرمایا کہ ایک بزرگ جن کا نام عبدالعزیز دباغ ہے بڑے صاحب کرامت و خوارق ومقبول ومشہور گذرے ہیں کچھ پڑھے لکھے بھی نہ تھے ان کے ملفوظات ان کے بعض مریدوں نے جمع کئے ہیں نہایت عجیب وغریب ہیں ابریز نام ہے۔ ان کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذرا جھک کر چلتے تھے جیسے کوئی اوپر سے نیچے کو جاتا ہو اور یہ بھی پوچھا گیا کہ معلوم نہیں کیسی رفتار ہوگی ہم اس کے مشاہدے سے محروم ہی رہے انہوں نے فرمایا کہ کل تم فلاں جنگل میں آجانا۔ اگلا دن ہوا تو سب لوگ اس جنگل میں جمع ہوئے۔ آپ نے ایک خاص انداز سے چل کر دکھلایا۔ بس ناظرین کا یہ حال تھا کہ سب کے حواس باختہ تھے کسی کے ہوش بجا نہ تھے ایک تحیر کا عالم تھا کسی محبوب کی بھی رفتار ایسی نہ ہوگی۔

کسی کمال کی بدولت اکمل سمجھنا تو جائز ہے مگر افضل سمجھنا جائز نہیں

فرمایا کہ ایک مرتبہ متعدد علماء کا مجمع تھا اور کبر وتواضع کے متعلق اس پر بحث تھی کہ ایک عالم اپنے کو جاہل سے کمتر کیونکر سمجھ لے۔ یہ تو تکلیف مالایطاق ہے کیونکہ جب علم وفضل پڑھا ہے تو یہ کیسے سمجھے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ایک حافظ اپنے کو غیر حافظ کیسے سمجھ سکتا ہے (ہمارے حضرت نے نہایت جامع اور مختصر جواب فرمایا) کہ کسی کمال کے سبب اکمل سمجھنا تو جائز ہے مگر افضل بمعنے مقبول سمجھنا جائز نہیں پس یہ سمجھنا کہ میں عالم ہوں کوئی حرج نہیں مگر اس پر اپنے کو مقبول عنداللہ سمجھنا یہ بڑا خطرناک ہے بس یہ سمجھے کہ ممکن ہے کہ باوجود اس کے جاہل ہونے کے اس میں کوئی ایسی خوبی ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے اور ہم گو بڑے عالم ہوں مگر ہم میں کوئی ایسی برائی ہو جس سے ہم ان کو پسند نہ آئیں پھر ہم کس کام کے۔

صبر افضل ہے یا شکر؟

فرمایا کہ صبر افضل ہے یا شکر؟ اس میں علماء میں اختلاف ہوا ہے بعض شکر کو افضل کہتے ہیں اور بعض صبر کو اور ہر ایک کے پاس دلائل ہیں میرے خیال میں اس میں

تفصیل کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بعض مواقع میں تو شکر افضل ہے اور بعض میں صبر جیسا کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں بیوی کے بوسہ کی اجازت چاہی تو آپ نے منع فرما دیا اور دوسرے نے اجازت چاہی تو اجازت دیدی بات یہ ہے کہ مخاطب کے اختلاف سے احکام میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

ہر موقع کا حکم جدا ہے (کیونکہ پہلا اجازت مانگنے والا شخص جوان تھا جس کا حد پر رہنا دشوار تھا ممکن تھا کہ نوبت بجماع پہنچے اس لئے اسے منع فرما دیا۔ اور دوسرے سے اس قسم کا اندیشہ نہ تھا اس لئے اس کو اجازت دیدی۔ جامع) اس اختلاف مذاق کا تربیت میں لحاظ کرنا بڑے محقق کا کام ہے ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص سے دوام نہ ہو سکے اس کا یہی دوام ہے کہ کبھی کرے کبھی نہ کرے یہ بھی ایک قسم کا دوام ہی ہے اس پر ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ وہ دوام تھوڑا ہی ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فضیلت فرمائی (ہمارے حضرت نے فرمایا)

مولانا نے جن خاص مذاق والے لوگوں کے لئے فرمایا ہے ان کا یہی علاج ہے وہ لوگ وہ ہیں کہ دوام کی کوشش کرتے ہیں اور ناکام رہتے ہیں ان کو تشفی کی ضرورت ہوتی ہے جو معین ہوتی ہے دوام مطلوب میں اس کو عارفین سمجھتے ہیں مصلحین کے جو ایسے خلاف ظاہر اقوال ہیں انہوں نے خاص خاص موقعوں پر جیسا مناسب ہوا ہے فرمایا ہے وہ تحقیقات نہیں ہیں معالجات ہیں آپ لوگوں کی اس پر تو نظر ہے نہیں ویسے ہی اعتراض کر دیتے ہیں ایک طبیب کا واقعہ یاد آیا کہ کسی مریض کو نسخہ لکھ کر دیا وہ اس کاغذ ہی کو جوش دے کر گھول کر پی گیا اور اگلے دن پھر آیا اور کہا کہ حکیم صاحب اس نسخہ سے فائدہ ہوا ایک اور نسخہ لکھ دیجئے حکیم صاحب نے کہا کہ نسخہ دکھلاؤ تو کہا کہ وہ تو گھوٹ چھان کر پلا دیا۔ اس پر حکیم صاحب نے کچھ نہ کہا (تا کہ اس کا اعتقاد خراب نہ ہو یہ رعایت ہے مذاق کی) اور دوسرا نسخہ لکھ دیا اور کہا کہ اگر کچھ کمی رہ جائے تو اور لکھوا لینا۔ اس کے بعد ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ان سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ نفیسی سدیدی میں کہاں لکھا ہے بات یہ ہے کہ بعض مواقع پر غیر دوا کو دوا بنانا بھی معالجہ ہے اب جیسے یہاں غیر دوا کو دوا بنانا اس

کا معالجہ تھا ایسے ہی غیر دوام کو دوام بتانا خاص اس شخص کا معالجہ ہے۔

بزرگوں کی محبت سے علوم درسیہ میں بھی اضافہ ہوتا ہے

فرمایا کہ جب مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی یہاں آنے لگے تو ایک صاحب نے ان سے کہا کہ درسیات چھوڑ کر کہاں وقت ضائع کرنے جاتے ہو میں نے سن کر ان سے پوچھا کہ بھائی سچ کہنا کہ یہاں آ کر تمہارے علوم درسیہ میں بھی کچھ اضافہ ہوا یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بہت کچھ ہوا میں نے کہا کہ بس اس معترض کا یہی جواب ہے۔

عارف کا ہذیان بھی عرفان ہوتا ہے

فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ عارف کو اگر ہذیان بھی ہوتا ہے تو وہ بھی عرفان ہی ہوتا ہے مولوی محمد اسحاق صاحب ایک میرے دوست ہیں ان کو ایک مرتبہ بہت زور کا بخار چڑھا اس میں ایک مسئلہ بیان کیا کہ حدیث میں آتا ہے المومن لاینجس اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ جنابت کی حالت میں آپ سے ہٹنے لگے تو آپ نے فرمایا المومن لاینجس اور قواعد فقہیہ سے ہے المیت ینجس (چنانچہ قبل غسل میت کے پاس تلاوت قرآن شریف کو فقہاء نے ناجائز کہا ہے اور بعد غسل جائز ہے کیونکہ میت ایسا نجس نہیں کہ بعد غسل بھی ناجائز ہی رہے)

تو ثابت ہوا المومن لایموت بس مقولہ مشہورہ روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا الا ان اولیاء الله لایموتون اور گو اس میں کچھ عملی خدشہ ہی ہے مگر ایسی حالت میں ایسا استدلال عجیب ہے۔

مروجہ رسموں سے منع کرنے پر وہابیت کا الزام

فرمایا کہ ایک صاحب اپنا مشاہدہ بیان کرتے تھے کہ مکہ میں ایک بڑی مسجد میں دیکھا کہ دو محدث حدیث پڑھا رہے تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہر ایک نے اپنے مجمع کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھی راوی نے ایک محدث سے پوچھا کہ آپ نے ایک ہی جگہ نماز کیوں نہیں پڑھی تو بس خفا ہو گئے اور کہنے لگے انت وھابی۔ ایک بڑے عالم جو مکہ کے رہنے والے اور حرم کے مدرس تھے ان کا قصہ ہمارے مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ وہ سونے

کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے جب میں نے ان سے سوال کیا تو کہا انت وہابی حضرت نے فرمایا کہ بعض جگہ وہابیت ایسی سستی ہے کہ جو رسمیں مروج ہو گئی ہیں اگر ان کو منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں انت وہابی۔

صاحب تدارک سے ظلم کی شکایت نہ کرنا بھی ظلم ہے

فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کو ظلم کرتا ہوا دیکھے اور پھر وہ اس کے بڑے سے (جو اس کا تدارک کر سکتا ہے) نہ کہے تو ظلم کا معاون شمار کیا جائے گا۔

لفظ ''جور'' کے معنی

فرمایا کہ جور کے معنی بے راہی کے ہیں جو راہ متوسط سے کچھ ہٹ جائے تو وہ جائز ہے۔ جور کے معنی ظلم کے نہیں مثلاً ایک صحابیؓ نے اپنے ایک بیٹے کو کچھ دیا اور دوسرے کو نہیں دیا تو آپ نے اس وقت فرمایا انی لا اشھد علی جور حالانکہ یہاں ظلم نہیں تھا عدل کے معنی راہ متوسط پر رہنا اور ظلم کے معنی راہ متوسط سے قدرے ہٹ جانا۔

اکثر مالداروں میں تہذیب حقیقی نہیں ہوتی

فرمایا کہ ایک شخص نے سوا پندرہ روپے بھیجے ہیں اور خط میں لکھا ہے کہ ۱۲ روپے تو مدرسہ کو اور سوا تین روپے آپ کو اور اگر آپ نہ لیں تو یہ بھی مدرسہ میں داخل کر دیں میں نے جو بلا تشقیق تھے یعنی بارہ روپے مدرسہ میں داخل کر دئے اور جن میں تشقیق تھی وہ واپس کر دئے اور لکھا کہ مدرسہ ایسی چیز نہیں ہے کہ جو چیز ایک جگہ سے مردود ہو وہ مدرسہ میں دی جائے اب ان کی آنکھیں کھلی ہوں گی (ہمارے حضرت نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اکثر مالداروں میں تہذیب حقیقی نہیں ہوتی محض عرفی ہوتی ہے کیا کہا جائے دین کا کام کرنے والوں کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں بھلا کلکٹر کو بھی کوئی ایسا لکھ سکتے تھے بس فرق یہ ہے کہ حکام کی تو عظمت ہے اور علماء کی عظمت نہیں اس کے سوا اور کوئی فرق بیان ہی نہیں کر سکتا۔

لوگ حکام کے سامنے تہذیب سے پیش آتے ہیں اور یہاں بدتہذیبی سے ورنہ یہ لوگ کم سمجھ نہیں باقی اس کا سبب ایک اور بھی ہے کہ ہم نے ہی مالداروں کے ساتھ

رعایت کا معاملہ کر کے بگاڑا ہے وہ یوں سمجھ گئے کہ جس طرح ان لوگوں کو دیں گے لے لیں گے اہل حاجت ہیں اور اگر کسی کے مزاج میں غیرت اور احساس ہو تو اس کا نام نازک مزاج رکھا جاتا ہے ایسے ہی ایک شخص ایک گاؤں سے دو بھیلی لایا میں نے قبول کر لی اور گھر کو بھیجنے لگا۔ جب کچھ دور لے کر آدمی نکل گیا تو اس نے کہا کہ ایک مدرسہ کے لئے لایا ہوں اور ایک آپ کے لئے مجھے اس پر بڑی غیرت معلوم ہوئی اور اس آدمی کو بلا کر دونوں بھیلی اس کے سپرد کر دیں اور کہا کہ تمیز سیکھ کر آؤ۔ رہا مدرسہ میں نہ لینا چونکہ اس نے طریقہ ذلت کا اختیار کیا تھا اس لئے نہیں لی۔

ادب کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں

ایک صاحب مجلس میں دونوں گھٹنے ٹیک کر کے پنجے آگے بڑھا کر بیٹھے تھے ان کو اس پر تنبیہ فرمائی اور مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک مرتبہ دو لڑکے چار پائی پر لیٹے تھے میں ان کے پاؤں کی طرف فرش پر بیٹھ کر کام کرنے لگا وہ مجھے دیکھ کر اٹھنے لگے تو میں نے کہا کہ لیٹے رہو انہوں نے کہا یہ تو ادب کے خلاف ہے میں نے کہا کہ جب ادب کا وقت ہوگا ہم خود بتلائیں گے اس وقت بے ادبی کرو گے تو مرمت ہوگی جب وہ بڑے ہو گئے تو بڑے مہذب تھے۔

ہمارے بزرگ خلوت عرفیہ میں رہنے کو پسند نہیں کرتے

فرمایا کہ ہمارے بزرگ خلوت عرفیہ میں رہنے کو پسند نہیں کرتے تھے مولانا گنگوہیؒ سے میں نے ایک مرتبہ اپنے بارے میں پوچھا کہ میرا جی یوں چاہتا ہے کہ سب سے علیحدہ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاؤں تو فرمایا کہ ہمارے بزرگوں نے ایسا نہیں کیا اس سے شہرت ہوتی ہے مولانا گنگوہیؒ تھوڑی سی دیر کے لئے حجرہ میں تنہا بیٹھتے تھے مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا دیوبندیؒ نے بھی کبھی گوشہ نشینی اختیار نہیں کی۔ ہاں مولانا رائپوریؒ نے معتد بہ وقت خلوت کا نکال رکھا تھا (ہمارے حضرت نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا میں تو سب کے سامنے بیٹھتا ہوں تاکہ لوگوں کے عقیدے خراب نہ ہوں بعضوں کا عقیدہ ہوتا ہے کہ حضرت خلوت میں عرش و کرسی کی سیر کر رہے ہوں گے ہاتھ پاؤں بھی

الگ الگ ہوں گے (اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ کو تو بعضے اب بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ رات میں سوتے ہوئے ہاتھ پاؤں الگ ہو جاتے ہیں) فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ اس جہالت کا بھی کوئی علاج ہے اسی وجہ سے تو میں نے اپنی وصایا میں اپنی سوانح عمری لکھنے کو منع کر دیا ہے کہ لوگ زندگی میں تو یہ بہتان لگاتے ہیں بعد میں تو کیا کچھ نہ کریں گے)

اور باہر بیٹھنے میں مصلحتیں بھی ہیں کہ کسی کو ملنے کی فوری ضرورت ہو تو وہ کیسے پوری ہو کیونکہ حضرت تو حجرہ میں بند ہیں اور میں تو ڈاک بھی مجمع میں لکھتا ہوں کیونکہ اس میں اجزاء متفرقہ ہوتے ہیں مسلسل مضمون نہیں ہوتا۔ ہاں وعظ کی نظر ثانی یا کسی تصنیف کے وقت یہ چاہتا ہوں کہ کوئی میرے پاس نہ ہو گو میں سب کے سامنے بیٹھا رہوں کیونکہ اس میں خیالات کے مجتمع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ مجمع سے منتشر ہوتے ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ کا کھانا کھلانے سے متعلق ایک قول

فرمایا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ کسی کا کھاتے ہوئے وہ شرماتا ہے جس کا کسی کو کھلانے کا ارادہ نہ ہو باقی اپنے اصول و مصالح الگ ہیں۔

قوت بازو سے کمانا عار نہیں

ایک صاحب ایک خط لے کر آئے اور اس میں یہ درخواست تھی کہ میرے والدین مجھ کو کھانے پینے کو نہیں دیتے آپ کوئی عمل کر دیجئے جو وہ کھانے کو دینے لگیں (یہ صاحب تیس سال کی عمر رکھتے تھے اور ہاتھ پاؤں سے صحیح و تندرست تھے) فرمایا کہ بھائی اللہ نے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں ان سے کام کرو اگر ماں باپ مر گئے تو کیا کرو گے۔ اس سے ابھی سے کام کرنا شروع کرو (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ حیدر آباد میں ایک لڑکے کی دو ہزار روپیہ کی تنخواہ ہے وہ ایک جگہ میرے ساتھ دعوت میں بھی شریک تھا۔ دیکھئے ایک لڑکا اور اپنی قوت بازو سے کماتا تھا پنجابی یعنی بساط خانہ کے تاجر لوگ جو تمول میں مشہور ہیں وہ بھی اپنے بچوں کو نوکری وغیرہ کراتے ہیں عار نہیں کرتے بنئے ایک پتی تجارت میں شروع ہی سے اپنے بچے کی کر دیتے ہیں اسی میں شادی بیاہ کرتے ہیں آج

کل کے لوگ واجد علی شاہ کے عہدیوں کی طرح کچھ کرنا ہی نہیں چاہتے بس یہ چاہتے ہیں کہ روزانہ من وسلوٰی آسمان سے اتر آیا کرے۔

بیویوں میں عدل کرنا واجب ہے

فرمایا کہ اگر کوئی ہدیہ دو عدد ایک چھوٹا ایک بڑا لاتا ہے تو مجھے گھروں میں تقسیم کرنے کے وقت عدل میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی ڈلیاں لایا ایک چھوٹی ایک بڑی تو میں اسے کیسے تقسیم کروں بس اسی سے کہتا ہوں کہ بھائی تم میری ملک نہ کرو کیونکہ میرے اوپر عدل واجب ہے اور تمہارے اوپر عدل واجب نہیں تم ہی مقرر کر دو کہ کونسی بڑے گھر اور کون سی چھوٹے گھر بھیجی جائے ایسے ہی دھوبی کو اپنے دھونے کے کپڑے بھی خانقاہ سے دیتا ہوں کیونکہ یہ یاد رکھنا دشوار ہے کہ پہلے کس کے یہاں سے گئے تھے اور اب کس کے یہاں سے جانا چاہیئے اور کپڑے درزی کو سلوانے کے لئے بھی یہیں سے دیتا ہوں اور ایسے ہی پہلے جب زنانہ میں جاتا تھا تو جتنے منٹ ایک مکان میں ٹھہرتا تھا گھڑی کے حساب سے اتنے ہی منٹ دوسرے مکان میں ٹھہرتا تھا مگر اب اس میں توسع ہو گیا۔ کیونکہ گھر والوں نے خود اس میں رواداری کر دی۔

عرفی کے ایک شعر کی تشریح

فرمایا کہ سنا ہے مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے عرفی کے اس شعر پر تکفیر کی ہے ۔

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوث تو ولیلائے قدم را

گو قدم بالزمان ہی مراد ہے حدوث بالذات کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے مگر ایسے قدم کا قائل ہونا بھی شرک ہے ہمارے حضرت نے فرمایا البتہ اس میں یہ توجیہہ ہو سکتی ہے کہ اس نے اولیت کو قدم سے تعبیر کیا ہو اور حضور کے لئے اس کا حکم صحیح ہے جیسے حدیث میں ہے اول ماخلق اللہ نوری.

غصہ کی حالت میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے

ایک صاحب اپنے بچہ کو لے کر حاضر ہوئے اور ایک معلم صاحب کے زیادہ مارنے کی شکایت کی اس پر ان کو بلایا گیا تنبیہ شرعیہ کے بعد حضرت نے ان سے فرمایا کہ جب تم کو مارنے کو منع کر دیا ہے (اس کے قبل بہت سختی کے ساتھ ممانعت کر دی گئی تھی) پھر تم نے خلاف کیوں کیا اس پر انہوں نے کوئی معقول جواب نہیں دیا حضرت نے ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیا اور فرمایا تمہارا فیصلہ مہتمم صاحب کے آنے پر ہوگا (مہتمم صاحب باہر گئے ہوئے تھے طلباء سے مارنے کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ چھٹی کا وقت آ گیا اس پر اس کو بیحد مارا اور گلا دبا لیا تھا جس سے گلے پر نشان پڑ گئے تھے) یہ سن کر فرمایا یہ تو جنون ہے کہ ذرا سی بات پر اس قدر سزا اسی واسطے حدیثوں میں آتا ہے کہ آدمی کو بلا نکاح نہیں رہنا چاہئے (یہ معلم مجرد تھے) ایسے آدمی کا غصہ سب دماغ ہی میں بھرا رہتا ہے ہنس کر فرمایا کیا کیا جائے اس زمانہ میں بیوی بھی تو دقت سے ملتی ہے (یہ معلم سن رسیدہ تھے) ایک بڈھے سے کسی نے پوچھا تھا کہ بڑے میاں بیوی کیوں نہیں کرتے کہا کہ جوان مجھے پسند نہیں کرتی اور بوڑھی کو میں پسند نہیں کرتا اب نکاح کس سے کروں وہ معلم صاحب ابھی مجلس ہی میں تھے کہ حضرت نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو یہاں رہنے کی تو اجازت ہے لیکن جب تک یہاں رہو میرے سامنے نہ پڑھاؤ اور طلباء کو فرمایا کہ تم ان کے پاس نہ پڑھو مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس وقت مختتم فیصلہ نہ کرنے کا راز یہ ہے کہ حدیثوں میں غصہ کے وقت فیصلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے اس لئے میں ایسے امور میں غصہ کے وقت کبھی فیصلہ نہیں کرتا۔ بعد رفع غیظ جب تک تین تین چار چار مرتبہ غور نہیں کر لیتا کہ واقعی بھی یہ اس سزا کا مستحق ہے جب تک سزا نہیں دیتا (پھر ان کو اپنے پاس سے اٹھا کر ایک دوسرے معلم کو جو کہ نو عمر تھے بلایا جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا) کہ معلوم ہوا تم بھی بچوں کو مارتے ہو اس کا صحیح اور معقول جواب دو تاویلات کو ہرگز نہ مانوں گا یہ بتلاؤ کہ جب میں نے منع کر دیا ہے تو پھر کیوں مارتے ہو یہ شرارت نفس کی ہے یا نہیں انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں بیشک شرارت نفس کی ہے تو فرمایا کہ اچھا طلباء کے

سامنے حوض پر کان پکڑ کر چلو کیونکہ میں نے تم کو خلوت میں عزت سے سمجھایا تھا اس کو تم غنیمت نہیں سمجھے واقعی دنی الطبع بلا سختی کے نہیں مانتا (وہ صاحب حوض پر کان پکڑ کر چلے) مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس سے طلباء پر مدرس کی بے رعبی ضرور ہوگی۔ مگر میں کیا کروں میں نے ہر چند چاہا کہ یہ میرا کہنا مان جائیں مجبوراً یہ عمل اختیار کیا ہے (پھر ان صاحب کو حوض پر سے بلایا اور فرمایا کہ قرآن شریف لاؤ وہ صاحب قرآن شریف لے آئے تو فرمایا کہ اس پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ خدا کی قسم اب سے کسی بچہ کو نہ ماروں گا اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو کام چھوڑ دو ہم اپنا انتظام خود کر لیں گے میں نے تمہارے واقعات گھر پر بچوں کو بلا کر مارنے کے اور ایسے مارنے کے کہ وہ بیہوش ہو گئے سنے ہیں تم کو اس قدر مارنے کا کیا حق ہے بلا کسی کے اذن کے مارنے کا حق یا والدین کو ہے یا حاکم کو یہ تیسرے میاں جی بیچ میں کہاں سے آگئے تمہارے ذمے پڑھانا ہے علم آجانا تھوڑا ہی ہے فقہاء نے اس کو خوب سمجھا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عقد اجارہ میں یہ کہے کہ اتنا حساب یا پڑھنا مجھے آجائے تو یہ دوں گا تو یہ اجارہ باطل ہے اور اگر یہ کہا کہ سکھاؤ پڑھاؤ خواہ نہ آئے تو یہ جائز ہے کیونکہ استاد کے اختیار میں سکھلانا پڑھانا ہے آجانا نہیں ہے کم بختوں کو راحت کی بات بتلاتا ہوں مگر وہ تمام کام اپنے ذمے سمجھتے ہیں کہ پڑھانا بھی ہمارے ذمے ہے گھر سے بلوانا بھی ہمارے ذمے ہے اور جنتی بنانا بھی ہمارے ذمے ہے بھائی یہاں تو تم کو کسی کی باز پرس کا ڈر نہیں کوئی اہل شوریٰ نہیں کچھ نہیں صرف ایک ہی واسطہ ہے اگر کوئی نہ پڑھے تو تم اس کی حالت لکھ کر مہتمم کو دیدو (مراد مولانا شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت مولانا مدظلہم العالی ہیں) وہ اگر مصلحت سمجھیں گے ان کے ماں باپ سے اطلاع کر کے خارج کر دیں گے۔ تم ماں باپ کا کام اپنے ذمے کیوں لیتے ہو ان کو اگر پڑھانا ہوگا اس کا مزاج آپ درست کر دیں گے دیکھو انگریزی مدارس میں مارنے کا قاعدہ بالکل نہیں ہے تو دنیا دار تو حقیقت کو سمجھیں اور دیندار طبقہ نہ سمجھے اور اب تو جبریہ تعلیم کا قاعدہ نکل آیا ہے دینی مکاتیب سے بعد ہو رہا ہے اس سختی سے تو بچے اور اچاٹ ہوں گے اور دینی تعلیم کو چھوڑ دیں گے ایسے وقت تو نہایت شفقت سے

کام لینا چاہیئے (پھر ان صاحب نے قرآن شریف پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی اور پکا عہد کیا۔ حضرت والا ڈاک لکھنے میں مصروف ہو گئے)

چندے کی مصلحت سے راہ حق چھوڑ دینا مضر ہے

فرمایا کہ آج کل چندوں کا فساد اس قدر ہو گیا ہے کہ لوگ ان چندوں کی مصلحت سے راہ حق کو چھوڑ کر راہ باطل اختیار کرنے لگے ایک قاری صاحب نے جو کہ ایک دینی مدرسہ میں مدرس ہیں جب ضاد صحیح پڑھنا شروع کیا ہے تو عوام تو بدظن ہو ہی گئے تھے تعجب یہ ہے کہ علماء مدرسہ نے بھی ان کو محض عوام کی خاطر سے کہ ان کی وحشت سے چندہ کم نہ ہو جائے روکا کہ کیا پڑھتے ہو ہمارے بزرگوں نے کبھی ایسا نہیں کیا (ہمارے حضرت نے فرمایا) یہ کیا واہیات بات ہے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں کیا ہمارے بزرگ غلط پڑھتے تھے مولانا محمد قاسم صاحبؒ تو کبھی امامت ہی نہ کرتے تھے ان کا تو میں نے سنا نہیں ہاں مولانا محمد یعقوب صاحب کا ادا سنا ہے بہت صحیح پڑھتے تھے اور قاری بھی تھے اور مولانا گنگوہیؒ کی بابت میں نے بھی سنا ہے اور مزید تقویت کے لئے ایک ماہر قاری صاحب سے پوچھا تھا کہ تم نے حضرت کا پڑھنا سنا ہے کہا ہاں میں نے دو مرتبہ حضرت کے ساتھ دور کیا ہے حضرت نہایت صحیح پڑھتے تھے اور حروف مخارج سے نکالتے تھے غرضیکہ ان قاری صاحب نے یہ واقعہ مجھے لکھا کہ لوگ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے میں نے لکھا کہ اگر اہل مدرسہ کو رازق سمجھتے ہو تو غلط پڑھو اور اگر خدا کو رازق سمجھتے ہو تو صحیح پڑھو بس چند دن میں سب ٹھیک ہو گئے (جامع کہتا ہے)

چراغش راکہ ایزد بر فروزد
ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

آج کل مدارس کی یہ حالت ہے کہ اہل چندہ کو معبود بنا رکھا ہے ہر قول پر ان کے یوں کہتے ہیں ۔

جو کہو گے تم کہیں گے ہم بھی ہاں یونہی سہی
آپ کی مرضی یونہی ہے مہرباں یوں ہی سہی

کسی حرام و حلال کی تمیز نہیں بھلا جب خدا اور رسول کی رضا مندی ہی حاصل نہ ہوئی تو مدرسہ کا وجود اور عدم سب برابر ہے بلکہ بعض اعتبارات سے عدم ہی بہتر ہے (حسب ارشاد مرشدی مدظلہم العالی دنیا کے لباس میں دنیا حاصل کرنا اتنا مضر نہیں ہے جتنا دین کے پردہ میں دنیا حاصل کرنا مضر ہے) آج کل مدارس کی حالت سوائے معدودے چند کے بس اس شعر کے مطابق ہے ۔

از بروں چوں گور کافر پر حلل
و اندروں قہر خدائے عزوجل

اکثر یہ ہوتا ہے کہ فلاں کام سے مدرسہ کے چندہ میں کمی ہو جائے گی عوام بدظن ہو جائیں گے فلاں رئیس صاحب چندہ بند کر دیں گے چاہے خدا اور رسول کے احکام کی کتنی ہی نافرمانی ہو جائے مگر عوام کے خلاف نہ ہو ۔

ترسم نرسی بہ کعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست

مہتممین اور منتظمین کی ظاہری حالت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ بس مدرسہ سے عزت و جاہ مقصود ہے کیونکہ مدرسہ نہ رہا تو اہتمام اور حکومت جاتی رہے گی۔ جب مدرسہ کا اجراء اشاعت دین و رضائے خدا و رسول کے لئے ہے تو اس سے آگے قدم نہ بڑھانا چاہئے حق غالب ہے کیونکہ اس کی شان ہے الحق یعلو ولا یعلی دل میں یہ پختہ نیت کر لو کہ جب تک یہ کام حدود شرعیہ کے تحت میں رہے (جس سے رضائے خداوندی حاصل ہوتی ہے اور مقصود بھی یہی ہے) تو کریں گے اور جس دن ایسا نہ رہا اس دن چھوڑ دیں گے (کیونکہ اب مقصود فوت ہو گیا) قاعدہ ہے اذافات الشرط فات المشروط حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قلمی گرامی نامہ مکاتیب رشیدیہ کے آخر میں تحریر ہے جس کو مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہما کے نام جبکہ وہ مخالفین کی وجہ سے کچھ پریشان تھے تحریر فرمایا تھا اس میں ایک جملہ یہ بھی تھا کہ میرے عزیز وتم کیوں پریشان ہوتے ہو مدرسہ مقصود نہیں رضا مندی حق جل و علا مقصود ہے اور اس کے بہت

طرق ہیں منجملہ ان کے ایک مدرسہ بھی ہے اگر مدرسہ رہے تو کام کئے جاؤ اور اگر نہ رہے کسی اور جگہ بیٹھ کر کام کر لینا (ایک مرتبہ حضرت مرشدی مدظلہم العالی نے ایک واقعہ فرمایا کہ جب اہل دیو بند مجلس شوریٰ میں شریک ہونا چاہتے تھے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا تھا تو اس پر بہت شور تھا اور فتنہ کا اندیشہ تھا تو میں نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ حضرت دفع شورش کے لئے کیا حرج ہے۔ اگر ایک دو کو مجلس شوریٰ میں لے لیا جائے آخر تعداد تو ہمارے حضرات ہی کی زیادہ رہے گی اور کثرت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے تو جواباً مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ نا اہل کا ممبر بنانا معصیت ہے۔ جو سبب ہے ناراضی خدا و رسول کا اس لئے ہم نا اہل کو مدرسہ کا ممبر نہ بنائیں گے چاہے مدرسہ رہے یا نہ رہے۔ ہم کو رضا الٰہی مقصود ہے مدرسہ مقصود نہیں۔ جامع

آجکل لوگ اخباری خبروں پر شرعی حجتوں سے زیادہ بھروسہ کرتے ہیں

فرمایا کہ آج کل لوگ اخباری خبروں پر ایسا وثوق رکھتے ہیں کہ شرعی حجتوں پر بھی ایسا بھروسہ نہیں سمجھتے حالانکہ اخبار میں اس قدر غلط بیانی سے کام لیا جاتا ہے کہ جس کی کچھ انتہا نہیں ایک مولوی صاحب کا آج خط آیا ہے کہ جس مضمون پر آپ نے مجھے تنبیہ کی ہے وہ مضمون میں نے اخبار میں نہیں دیا ہے۔ حالانکہ اس میں ایک حرف بھی میرا نہیں ہے۔

عوام جن باتوں کی رعائت نہ کرسکیں اس کی اجازت دینا مضر ہے

فرمایا کہ ایک شخص کہتے تھے کہ فلاں مولوی صاحب نے عید میلاد النبیؐ کے متعلق لکھا ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے مگر جو مفاسد میلاد النبیؐ میں ہیں اس سے یہ مبرا ہونا چاہئے اور تخصیص یوم کی بھی نہ ہونا چاہئے۔ کبھی یکم۔ کبھی گیارہ کبھی بارہ پندرہ سولہ جب موقع ہوا کر دی ہمارے حضرت نے فرمایا بھلا عوام ان باتوں کی کب رعایت کر سکتے ہیں اور پھر آپ نے مفاسد کو بھی نہیں گنوایا کہ کن کن مفاسد سے مبرا ہونا چاہئیے ایک ہندو نے لکھا ہے کہ قطع نظر از مذہب و ملت سب مذاہب والوں کو دوسرے مذہب کے رہنما کی تعزیت و خوشی میں شریک ہونا چاہئیے اور میں بھی عید میلاد النبیؐ میں دوش بدوش ہوں ہمارے حضرت نے فرمایا۔ بس کل کو ہندوؤں کے رام لیلا و دیگر میلوں میں بھی مسلمان

خوشی سے شریک ہوا کریں گے اور یہ وہ مصالح زہر آمیز ہیں کہ خدا کی پناہ۔

لوگوں میں اصلاح طلبی کا سلیقہ بھی نہیں

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اس نے پہلے جواب کے لئے فقط ٹکٹ رکھا تھا پتہ کا لفافہ نہیں آیا۔ میں نے اس پر تنبیہ لکھی تھی پھر دوبارہ ایسے ہی آیا پھر تنبیہ کی۔ (کیونکہ حضرت والا کے یہاں کا معمول ہے کہ جواب کے لئے خود بھیجنے والا لفافہ پر اپنے ہاتھ سے اپنا پتہ لکھ کر رکھدے کیونکہ حضرت کو پتہ لکھنے کی فرصت کہاں جو لوگ وہاں رہے ہیں ان کو اس کا اچھی طرح اندازہ ہے کہ حضرت کس قدر کام کو انجام دیتے ہیں دوسرے یہ کہ اس میں پتہ غلط لکھے جانے کا بہت اندیشہ رہتا ہے۔ (جامع) تو آج آپ لکھتے ہیں اگر تکلیف ہوتی ہے تو کیا حرج ہے اللہ میاں بھی تو تکلیف دیتے ہیں میں نے دی تو کیا حرج ہے اگر آپ کو روحانی تکلیف ہوئی تو ثابت کیجئے اور اگر جسمانی ہوئی تو سب کو ہوتی ہے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اللہ میاں تو موت دیتے ہیں تم بھی گلا گھونٹ دیا کرو۔ بس جی لوگوں کو سلیقہ نہیں اور آپ کی اصلاح کی بھی درخواست ہے اور اس پر یہ نور برسایا ہے۔ اب دوسرے لوگ کیا جانیں بتلایئے ایسوں کی اصلاح کیسے ہو۔ میں نے ایک اصلاح کی تو آپ اس اصلاح پر میری اصلاح کرتے ہیں۔

آجکل مسلمانوں نے ظاہری شکل وصورت کو بھی بگاڑ لیا

فرمایا کہ آج کل مسلمانوں نے ظاہری صورت بھی ایسی بنالی ہے کہ جس سے ان کا مسلمان جاننا بھی دشوار ہے جب میں کانپور تھا تو ایک شخص مدرسہ میں چندہ دینے آیا اسے دیکھ کر مدرسہ کے لڑکے جمع ہو گئے کہ ہندو آیا ہے اتنے میں حافظ عبداللہ مہتمم آگئے انہوں نے سلام کیا اور پوچھا کہ اچھے ہو تب میرا تردد رفع ہوا میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ یا اللہ یہ ہندو مدرسہ میں چندہ دینے کیوں آیا ہے۔ ایسے ہی بریلی میں بھائی اکبر علی کے یہاں ایک تھانہ دار اور ایک تحصیلدار ملنے کو آئے تھے تھانہ دار تو مسلمان تھے مگر داڑھی منڈی ہوئی اور تحصیلدار ہندو مگر داڑھی خوب اچھی نوکر نے پان تحصیلدار صاحب کے سامنے لا کر رکھے وہ ہنسے تو نوکر سمجھ گیا پھر اس نے اٹھا کر تھانہ دار صاحب کے پاس رکھ دیئے بھائی

اکبرعلی مرحوم نے کہا کہ داروغہ جی بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک ادنیٰ آدمی بھی آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ مسلمانوں کی ایک خرابی ہو تو کہی جائے اب تو ہر ہر بات میں رونا ہے (جامع کہتا ہے

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اور

ایک روز کا رونا ہو تو رو کر صبر آئے
ہر روز کے رونے کو کہاں سے جگر آئے

تصویر دیکھنے کا شرعی حکم

فرمایا کہ اگر تصویر قصداً دل خوش کرنے کو دیکھے تو حرام ہے اور اگر بلاقصد نظر پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں ایک شخص نے سوال کیا کہ صنعت کے لحاظ سے دیکھے تو فرمایا کہ مصور کی صنعت تو کیا چیز ہے صانع حقیقی کی بعض مصنوعات کو بھی دیکھنا حرام ہے جیسے امارد و نساء کو بنظر صنعت دیکھنے لگے فقہاء نے اس کو خوب سمجھا ہے لکھتے ہیں کہ اگر شراب کی طرف فرحت کے لئے نظر کرے تو حرام ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اچھی چیز کو دیکھ کر رغبت ہوتی ہے (تبسم سے فرمایا) کہ ایک مسخرے نے کہا کہ مولانا مولوی محمد مظہر صاحب مدرس سہارنپور کو میں لاجواب کرونگا۔ اس نے مولوی صاحب کے پاس آکر سوال کیا کہ لونڈے کو اگر اس نیت سے گھورے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا بنایا ہے تو کیسا ہے۔ فرمایا جہاں سے تو نکلا اسے دیکھ اس میں اللہ تعالیٰ کی صنعت بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے کہ اتنی چھوٹی جگہ سے تو اتنا بڑا نکل آیا۔

ہمارے بزرگوں میں عمق نظر اور للّٰہیت بہت تھی

فرمایا کہ بعض علماء تبحر میں ہمارے بزرگوں سے بہت زیادہ تھے مگر مجھے اپنے حضرات سے جو عقیدت ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ان حضرات کے اندر عمق نظر اور للّٰہیت بہت تھی۔

وقف کرنے کی بعض جائز شرائط

فرمایا کہ اگر کوئی اپنی جائیداد کو اس صورت سے وقف کرے کہ جب تک میں

زندہ رہوں تو میں متمتع ہوں گا اور میرے بعد فلاں فلاں وارث اور جب سلسلہ میں کوئی نہ رہے تو مساکین یا مدرسہ یا مسجد کا حق ہے تو یہ صورت جائز ہے۔

ناراض تو نہیں، زیادہ راضی ہونے کو دل چاہتا ہے

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب جو اچھے مناظر اور اچھے عالم ہیں لیکن لباس اکثر انگریزی نما پہنتے ہیں ان کا خط آیا ہے لکھا ہے اب میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ جو کپڑے اس قسم کے میرے پاس ہیں ان کے علاوہ اور نہیں بناؤں گا اور مجھے نصیحت تحریر فرمایئے۔ میں نے لکھا ہے کہ اگر کچھ لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو تم نے تہیہ کر لیا ہے۔ فرمایا آگے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے سنا ہے آپ مجھ سے ناراض ہیں اس پر میں نے ان کو لکھا ہے کہ ناراض تو نہیں ہوں ہاں زیادہ راضی ہونے کو جی چاہتا ہے اب بحمد اللہ تم نے زیادہ راضی ہونے کے اسباب بھی شروع کر دیئے۔ (ان کے خط میں کچھ اشعار بھی تھے جو چار پانچ ہدیہ ناظرین ہیں۔

کچھ گزارش ہے حکیم الامۃ تھانہ بھون
چاہتے ہیں اپنے حال زار کی باتیں کریں
دل کے جذبات الم کا یہ تقاضا ہے حضور
رنج کے قصے کہیں آزار کی باتیں کریں
کس قدر ہے ہمت رندان بدمستان بلند
چاہتے ہیں حسرت دیدار کی باتیں کریں
دوستوں کو یہ وصیت ہے چراغاں کی طرح
میری تربت پر جمال یار کی باتیں کریں
شور ہے جن کی مسیحائی کا سارے دہر میں
آؤ ان سے اسعد بیمار کی باتیں کریں

معقولات و منقولات کی ایک مثال

فرمایا کہ ایک شخص طالب علم ولایتی مجھ سے کہتے تھے کہ ایک عالم معقولات اور

منقولات کی مثال اس طرح دیا کرتے تھے کہ بھائی منقولات کی تو مثال ایسی ہے جیسے کبوتر کہ وہ ذرا سی مشقت سے شکار ہو جاتا ہے ایک چھرا ہی کافی ہے اور پھر مزہ دار سالن کا سالن اور معقولات کی مثال ایسی ہے جیسے سور کا شکار کہ اس کے مارنے میں مشقت تو بہت ہے اور حاصل کچھ بھی نہیں ایک معقولی کی حکایت ہے کہ وہ پڑھ کر آئے باپ نے دو انڈے پکوا کر سامنے رکھے اور ان کے ایک بھائی کو ہمراہ بٹھا دیا کہ یہ دونوں بھائی کھا لیں گے آپ کو معقول کا جوش اٹھا تو کہا کہ ابا جان ہم دو انڈوں کو سو ثابت کر دیں۔ باپ نے ثابت کرنے کی اجازت دی کہنے لگے کہ ایک یہ ایک یہ دو ہوئے اور ان کا مجموعی تین ہوئے اسی طرح تین یہ اور ایک تین کا مجموعہ چار ہوئے۔ بس بڑی بک بک کے بعد سو ثابت ہو گئے۔ باپ ہوشیار تھا اس نے ایک انڈا تو خود اٹھا کر کھا لیا اور ایک چھوٹے لڑکے کو کھلا دیا اور کہا ۹۸ آپ کھا لیں بس یہ نتیجہ ہوا کہ اس قدر محنت بھی کی اور حاصل کچھ نہ ہوا اور نقصان یہ ہوا کہ سامنے کے بھی اٹھ گئے۔ نقصان پر یاد آیا کہ ایک معقول تیلی کے یہاں تیل لینے گئے۔ اس کے بیل کے گلے میں گھنٹی بندھی ہوئی تھی انہوں نے پوچھا یہ کیوں باندھی ہے کہا ہم اکثر کام میں رہتے ہیں اس گھنٹی سے اس کے چلنے کا پتہ چل جاتا ہے فرمایا یہ کوئی بات نہیں اگر کھڑا کھڑا ہی سر ہلاتا رہے تیلی نے کہا مولوی صاحب یہاں سے جایئے تیل بھی اور کہیں سے لے لیجئے کہیں میرے بیل کو معقولی آ جائے پھر کام نہ کرے نتیجہ یہ ہوا کہ بیچارے کو تیل بھی نہ ملا (بعد میں ہمارے حضرت نے انڈے والے معقولی کی نسبت فرمایا کہ اس کو جواب دینا نہیں آیا اسے یہ کہنا چاہئے تھا کہ وہ اٹھانویں بھی تو ان دو ہی کے تابع تھے وہ ۹۸ بھی تم نے کھا لئے مجھ کو کچھ نہیں بچا۔

اب محققین نے مجاہدات میں کمی کر دی ہے

ایک طالب علم حضرت والا کے پاس آ کر بیٹھا تو اس سے استفسار فرمایا کہ آج پڑھتے کیوں نہیں اس نے کہا کہ مجھے جریان کا مرض ہے اور حکیم صاحب نے منع کر دیا ہے فرمایا کہ آج کل قویٰ بہت ضعیف ہو گئے ہیں دیکھئے تو اس کی عمر ہی کیا ہے پہلے لوگوں کے قویٰ بہت اچھے ہوتے تھے ہماری بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا (یعنی حضرت حاجی صاحبؒ

کے گھر میں کئی بہنیں تھیں سب کا ایک جگہ بیٹھنا اٹھنا تھا) ایک بی بی سے اپنے خاص حالات بھی بیان کر دیا کرتی تھیں ایک مرتبہ پیرانی صاحبہ نے ان سے فرمایا کہ ہمارا یہ کھیل تھا کہ جب رمضان شریف کا آخری روزہ ہوتا تو ہم اس کو اس لئے توڑ لیا کرتے تھے کہ اب روزے ختم ہو جائیں گے تو کیسے رکھیں گے جب توڑنے سے کفارہ واجب ہو جائے گا تو رکھنے پڑیں گے (ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ روزہ توڑنے سے گناہ ہوتا ہے) اور جب کفارہ آخر ہوتا اسے بھی توڑ دیتے پھر رکھنے شروع کرتے ایسے ہی کئی مرتبہ کرتے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا۔ اللہ اکبر عابدوں کا کھیل بھی عبادت ہوتا ہے اور ماشاء اللہ قویٰ کیسے اچھے تھے اور اب ۳۰ روزے بھی رکھنا گراں معلوم ہوتے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی امراض کا ہجوم ہو جاتا ہے اس لئے اب محققین نے بہت مجاہدات میں تقلیل کر دی ہے۔ قلت منام قلت طعام کو تو بالکل ہی متروک کر دیا ہے کیونکہ اب قویٰ اس کے متحمل نہیں بس اب قلت کلام اور قلت اختلاط مع الانام ہی باقی رہ گیا ہے کیونکہ ان کی کثرت میں ضرر بھی ہے ان میں مبتلا ہونے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔

برائی ترک کرنے کا اصل علاج

ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ مجھے جوا اور سٹہ کی عادت ہے اس کا علاج بتاؤ فرمایا ہمت علاج ہے دوسرے اپنے اوپر لازم کر لو کہ جب ایسا ہو سو نفلیں پڑھا کرو اور دو وقت کھانا نہ کھاؤ۔ باقی اصل علاج وہی ہمت ہے۔ پھر اس شخص نے کہا ماں باپ کی میرے دل میں محبت نہیں ہے۔ فرمایا ان کی خوب خدمت کیا کرو۔ اس سے محبت ہو جائے گی۔

ڈاڑھی باعث وجاہت ہے

فرمایا کہ ڈاڑھی عجیب چیز ہے اس سے آدمی بہت شکیل وحسین معلوم ہوتا ہے بلکہ ایک شخص تو کہتے تھے بادشاہ معلوم ہوتا ہے اب تو اس کی بڑی گت بنا رکھی ہے۔

شاہ سعود اور نجدیوں کا حسن انتظام

چند حاجی آئے ہوئے تھے انہوں نے مکہ شریف کے قصے سنائے کہ حاجیوں کی

چیزیں جو راستہ میں گر گئیں یا گم ہو گئیں وہ حاجیوں کو تلاش کر کے پہنچائی گئیں اور پانی کی افراط اور دیگر انتظام نہایت اچھے پیمانہ پر تھے ہمارے حضرت نے بڑی خوشی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ حاجیوں کو بڑا امن ہو گیا ہمیں اور کیا چاہئے۔ ابن سعود کو شریعت کا بڑا لحاظ ہے ایک مرتبہ ایک لیڈر کچھ تجویزیں پاس کر کے ان کے پاس لے گئے۔ تو کہا انا رجل بدوی لا اعرف الاالبعیر اور یہ بھی کہا کہ ہم نہیں جانتے ہم علماء کو دکھلائیں گے جو وہ حکم دیں گے وہ کریں گے ایک اور شخص سے توسل کے بارہ میں گفتگو ہوئی جب یہ گفتگو میں عاجز آ گئے تو فرمایا۔ انا رجل جاھل فارجع الی العلماء انہیں کا واقعہ ہے کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ ایک لدھیانہ کے بدعتی نے طعن کے طور پر ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی ایک آنکھ میں روشنی نہیں ہے۔ (قبوں کے انہدام کی وجہ سے بدعتی ان کو دجال کہتے ہیں جیسا کہ اس مقولہ سے ظاہر ہے) نہایت تحمل سے فرمایا ہاں صحیح سنا ہے۔ مجھے اس سے ضرر نہیں ہے خدا نے میرے قلب میں اتنا نور دیا ہے کہ اگر دونوں آنکھیں بھی جاتی رہیں تب بھی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کس قدر حلیم اور سلیم الطبع ہیں۔ اس وقت بادشاہوں میں یہی ایک شخص ہے کہ قرآن و حدیث کے سامنے سر خم کر دیتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ تم اس کا جنید و شبلی سے کیوں موازنہ کرتے ہو بادشاہوں سے کرو فلاں بادشاہ کو دیکھو کیسی گڑبڑ کی کہ تمام کابل میں تباہی آ گئیں لوگ بچہ سقہ کی تعریف کرتے ہیں اس میں تو سلطنت کی اہلیت بالکل ہی نہیں امان اللہ میں انتظامی مادہ تو تھا تجربہ کار بھی تھا (مگر افسوس شیطان نے کیا پٹی پڑھائی) اگر ابن سعود جیسے دو چار بادشاہ بھی ہو جائیں تو اسلام کو قوت ہو جائے بس ان میں کمی ہے تو ذوق کی ہے۔ خدا کرے یہ بھی پیدا ہو جائے (آمین) ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ان سے پوچھتے ہیں کیوں رنجیدہ ہو تو کہا کہ یہ نجدی حضورؐ کے ساتھ بے ادبی کرتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے ادبی ہماری ہی تو کرتے ہیں تمہیں تو راحت پہنچاتے ہیں (جامع کہتا ہے آہ اپنی ذات کے مقابلہ میں حضور کو اپنے غلاموں کی تکلیف کا کس قدر خیال ہے۔

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چونتو پشتبان

چہ باک از موج بحر آنرا کہ دارند نوح کشتیبان

(جامع)

اب تو ان لوگوں میں کچھ تکلف آ گیا ہے ان کے پہلے ایک امیر کا واقعہ ایک شخص سناتے تھے جو ان سے مل کر آئے تھے کہ وہ اکثر ننگے پاؤں رہتے تھے۔ (صحابہ کے حالات میں جو آیا ہے کنا نحتفی احیانا کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی رہتے تھے) اور وہ شخص یہ بھی کہتے تھے کہ دونوں وقت ان کی طرف سے ایک منادی ہوتی تھی کہ جس نے کھانا نہ کھایا ہو وہ لے جائے جب امیر کو اطمینان ہو جاتا کہ اب کوئی نہیں رہا پھر آپ کھاتے تھے ایک شخص کسی مقام پر بدوؤں کے قبضے میں پھنس گئے وہ بھاگ کر نجد میں پہنچ گئے تو خائف تھے امیر نے کہا کہ لاتخف نجوت من القوم الظالمین اور ان کو بہت اچھی طرح رکھا۔ ایک انگریز سیاح لکھتا ہے کہ میں نے بہت سیاحت کی جس چیز کو میری آنکھیں ڈھونڈتی تھیں (یعنی بیداری) وہ نجد میں دیکھی کہ تمام قوم بیدار ہے کوئی اپنے فرض منصبی سے غافل نہیں۔

نجدیوں میں تصوف کی کمی

فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب (جو تصوف کے زیادہ قائل نہ تھے) نجدیوں کو دیکھ کر کہتے تھے کہ ان میں بڑی کمی ہے میں نے کہا جس چیز کو تم ضروری نہیں سمجھتے اسی کی کمی ہے (یعنی تصوف جس سے خشوع وخضوع پیدا ہو جیسا کہ ارشاد بالا سے ظاہر ہے)۔

(جامع)

وجدیوں کے ساتھ نجدیوں کی ضرورت

فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ زمانہ میں اکثر تو ضرورت وجدیوں کی ہے مگر کہیں کہیں ضرورت نجدیوں کی بھی ہے۔

صوفیاء اور فقہاء حکمائے امت ہیں

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ مجھے اول درجہ میں تو محدثین سے

محبت ہے پھر فقہاء سے پھر صوفیہ سے۔ میں نے لکھا کہ مجھے اس ترتیب سے ہے اول صوفیہ سے پھر فقہاء سے پھر محدثین سے کیونکہ صوفیہ اور فقہا حکمائے امت ہیں اور ان کے امت پر بڑے احسان ہیں۔ پھر صوفیہ اہل محبت ہیں۔

بھائی اکبر علی صاحب کا انداز اصلاح

فرمایا کہ ایک مرتبہ بریلی میں اپنے وعظ میں ایک مولوی صاحب نے جو اپنے نواح کے رہنے والے تھے بریلوی خان صاحب کی بہت تعریف کی۔ بھائی اکبر علی نے یہ سن کر ان کی دعوت کی کھانے کے بعد ان کو حفظ الایمان کا نسخہ پورا دکھلا دیا کہ اس میں کچھ اعتراض کی بات ہے۔ انہوں نے کہا نہیں بالکل ٹھیک ہے۔ کہا پھر دیکھئے کہا نہیں ٹھیک ہے۔ پھر کچھ سطریں مقرر کیں کہ یہ دیکھئے کہا بالکل ٹھیک ہے پھر وہ جملہ دکھایا جس پر شوروغل ہے کہا بالکل ٹھیک ہے اس میں شبہ کیا جو بار بار آپ دکھلاتے ہیں کہا کہ آپ کے خان صاحب جن کی آپ نے وعظ میں تعریف کی ہے وہ اس کی وجہ سے کاتب حفظ الایمان کی تکفیر کرتے ہیں فرمایا بہت برا ہے مجھے اس کی خبر نہ تھی میں تو نام بھی نہ لونگا۔

حضرت شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت

فرمایا کہ شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے خرقہ کی میں نے بھی زیارت کی ہے جس وقت صاحب سجادہ اس کو پہن کر ہاتھی پر بیٹھتے ہیں تو ان پر ایک حالت طاری ہوتی ہے۔ قریب قریب استغراق ہو جاتا ہے۔ یہ خرقہ کئی سال حضرت کے جسم پر رہا ہے جب کہیں سے پھٹ جاتا تو کسی گھوڑے پر سے کپڑا اٹھا کر اور اسے پاک کر کے پیوند لگا لیا کرتے تھے اسی وجہ سے اس پر سینکڑوں قسم کے پیوند ہیں حضرت کے یہاں تنگی زیادہ تھی اور جب بیوی بھوک سے زیادہ بے تاب ہوتیں تو فرماتے کہ گھبراؤ نہیں ہمارے لئے جنت میں عمدہ عمدہ کھانے تیار ہو رہے ہیں (بیوی اللہ کے فضل سے ایسی نیک بخت تھیں کہ کل کے ادھار پر راضی ہو جاتی تھیں (جامع)

موئے مبارک کا احترام

فرمایا کہ حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے موئے مبارک

اتار کر تقسیم فرمائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بال سر پر ہزاروں ہوتے ہیں وہ کتنوں کے پاس پہنچے ہوں گے اور اس میں ایک ایک بال کے کتنے حصے کر کے ایک ایک نے آپس میں تقسیم کئے ہوں گے اور کتنے حفاظت سے رکھے ہوں گے اس لئے اگر کسی جگہ موئے مبارک کا پتہ چلے تو اس کی جلدی تکذیب نہ کرنا چاہئے۔ شاہ عبدالحق صاحبؒ نے لکھا ہے کہ گو ہم نے زیارت نہیں کی مگر خبر تو سنی ہے اور اس موقع پر یہ شعر لکھا ہے۔

مرا از زلف تو موی پسند است
ہوس را رہ مدہ بوی پسند است

صحابہ کی ایک کیفیت پر ایک موزوں شعر

فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ جب شدت مرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو مسجد میں تشریف نہ لا سکے (اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام بنایا گیا) بس آپ دہلیز پر آ کر رک گئے تو پردہ اٹھایا گیا اس وقت کی حالت کو صحابہؓ کہتے ہیں کدنا ان نفتتن یعنی قریب تھا کہ ہم بدحواس ہو جاتے اس موقع پر شاہ عبدالحق صاحبؒ نے ایک شعر لکھا ہے اور اس جگہ سے بہتر اس شعر کے چسپاں ہونے کا کوئی موقع بھی نہیں ہے۔

در نمازم خم ابروئے تو چوں یاد آمد
حالتے رفت کہ محراب بفریاد آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے ذبح کرنے پر ایک شعر

فرمایا کہ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ نے سو اونٹ ذبح فرمائے ۶۳ تو اپنے دست مبارک سے باقی حضرت علیؓ کے دست مبارک سے ذبح ہوئے تو اس وقت اونٹوں کی یہ حالت تھی کہ کھسک کھسک کے حضور کے قریب ہوتے تھے کہ پہلے حضور اپنے دست مبارک سے مجھے ذبح کریں۔ اس موقع پر بعض بزرگوں نے یہ شعر لکھا ہے جس کے لئے اس جگہ سے بہتر دوسری جگہ چسپاں ہونے کا کوئی موقع بھی نہیں ہے۔

ہمہ آہویان صحرا سر خود نہادہ برکف
بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

نرے مولویوں کا دل بھی نہیں روتا

فرمایا کہ مولوی سلیمان صاحب واعظ ایک مرتبہ وعظ کہہ رہے تھے مثنوی اچھی پڑھتے ہیں۔ بڑے دل لگی باز تھے ایک بار کہتے تھے کہ میں کچھی بدعتی ہوں اور کچھ غیر مقلد' آواز اچھی تھی علماء کی ایک مجلس میں اثناء تذکرہ علماء کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگ اتنی دیر سے بیٹھے ہو تمہارا کوئی آنسو بھی ٹپکا ہے اگر یہاں صوفیہ کا مجمع ہوتا تو اب تک کتنی دفعہ روتے (جامع) کو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے شعر یاد آ گئے۔

وہ جانے اس تڑپنے کے مزہ کو
گذر جس دل میں حضرت عشق کا ہو
اٹھا چھاتی میں درد عشق جس کی
اسے پھر بھوک کس کی نیند کس کی؟

ایک تم ہو کہ جوں بھی نہیں رینگی ہمارے حضرت نے فرمایا کہ واقعی نرے مولویوں کا تو دل بھی نہیں روتا۔

رونے کے اسباب مختلف ہیں

فرمایا کہ شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ہم اپنے شیخ کے پاس بیٹھے تھے اور سب کے سب رو رہے تھے ایک شخص نے کہا کہ یہ سب کے سب محروم ہیں اگر واصل ہوتے تو کیوں روتے اس پر شاہ ابو المعالیؒ کو جوش آیا اور ایک رسالہ ہفت گریہ لکھا۔ اس میں لکھا ہے کہ رونا سات وجہ سے ہوتا ہے۔ رونا حرمان کی دلیل نہیں بعض وقت خاص وصل بھی رونے کا سبب ہو جاتا ہے اور اس موقع پر عارف شیرازی کا یہ شعر لکھا ہے۔

بلبلے برگ گلے خوشرنگ درمنقارداشت
اندراں برگ و نوا خوش نالہ ہائے زارداشت
گفتمش درعین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت مارا جلوہ معشوق دریں کارداشت

ایک دفعہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے درس حدیث میں حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کا قصہ آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ سورہ لم یکن تمہیں سناؤں تو انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے فرمایا ہاں تمہارا نام لیا ہے تو اس پر آپ رونے لگے ایک طالب علم نے حضرت مولانا سے کہا کہ یہ تو خوشی کی بات تھی رونے کی کیا بات ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ جا احمق تو کیا جانے کیسی خوشی کیسا رنج ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیونکہ ان حضرات کا یہ مذاق ہوتا ہے۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی
بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

نے اس کی شرح فرمائی ہے فرمایا کہ رونا کبھی خوشی سے ہوتا ہے کبھی رنج سے اور کبھی گرم بازاری عشق سے ہوتا ہے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے رونے کی حقیقت حضرت کے ارشاد سے بخوبی واضح ہوگئی میں اور آسان کر کے کہتا ہوں کہ محبت کے جوش میں بھی رونا آتا ہے۔

یہ ذوقیات ہیں ان کو غیر ذوق والا نہیں سمجھ سکتا۔ تو فحش مثال مگر بزرگوں نے اپنے مطلب ایسی حکایتوں سے نکالے ہیں۔ مولانا رومیؒ اپنی مثنوی میں ایسی بہت حکایتیں لائے ہیں۔ وہ مثال یہ ہے کہ ایک حافظ جی تھے ان سے لونڈوں نے کہا کہ حافظ جی نکاح کر لو بڑے مزے کی چیز ہے حافظ جی نے ان کے کہنے سے نکاح کر لیا۔ لڑکوں نے مزہ کا موقع بھی بتلا دیا حافظ جی روٹی لے گئے اور اسے برہنہ کر کے اس مقام سے روٹی لگا لگا کر کھانا شروع کی۔ صبح کو لڑکوں سے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ چٹنی تک میں مزہ ہے اور اس میں اتنا بھی نہیں لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں۔ اگلے دن آپ جوتہ لے کر پہنچے اور برہنہ کر کے پیٹنا شروع کیا۔ صبح کو لڑکوں نے پوچھا تو کہا کہ جاؤ نالائقو رات تو لڑائی بھی ہوگئی پھر لڑکوں نے ساری ترکیب بتائی پھر تیسری شب کو آپ نے اس طریقہ پر عمل

کیا اور صبح کو لڑکوں سے کہا کہ واقعی بہت مزہ کی چیز ہے ہمارے حضرت نے فرمایا بس بے ذوق آدمی کی ایسی ہی مثال ہے۔

اللہ تعالیٰ سے طبعی محبت بھی ہوسکتی ہے

فرمایا کہ اسی بے ذوقی کے سبب بعض اہل ظاہر نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت عقلی ہوسکتی ہے طبعی نہیں ہوسکتی کیونکہ جب آنکھ سے نہیں دیکھا تو محبت طبعی کا تحقق کیسے ہوسکتا ہے اس موقع پر حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جھلا کر لکھا ہے کہ ان کا انکار ایسا ہے جیسا کہ عنین کا انکار لذت جماع سے کہ وہ اس کی حقیقت اور لذت کو جانتا ہی نہیں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ لوگوں نے محبت میں اپنی جانیں دیدی ہیں۔ یہ محبت طبعی نہیں تو کیا ہے۔ محبت عقلی میں ایسا نہیں ہوسکتا اور انسان تو انسان حیوانوں نے بھی جانیں دے دیں ہیں۔ حضرت سمنون محبؒ ایک مرتبہ محبت کا بیان فرما رہے تھے ایک چڑیا کوٹھے پر بیٹھی تھی وہ نیچے اتری پھر صبر نہ ہوسکا تو گود میں آکر بیٹھ گئی۔ پھر تھوڑی دیر میں سر ٹیک کر مرگئی۔

غم نہیں جان کا جانباز برے ہوتے ہیں
سر جھکا دیں گے کوئی تیغ اٹھائے تو سہی

پیراں نمی پرند مریدان می پرانند

فرمایا کہ بس جی پیراں نمی پرند مریداں می پرانند کا مضمون ہے۔ یہی زیادہ شہرت دیتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے روایت بیان کی کہ بعض لوگوں کا میرے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں سوتے میں الگ الگ ہو جاتے ہیں استغفر اللہ اسی لئے میں نے وصایا میں لکھا کہ میری سوانح نہ لکھی جائیں لوگ احتیاط نہیں کرتے کیونکہ اگر احتیاط کرتے ہیں تو ان کے نزدیک کرامت کا ایک عدد جو کم ہو جائے گا پھر ہاتھ پاؤں الگ ہونے کے متعلق بیان کیا کہ دراصل وہ الگ نہیں ہوتے یونہی نظر آتے ہیں ان کا تمثل اس صورت سے ہوتا ہے کہ ان کا اتصال محسوس نہیں ہوتا تصرف سے ایسا ہو جاتا ہے یہ کوئی کمال نہیں ہے ممکن ہے کہ جو چیز موجود نہ ہو اور نظر نہ آئے۔ نواب وقار الملک نے

مجھے علی گڑھ کے کالج کی سیر کرائی تھی وہاں ایک آئینہ بھی دکھلایا تھا جس میں اندر کی چیز نظر آتی تھی اوپر کی نظر نہیں آتی تھی وہ آلہ بیمار کے اندر کے حالات دیکھنے کے لئے ایجاد کیا ہے پھر اعضاء کے انفصال کی مناسبت سے (ہنس کر فرمایا) اجی وصل مشکل ہے فصل کیا مشکل ہے۔

اصحاب صفہ کے قصے کی توضیح

فرمایا کہ اصحاب صفہ کا قصہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ ان میں ایک شخص کی وفات ہوئی اور اس نے ایک دینار چھوڑا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لئے جہنم کا ایک داغ اور دوسرے نے دو دینار چھوڑے تو فرمایا اس کے لئے دو داغ۔ تو کیا مال جمع کرنا منع ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر منع ہوتا تو میراث کیوں مشروع ہوتی لوگوں نے اس موقع پر دق ہو کر یہ کہہ دیا کہ اس زمانہ میں مال جمع کرنا جائز نہ تھا بعضوں نے قل العفو کے بھی معنی لئے ہیں کہ مال ضرورت سے زائد نہ رکھنا چاہئے مگر اول تو اس میں یہ خیال ہے کہ یہ جواب انفاق زائد کے لئے نہیں بلکہ غیر زائد علی الحاجتہ کے انفاق سے منع کے لئے ہے قل لاتنفقوا الاالعفو زائد کو خرچ کرو جو زائد نہ ہو خرچ نہ کرو جب مدلول یقینی نہیں ہے حدیث کی یہ بنا کیسے سمجھیں قاضی ثناء اللہؒ نے اس کی تفسیر بڑی اچھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عقوبت کا سبب نفس ادخار نہیں بلکہ سبب یہ ہے کہ وہ مدعی ترک دنیا کے تھے اور لوگ بھی ان کو ایسا ہی سمجھتے تھے لہٰذا دیناروں کا جمع کرنا ان کے ترک دنیا کے دعوے کے خلاف تھا اس وجہ سے عذاب ہوا اور یہ موٹی بات ہے کہ جب کوئی محبت کا دعویٰ کر کے خلاف کرے تو کس قدر غیظ ہوگا۔

ریاء کی حقیقت

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ اس طرح عبادت کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ لوگ دیکھیں نماز بھی چھپ کے پڑھتا ہوں۔ تسبیح پڑھنے میں اگر کوئی آ جاتا ہے تو اس کو کپڑے میں چھپا لیتا ہوں تا کہ ریاء نہ ہو میں نے لکھا ہے کہ کبھی اسلام چھپانے کو بھی جی چاہا کیونکہ دولت اسلام تو بڑی چیز ہے اس میں بھی تو ریاء ہے (مجمع کی

طرف مخاطب ہو کے فرمایا) محققین کا قول ہے کہ عام آدمی تو اظہار عبادت کو ریاء سمجھتے ہیں اور خواص اخفاء عبادت کو ریاء سمجھتے ہیں کیونکہ اخفاء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس کی نظر مخلوق پر ہے اور اصل طریق یہ ہے کہ اپنی طرف سے نہ اظہار کا قصد کرے نہ اخفاء کا اپنے کام سے کام رکھے۔ (جامع کہتا ہے کہ مخلوق کی ذم و مدح کا امیدوار نہ رہے بس یہ مذاق پیدا کرے

دل آرا مے کہ داری دل دروبند
دگرچشم از ہمہ عالم فروبند

ریاء فقط اظہار عبادت سے تھوڑا ہی ہوتی ہے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی عبادت کو اس نیت سے ظاہر کرنا کہ لوگ میری بزرگی کے معتقد ہو جائیں باقی رہا نفس اظہار سودہ کوئی ریاء نہیں اور اگر کسی کے اعتقاد کا بلا اختیار خیال آئے تو وہ وسوسہ ریاء ہے ریاء نہیں بس اپنی طرف سے قصداً اظہار نہ کرے نہ یہ کہ کونوں میں چھپتا پھرے۔ دیکھا اس طریق میں کیسے کیسے دھوکے ہیں بلا رہبر اس طریق میں چلنا بہت مشکل ہے۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا
دامن رہبر بگیر و پس بیا
بے رفیقی ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت ونشد آگاہ عشق
در ارادت باش صادق ای فرید
تابیابی گنج عرفان راکلید
نفس نتواں کشت الاّ ظل پیر
دامن آں نفس کش راسخت گیر

(جامع)

شیطان بڑے دور کی سجھاتا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم کیا تو اس نے کہا کہ اس میں تو ریاء ہو گی۔ فرمایا کہ جب ذکر خفی کرو گے اور لوگ

دیکھ کر یہ کہیں گے کہ نہ معلوم اس وقت شاہ صاحب عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی تو کیا یہ ریاء نہ ہوگی بس جاؤ اپنا کام کرو۔ ایک نقشبندی نے چشتی سے کہا کہ میں نے سنا ہے آپ ذکر جہر کرتے ہیں اشارہ لطیف تھا کہ لوگوں پر ظاہر ہوگیا اور ریاء ہوگئی چشتی نے کہا کہ میں نے سنا ہے آپ ذکر خفی کرتے ہیں (مطلب یہ کہ جب خفی کی بھی لوگوں کو خبر ہوگئی تو خفی سے کیا فائدہ ہوا) اور ذکر جہر سے بچنے کا سبب کبھی نفس کا ایک کید بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ذکر جہر کرے گا تو ظاہر ہے پڑوسیوں کو خبر ہوگی اور جس دن نہ اٹھے گا تو سمجھیں گے کہ آج شاہ صاحب نہیں اٹھے اور ذکر خفی میں جس دن چاہے کرو۔ جس دن چاہے نہ کرو۔ کبھی اس لئے خفی کو اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ ہیں دھوکے جس پر مبصرین ہی کی نظر پہنچتی ہے اس واسطے شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابد سے بھاری ہے۔ حدیث ہے فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کیونکہ شیطان مدت میں تو ایک کید بناتا ہے اور یہ اس کے کید پر مطلع ہوکر ذرا سی دیر میں توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔

جلال آباد کے ''جبہ شریف'' کے بارے میں حکایت

فرمایا کہ جبہ شریف جو جلال آباد میں ہے ہمارے پاس اس کی اصل ہونے کی کوئی سند نہیں ہے بس اپنے حضرات کے رجحان سے مظنون ہوتا ہے کہ یہ اصل ہی ہوگا کیونکہ جعلی کی طرف ایسے حضرات کو اس قدر کشش ہوتی نہیں ہے اسے تو دیکھ کر دل کھنچا جاتا ہے ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت حاجی صاحبؒ کو جلال آباد کا جبہ پہنے دیکھا تو ایک معبر نے یہ تعبیر دی کہ آپ متبع سنت ہیں۔

آجکل کے مجتہدین کی مثال

فرمایا کہ بعض لوگ جمعہ زوال سے پہلے پڑھ لیتے ہیں خدا جانے یہ کہاں سے سمجھا ہے اور اس باب میں جو شیخین کی حدیث ہے ماکنا نقیل لا نتغدی الابعد الجمعه اس سے تو صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ہم قیلولہ بعد جمعہ کے کرتے تھے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جمعہ وقت سے پہلے ادا کر لیتے تھے۔ انہوں نے قیلولہ اور کھانے کو تو اپنی جگہ اور وقت سے نہ ہٹایا اور جمعہ کو ہٹا دیا۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ جمعہ اپنے وقت پر ہوا اور قیلولہ

وقت سے مؤخر ہو جائے۔ ہٹنے پر یاد آیا کہ ایک عقلمندوں کی بستی میں ایک سوداگر ایک شخص کی دیوار کے سایہ تلے دیوار سے کمر لگا کر بیٹھ جایا کرتا تھا اور مالک بھی دیکھا کرتا تھا ایک روز اس نے اپنی چٹائی بالکل دیوار کی جڑ سے ملا کر بچھائی۔ دوپہر تک وہ کھسک کر تھوڑی نیچے آ گئی تو آپ نے اس سوداگر سے کہا کہ دیکھو بھائی یہ اچھا نہیں جو تم نے ایک بالشت ہماری دیوار ہٹا دی۔ آج کل کے نئے مجتہدین کی بھی ایسی ہی مثال ہے کہ قیلولہ اور غذا میں فرق نہ آئے چاہے جمعہ اپنے وقت سے ہٹ جائے۔ ایک ایسے ہی جمعہ پڑھنے والے شخص نے مجھ سے پوچھا کہ اب کیا کروں میں نے کہا جو نمازیں پڑھی ہیں وہ دہراؤ اور یہ سب کلام غیر مجتہد مدعی اجتہاد کے ساتھ ہے اور جو واقع میں مجتہد ہو اس کو حق ہے کہ نص کو اپنے ذوق سے کسی خاص محل پر محمول کر لینے کا ان کے ساتھ یہ کلام نہیں۔

ننانوے قتل کرنیوالے کی توبہ کے بارے میں چند سوالات

ایک عالم نے سوال کیا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے ننانویں خون کر کے توبہ کی اور ایک عالم کے پاس گیا کہ میں نے ننانویں خون کئے ہیں میری توبہ مقبول ہے یا نہیں اس نے کہا نہیں تو اس نے اس کو بھی قتل کر دیا کہ اب پورے سو سہی۔ پھر ایک شخص نے دوسری بستی کے ایک عالم کے پاس جانے کا پتہ بتلایا وہ اس بستی کی طرف چلا اور راستہ میں مر گیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب وہ توبہ کر چکا تھا تو پوچھتا کیا پھرتا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ توبہ تو کر چکا تھا مگر مقبول ہونا معلوم نہ تھا۔ اس لئے پوچھتا پھرتا تھا۔ سوال جب توبہ کر چکا تھا تو ملائکہ رحمت و عذاب میں اس کے متعلق منازعت کیوں ہوئی۔ ارشاد غلبہ اثر معصیت یا توبہ میں اختلاف تھا اس لئے ملائکہ نے اجتہاد کیا جو فیصلہ کے وقت ایک غلط بھی ثابت ہوا اور اجتہاد غلط بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ بھی اجتہاد کرتے ہیں۔ سوال کیا ملائکہ کا اجتہاد بھی غلط ہوتا ہے؟ ارشاد کیوں نہیں ہو سکتا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملائکہ کو بعض اوقات قواعد کلیہ بتا دیئے جاتے ہیں کہ جو ایسا ایسا کرے وہ ایسا ہے جب ہی تو ان، اجتہاد کی نوبت آئی۔ سوال باوجود حقوق العباد مغفرت کیسے ہوئی؟ ارشاد اللہ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ خصم کو راضی کرا دیں

کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ اہل حقوق کو میدان قیامت میں محلات دکھلائے جائیں گے وہ دیکھ کر کہیں گے یہ کس کے لئے ہیں باری تعالیٰ کا ارشاد ہو گا جو اپنے حقوق ہمارے بندوں سے معاف کرے۔ سوال۔ اس سے یہ بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ حقوق العباد بھی معاف ہو جائیں گے۔ ارشاد اس سے استدلال کی کیا ضرورت ہے جبکہ اس کی خود حدیث میں تصریح موجود ہے جیسے ابھی گزرا۔ حقوق العباد کے مضمون پر ایک بے باک شخص کا قصہ یاد آیا کہ نانوتہ میں ایک شخص کہنے لگا کہ ہمارے حقوق بھی تو لوگوں پر ہیں۔ قیامت میں اپنے حقوق والوں سے کہہ دیں گے کہ ان سے لے لو اگر یہ تمسخر ہے تو جواب ہی کی ضرورت نہیں اور اگر سچ مچ یہ عقیدہ ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ موازنہ کیسے ہو گا کہ جس قدر دوسرے کے حقوق آپ پر ہیں اتنے ہی دوسرے پر آپ کے حقوق ہیں پھر یہ نہ معلوم کہ وہاں ایسے عقد ہو سکے گا یا نہیں۔

ایک کفن چور کی حکایت

ایک عالم نے کہا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک نباش نے مرنے کے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ اگر میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دینا اور آدھی پانی میں بہا دینا۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہو گیا تو پھر خوب ہی سزا ہو گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قدرت میں شک تھا اور پھر بھی اس کی مغفرت ہوئی۔ اگر قول سے شک نہ سمجھا جائے تو عمل سے تصریحاً ظاہر ہے۔

ارشاد۔ صفات میں ہر شخص عقیدے میں اپنے فہم کے موافق مکلّف ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس قدر علم علماء کو ہے عوام کو نہیں اور اس وجہ سے وہ ان کے برابر مکلّف نہیں گو بعض متکلمین اس کو نہ مانیں گے۔ مگر لایکلف اللّٰہ نفساً الا وسعہا سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ہر شخص کا علم و فہم جدا ہوتا ہے وہ شخص مطلق قدرت کو تو مانتا تھا مگر اس کا کوئی خاص درجہ اس کے علم میں نہ تھا اور پھر خشیت بھی تھی جب ہی تو اس نے یہ وصیت کی۔ مگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ نہ آیا کہ ہوا اور پانی سے جدا کر کے بھی موجود کر سکتے۔ وہ بے چارہ یہی سمجھا کہ شاید اس عمل سے بچ جاؤں اسی خشیت کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوئی۔

غیبت کی تعریف

ایک صاحب کسی کا تذکرہ کر رہے تھے پھر سوال کیا کہ یہ غیبت تو نہیں ہے۔ فرمایا کہ کہنے والے کو اگر یہ یقین ہو جائے کہ یہی تذکرہ اگر بعینہ اسے پہنچا دیا جائے تو وہ ناراض نہ ہو گا تو یہ غیبت نہیں یا اس تذکرہ سے اصلاح کا تعلق ہو بطور حزن کے تذکرہ کیا جائے یہ غیبت نہیں ہے۔

اپنے آپ کو دعا کے قابل نہ سمجھنا شیطانی دھوکہ ہے

ایک شخص دعا کے واسطے حاضر ہوا۔ فرمایا بھائی تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کروں گا اس نے کہا کہ میری ایسی زبان کہاں ہے۔ فرمایا کلمہ بھی پڑھتے ہو کہا ہاں فرمایا پھر کلمہ تو دعا سے بھی زیادہ متبرک ہے۔ زبان اس کے قابل کیسے ہوگئی (مجمع کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) شیطان نے تو عین مردودیت کی حالت میں دعا کی انظرنی الی یوم یبعثون کہ مجھے مردود تو کر دیا قیامت تک کی تو عمر دیدو۔ جواب ملا انك من المنظرین جاؤ ہم نے قیامت تک کی عمر دے دی وہ تو ایسی سرکار ہے کہ شیطان تک کو بھی محروم نہ رکھا۔ پھر ہمیں کیسے محروم رکھیں گے۔ جب شیطان کی عین غضب کے وقت دعا قبول ہوئی تو ہماری کیوں نہ ہو گی بس اپنی زبان کو دعا کے قابل نہ سمجھنے میں شیطان نے راہ مار رکھی ہے۔ اس کا نام انکسار رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا درست ہے

ایک شخص نے کہا کہ کانپور میں ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو خدا کہتے ہیں یہ لفظ غلط ہے لفظ خدا پہلے کفار اپنے معبودان باطل کو کہتے تھے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ لفظ ایزد اور خدا مثل ترجمہ کے ہو گیا ہے گو وضع دوسروں کے لئے ہوا ہو مگر اب تو مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہو گیا ہے جیسے رحیم وغیرہ۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے جو توصیفی نام ہیں ان میں تصرف کرنا الحاد ہے۔ (تفسیر بیان القرآن منگا کر دیکھی) لله الاسماء الحنسی الخ کے معنی یہی لکھے ہیں کہ بس ایسے ناموں سے اللہ ہی کو موصوف کیا کرو اس میں تقدیم اللہ کی حصر کے لئے ہے۔ اب حصر کے قاعدہ سے یہ ترجمہ ہو گا کہ اسماء

حسنیٰ جو ہیں اللہ ہی کے لئے ہیں دوسروں پر ان کا اطلاق نہ کرو (اور جو اللہ کے ناموں کو دوسروں پر اطلاق کرتے ہیں) ان سے تعلق مت رکھا کرو باقی رہا یہ کہ اور ناموں کا اللہ پر اطلاق کیا جائے اس سے یہ نص ساکت ہے۔

اب سارے عالم کے علماء کیا جاہل ہی ہیں جنہوں نے اللہ کے معنی خدا کئے یہ ہی تو غلو ہے تفرد اختیار نہ کرنا چاہئے اولیٰ کے لئے اتنا اہتمام بدعت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے جو بعض مستحبات کو ناجائز کہا ہے وہ اسی لئے تو ہے کہ مستحبات کے ساتھ واجب کا سا معاملہ نہ کرنا چاہئے۔ جن کا علم محض کتابی ہوتا ہے ان سے ایسی ہی غلطیاں ہوتی ہیں جو محقق کی صحبت میں رہا ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

تعلیم عملی سنت ہے

ایک شخص نمک پڑھوانے آیا اور بات پوری نہ کہی ظاہر ہے کہ اہل حاجت کو اپنی حاجت کا کما حقہ اظہار کر دینا چاہئے جس کو سینکڑوں کام ہوں اسے اس کی فرصت کہاں کہ ایک جزئی کا سوال کیا کرے لوگ خواہ مخواہ اعتراض کرتے ہیں جب ان کے سپرد بھی اس قدر کام ہوں اور پھر خوش اخلاقی برتیں تب پتہ چلے (جامع) حضرت نے اس کو واپس فرما دیا اور فرمایا کہ جب پوری بات کہو گے تب پڑھ کر دیں گے۔ مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا بلا استیذان حاضر ہو گیا تو آپ نے اسے لوٹا دیا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کو طریقہ بتلا دو اس طریقہ سے پھر آئے اس سے معلوم ہوا کہ تعلیم عملی بھی سنت ہے۔ اغبیاء کو بدون اس کے یاد نہیں رہتا۔

نعمت اسلام کے شکر پر شبہ کا جواب

ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ہم کو خاتمے کا پتہ نہیں تو ہم نعمت اسلام کا شکر کیسے ادا کریں۔

ارشاد۔ جو ایک مستقل نعمت ہے اس پر بھی شکر واجب ہے اور اس کا بقاء دوسری نعمت مثلاً اگر کوئی کھانا کھائے اور اس سے ہیضہ ہو جائے۔ تو یہ کھانا ایک مستقل نعمت

ہے۔ اب اگر کوئی کھانا کھا کر شکر ادا نہ کرے کہ کیا معلوم مضر ہو یا نافع ہو تو یہ اس کی نادانی ہے اگر آدمی کوشش کرے اور اس کے اسباب اختیار کرے تو نجات کا وعدہ ہے یہی حسن خاتمہ ہے۔ اضطراراً کوئی گمراہ نہیں کیا جاتا جو ہوتا ہے اپنے اختیار سے ہوتا ہے اور خاتمہ کی خبر نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ معلوم نہیں کل کو ہم خود اپنے ارادہ و اختیار سے کیا کر گزریں گے یہ نہیں ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس پر ہم کو مضطر کر دیں گے پھر نجات کا وقوع ایک مستقل نعمت ہو گی۔ جنت میں جا کر جنتی یوں کہیں گے الحمد لله الذی صدقنا وعده واورثنا الارض نتبواء من الجنة حيث نشاء فنعم اجر العاملين اس کا شکر وہاں ادا کریں گے جیسے ایک کھانے کا شکر ہوتا ہے اور ایک جو اس سے قوت ہو گی اس کا شکر ہوتا ہے۔ رہا تقدیر کا راز یہ تو جنت میں بھی کما حقہ منکشف نہ ہو گا۔ البتہ تردد نہ رہے گا اور عارفین کو یہاں بھی کسی قسم کا تردد نہیں رہتا۔ ان حضرات پر ایک سکون اور اطمینان کی شان ہوتی ہے۔

عارفین کو قیل وقال سے انقباض ہوتا ہے

فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ جب کسی مضمون پر تقریر فرماتے اور کوئی شبہ پیش کرتا تو فرماتے کہ یہ مدرسہ نہیں یہ کام کرنے کے ہیں کر کے دیکھو۔ ہمارے حضرت نے فرمایا مدرسین کو قیل و قال کی عادت ہوتی ہے اور عارفین کو اس سے انقباض ہوتا ہے جو کام میں مشغول ہوتا ہے اس کو حقیقت منکشف ہو جاتی ہے عوام کی طرح ان کی حالت نہیں ہوتی ان کو اطمینان ہوتا ہے چونکہ حضرت کے یہاں حقائق میں تردد نہ تھا اس لئے سوال و جواب سے تنگ ہوتے تھے جیسے اگر کوئی کسی سے کہے کہ آفتاب نکل آیا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ اس کا ممنون ہو اس سے مباحثہ شروع کر دے تو اس کو کس قدر ناگوار ہو گا۔ اہل بصیرت کو حقائق میں ایسا اطمینان ہوتا ہے جیسے باپ کی بابت کسی کو شبہ نہیں ہوتا کہ یہ میرا باپ ہے۔ حالانکہ اس میں بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ ایسا اطمینان ہو جانا حقائق میں بڑی نعمت ہے۔

سلوک شروع کرنے سے پہلے شیخ کی خدمت میں رہنا مناسب ہے

فرمایا کہ سلوک شروع کرنے سے پہلے ضرورت اس کی ہے کہ چند یوم شیخ کی

خدمت میں رہے تا کہ اس کے عادات حالات سے پوری پوری آ گاہی حاصل ہو جائے کیونکہ یہ معرفت مبادی میں سے ہے اور جب تک مبادی کسی فن کے ذہن میں نہ ہوں مقاصد میں چل نہیں سکتا۔

ایک بزرگ کا قول

فرمایا کہ ایک بزرگ کا قول ہے۔

مبارک معصیتے کہ مرا بعذر آرد
زنہار از طاعتے کہ مرا بعجب آرد

قول دیگر

برہوا پری مگسے باشی برآب روی
خسے باشی دل بدست آر کہ کسے باشی

قول دیگر

نماز بسیار گزاردن کار پیر زنان است
روزہ بسیار داشتن صرفہ نان است
حج بسیار گزاردن سیر جہان ست
دل بدست آوردن کار مردان ست

تعویذ دینے میں ایک احتیاط

فرمایا کہ جب میں کسی کو تعویذ دیتا ہوں تو ایک کاغذ اور اوپر لپیٹ دیتا ہوں۔ کیونکہ بلا وضو قرآنی آیات کا مس جائز نہیں ہے لوگ اس کی احتیاط کہاں کریں گے۔

حکومت کا متولی بننا جائز ہے کہ نہیں

فرمایا کہ ایک دفعہ مجھ سے نواب ڈھاکہ نے سوال کیا کہ گورنمنٹ کی تولیت جائز ہے یا نہیں۔ میں نے کہا تولیت کی دو قسمیں ہیں ایک تو متولی شرعی اور ایک متولی قانونی تو گورنمنٹ متولی قانونی ہو سکتی ہے۔ متولی شرعی نہیں ہو سکتی کیونکہ متولی شرعی کے لئے اسلام شرط ہے اور گورنمنٹ غیر مسلم ہے اس لئے گورنمنٹ سے درخواست کی جائے

کہ اپنے ماتحت ایک متولی شرعی کو قائم کرے احکام تو گورنمنٹ صادر کرے اور نفاذ مسلم کے ذریعے سے کرائے۔

حضرت والا کے استغناء کا واقعہ

فرمایا کہ خدا کے سوا کسی پر نظر کیوں رکھے۔ اسی کے واسطے تو بتلایا گیا ہے۔ ولله خزائن السموات والارض جس زمانہ میں خلافت کا بہت زور شور تھا اور مجھ سے خانقاہ غصب کرنے کی ترغیب ہو رہی تھی تو اس وقت راندیر میں ایک شخص نے مرنے کے وقت چار ہزار اٹھائیس روپے کی یہاں کے مدرسہ کے واسطے وصیت کی تھی ان وارثوں نے مجھے لکھا کہ چونکہ اس وصیت میں حساب وغیرہ گورنمنٹ کے متعلق کیا گیا ہے اس لئے آپ عدالت میں سب رجسٹرار کے سامنے وصول رقم کا اقرار کر لیں میں نے لکھا کہ سب رجسٹرار کے سامنے گو ہم اپنی ضرورتوں سے جاتے ہیں مگر اس معاملہ میں ہم جانا پسند نہیں کرتے۔ پھر لکھا کہ اچھا تم اپنے یہاں کے کسی مجسٹریٹ کے سامنے تصدیق کر دو میں نے اس سے بھی عذر لکھا۔ پھر لکھا اچھا ہم کیا کریں۔ میں نے لکھا کہ تم پریشان کیوں ہوتے ہو علماء سے استفتاء کر لو اور پورا واقعہ لکھ دو جو وہ کہیں اس پر عمل کرو پھر انہوں نے لکھا کہ اچھا اپنے یہاں کے دو طالب علموں ہی کی تصدیق کرا دو میں نے اس کو منظور کر لیا۔ انہوں نے رقم بھیج دی اتفاق سے اس وقت خواجہ صاحب اور ایک سندھ کے رہنے والے جج میرے یہاں مہمان تھے۔ میں نے ان کی تصدیق کرا دی۔ تو میں تو مدرسہ کے لئے بھی ایسی ذلت برداشت نہیں کرتا۔ بحمد اللہ یہاں کام بہت ہے مگر خاموشی کے ساتھ ہے پڑھائی تو ایسی نہیں ہے مگر تصانیف کا کام بہت بڑا ہے ضرورت تو روپے کی رہتی ہے مگر ذلت کے ساتھ لینا گوارا نہیں ہے۔

عجب و ریاء کا مرض محض صحبت سے نہیں جاتا

ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے کچھ اذکار تعلیم فرما دیجئے جس سے میری اصلاح ہو جائے فرمایا اصلاح تو معالجات نفس سے ہوتی ہے۔ اذکار تو مثل مفرحات مقویات کے ہوتے ہیں جس طرح مقویات مفرحات کے نسخے تو کتابیں دیکھ کر بھی آدمی بنا سکتا ہے مگر

طبیب کی ضرورت جو پڑتی ہے تو وہ معالجات کے اندر پڑتی ہے جیسے صرع سکتہ تنفس وغیرہ وغیرہ ایسے ہی اور اوراد اشغال تو کتابوں میں درج ہیں مگر شیخ کی جو ضرورت ہے تو معالجات نفس کے اندر پڑتی ہے جیسے تکبر' حسد' کینہ' ریاء وغیرہ وغیرہ نفس اس سے بھاگتا ہے۔ رہے وظائف تو اس پر شاق نہیں گزرتے وہ تو ایک تھوڑے سے وقت مقررہ میں بیٹھ کر پورے کر لیتا ہے۔ اب اگر کسی کے اندر عجب و ریا کا مرض ہے تو کیا وہ محض وظیفوں سے چلا جائے گا وظیفہ تو محض تقویت و برکت کے لئے ہیں اگر کوئی سرسام وضیق النفس کا مریض حکیم سے کہے کہ حضور مجھے تو خمیرہ گاؤ زبان عنبری لکھ دیجئے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ بھائی تجھ کو امراض شفاء ہو جائے گی تو اس وقت قوت دماغ کے لئے دیں گے ابھی اس کا وقت نہیں ہے۔

کیفیات تو حیوانوں میں بھی ہوتی ہے

فرمایا کہ اب لوگ کیفیت وجدیہ اور حرارت و برودت کو مقصود سمجھتے ہیں حرارت و برودت تو ادویہ کے استعمال سے بھی ہو سکتی ہے اور کیفیت وجدیہ حیوانوں میں بھی پائی جاتی ہے بعضے لوگ کہتے ہیں سانپ بین کی آواز سے اور شیر اور دیگر حیوانات گانے سے مست ہو جاتے ہیں ایک ماہر شخص نے کسی مناظرہ کی وقت کہا تھا کہ ہمارے کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہم جنگل میں چل کر گانا گائیں گے اس وقت جو جانور ہمارے سامنے آئیں گے ہم سب کے گلے میں مالا ڈال دیں گے پھر بعد میں تم نکال لینا چنانچہ جنگل میں پہنچ کر گانا شروع کیا۔ اور چاروں طرف سے حیوانات ہرن وغیرہ وغیرہ آنے شروع ہوئے انہوں نے ایک ایک کا کان پکڑ کر مالا ڈال دی اور پھر گانا بند کر دیا۔ چنانچہ گانے کا بند ہونا تھا کہ حیوانات بھاگنے شروع ہو گئے پھر انہوں نے ان صاحب سے کہا کہ اب تم اسی طرح گانے سے سب کو جمع کر کے مالا نکال لو چنانچہ وہ عاجز ہو گیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بھلا جو کیفیت انسان اور حیوان میں مشترک ہو اس میں بھی کوئی کمال ہے۔

کیفیات روحانیہ اور نفسانیہ میں فرق

فرمایا کہ یہ امر محقق ہے کہ کیفیات روحانیہ مقصود ہیں اور کیفیات نفسانیہ مقصود

نہیں اب اس کے معیار کی ضرورت ہے جس سے ان دونوں میں فرق معلوم ہو تو بڑی مدت میں یہ سمجھ میں آیا کہ جن کیفیات میں مادہ شرط ہے وہ نفسانی ہیں جیسے بعض کیفیات جوانی میں ہوتی ہیں بڑھاپے میں نہیں ہوتیں اور جن کیفیات میں مادہ شرط نہیں وہ روحانی ہیں۔ بس جو کیفیت جوانی کو بڑھاپے میں بدل جائے تو سمجھو کہ وہ نفسانی ہے ایک بزرگ کو کسی نے روتے ہوئے دیکھا اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے جوانی میں نماز میں حظ و نشاط ہوتا تھا اور اب بڑھاپے میں نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ وہ شباب کا حظ تھا۔ جعلت قرة عيني في الصلوة نہ تھا اس لئے روتا ہوں کہ اتنے زمانہ دھوکہ میں رہا اب لوگ ان کیفیات کو مقصود فی الدین سمجھتے ہیں جو کیفیات کہ کیفیات بہیمیہ سے مشابہت رکھیں وہ بھی کچھ کیفیات ہیں اعمال کی کیفیت نہایت لطیف ہوتی ہیں جیسا کہ فیرنی کی شیرینی کہ اس کا امراء ہی کو ادراک ہوتا ہے اور گڑ کھانے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ صحابہؓ میں کیفیات اعمال غالب تھیں (ہنس کر فرمایا) ان کیفیات میں سکر نہیں ہوتا ہاں شکر ہوتا ہے تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جیسی استغراق وغیرہ کی حکایات متاخرین اولیاء اللہ کی دیکھی جاتی ہیں صحابہؓ کی نہیں دیکھی جاتی تو بات کیا ہے ان کو کیفیات روحانی زیادہ حاصل تھیں۔

صحابہ کا انداز تعظیم

(ایک صاحب ہاتھ باندھے نہایت ادب سے بیٹھے تھے) فرمایا مجھے ایسی تعظیم سے وحشت ہوتی ہے خواہ مخواہ میرا دماغ بگاڑتے ہو۔ بس آج کل رسم پرستی غالب ہو گئی ہے صحابہؓ بھی تو حضورؐ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے مگر ڈھونگ نہیں بناتے تھے یہاں تک کہ جب حضورؐ مجلس میں تشریف لاتے تو صحابہؓ تعظیم کو کھڑے بھی نہ ہوتے تھے (تو کیا صحابہؓ سے بھی زیادہ کوئی جان نثاری و ادب کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ جامع)

ہر اختلاف برا نہیں

ایک صاحب نے کسی معاملہ کے متعلق لکھا کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا چاہئے خاص کر جب اس اختلاف میں کسی اہل باطل کی موافقت ہو جیسے بعض تحریکات میں اختلاف کرنے سے اہل بدعت کی موافقت ہوتی تھی (حضرت والا نے مجلس کی طرف

مخاطب ہو کر فرمایا) کہ ہر اختلاف برا نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ میں بھی اختلاف ہے اور اہل بدعت کی موافقت کے متعلق فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ شیعہ کتے کو نجس العین کہنے میں اختلاف کرتے تھے۔ اور امام صاحبؒ نجس العین نہ مانتے تھے۔ جب امام صاحبؒ کا وصال ہو گیا اور امام شافعیؒ کا زمانہ آیا (جس روز امام اعظمؒ کا وصال ہوا ہے اسی روز امام شافعیؒ پیدا ہوئے) تو لوگوں کو بڑی امید تھی کہ یہ بھی حضرت امام کی موافقت کریں گے مگر امام شافعیؒ کے منہ سے نکلا تو یہ نکلا کہ کتا نجس العین ہے دیکھئے یہاں امام شافعیؒ نے اس اختلاف میں شیعہ سے موافقت کی اب اس کو کیا کہو گے۔

شیخ کی تجویز کے خلاف کرنا مضر ہے

فرمایا تربیت کے باب میں جو کچھ میں کسی کے بارے میں تجویز کرتا ہوں وہ نہایت ہی شفقت سے تجویز کرتا ہوں اور جس نے بھی اس کے خلاف کیا اس نے اس کا نتیجہ دیکھ لیا فوراً سزا مل گئی۔ اب یہ صاحب بیٹھے ہیں (یہ ایک صاحب تھے جن کو حضرت نے ذکر و شغل سے منع کر دیا تھا جو نہیں مانے تھے چنانچہ ان کو جنون ہو گیا تھا اور ایک مدت کے بعد بریلی کے پاگل خانہ سے چھوٹ کر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے (جامع) ان کو میں نے ذکر و شغل کی زیادتی سے ہر چند منع کیا۔ نیز محض مصالح سے حکیم محمد مصطفیٰ صاحب کے سپرد کرنا بھی چاہا مگر نہ مانے اور مجھے یوں جواب دیا کہ واہ صاحب یہ بھی کوئی بات ہے اگر کوئی اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تو فلاں کے پاس چلی جا تو وہ کیسے چلی جائے اس پر میرا بہت دل دکھا تھا کہ مجھ پر صاف اعتراض تھا۔ کس دل سوزی سے تو میں تجویز کرتا ہوں اور یہ لوگ اس کی ایسی بے قدری کرتے ہیں کہ حقیقت میں اعتراض کرنا سخت بے ادبی ہے۔

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب (جامع)
بے ادب تنہا نہ خود راداشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

تجارت میں فروغ بھی صدق سے ہی ہوتا ہے

فرمایا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ صادق تاجر قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اٹھیں گے (اور یہ بھی آیا ہے کہ دغا باز فریبی تاجر کا حشر فجار کے ساتھ ہوگا (جامع) اور یہ واقعہ ہے کہ تجارت میں دنیوی فروغ بھی صدق ہی سے ہوتا ہے گو شروع شروع میں کچھ تکلیف اٹھانا پڑے مگر بعد میں بہت برکت ہوتی ہے۔ چنانچہ کانپور میں ایک بانس والے تھے ان کے پاس جو شخص بانس لینے آتا تو وہ یہ کہہ دیتا کہ یہ بانس اتنے دن رہے گا یہ سن کر سب چھوڑ کر چلے جاتے دوسری جگہ جب پہنچتے تو وہ دکاندار بڑی تعریف کرتے لوگ ان کی ہی دکانوں سے خریدتے لوگوں نے ان سے کہا بھی کہ بھائی یہ کام ایسے نہیں چلتا اس نے جواب دیا کہ فروخت ہوں یا نہ ہوں میں تو سچ ہی بولوں گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب دوسروں کے بانس جلدی جلدی خراب ہونے لگے۔ اب رجوعات ان کی طرف ہوئی کیونکہ یہ جو کہہ دیتے بانس ویسا ہی نکلتا۔ سب کی دکانداری پھیکی پڑ گئی۔ بس شروع میں تھوڑی سی دقت پڑتی ہے۔ جب لوگوں کو اطمینان کامل ہو جاتا ہے تو پھر یہ دقت بھی رفع ہو جاتی ہے۔

حق تعالیٰ مارد اور متمرد کے سوا کسی کو دوزخ میں نہ ڈالیں گے

فرمایا کہ حق تعالیٰ عبدیت کو چاہتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کا ہاتھ پکڑے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس بچہ کو آگ میں ڈالنا گوارا نہیں کرتی کیا حق تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو عذاب کریں گے۔ آپ یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ سوائے مارد متمرد کے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالیں گے اور متمرد کے یہ معنے ہیں کہ جو تکلف اور ارادہ ہی سے تمرد کو اختیار کرے یعنی اپنے کو عبدیت سے خارج کرے گویا اپنے آپ کو تکلف اور ارادہ سے دوزخ بھیجنا چاہے وہی جائے گا ورنہ جس کے اندر عبودیت ہو گی اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ رحمت کا ہی معاملہ فرمائیں گے حتیٰ کہ جو شخص حقوق العباد کی فکر

رکھے اور بوجہ عجز کے ادا نہ کر سکے تو امید ہے کہ حق تعالیٰ اہل حقوق کو بدلہ دے کر اس سے راضی کرا دیں گے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ نے آگ کا عذاب کیوں مقرر کیا یہ تو بہت بڑھ کر ہے اس سے کم بھی تو ہو سکتا تھا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی تو بہت بڑھ کر ہے اس سے کم بھی تو ہو سکتی تھی پھر فرمایا کہ میں آپ کا مرض سمجھ گیا آپ حق تعالیٰ کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں کہ جس چیز سے ہم کڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کو بھی کڑھنا چاہئے۔ بات یہ ہے کہ تم مغلوب ہو اور اللہ تعالیٰ انفعال اور تاثر سے پاک ہیں حق تعالیٰ جو بھی کرتے ہیں ارادہ سے کرتے ہیں ان کو کڑھن نہیں ہوتی کیونکہ ان کی از ابتداء اول تا انتہا نظر ہوتی ہے اور ان کا علم اکمل ہے اور انسان کی ابتداء ہی پر نظر ہوتی ہے انجام کی خبر نہیں ہوتی اس لئے انجام دیکھ کر اس کو کڑھن اور تاسف ہوتا ہے (جامع) حکماء امت نے خوب سمجھا ہے۔ فرمایا ہے کہ رحمت سے مبادی مراد نہیں غایات افعال مراد ہیں۔ فافہم۔

شفاء غیظ کے لئے بھی سزا دینا جائز ہے

فرمایا شفاء غیظ کے لئے بھی سزا دینا جائز ہے۔ مگر خود تجویز نہ کریں۔ علماء سے استفتاء کرے۔ جب پتھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا ہے تو آپ نے اس کو مارا تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو صاحب شعور نہیں اور بے حس ہو اس سے بھی شفاء غیظ کا معاملہ جائز ہے۔

بیس برس بعد کفر کے اقرار سے سابقہ امامت کا حکم

فرمایا کہ اگر ایک شخص نے بیس برس تک ایک مقام پر امامت کی اور پھر یوں کہنے لگا کہ میں کافر تھا تو اس موقع پر فقہاء نے لکھا ہے کہ پچھلی نمازیں سب کی ادا ہو گئیں ور اس کلمہ سے وہ اب کافر ہو گیا اس وجہ سے اب اس کا اعتبار بھی نہ کیا جائے گا کیونکہ ممکن ہے کہ مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے کہتا ہو اور بیس برس پہلے سے وہ کافر نہ ہو مسلمان ہو اور ابھی کافر ہوا ہو۔

اہل یورپ کی تہذیب اورتحریکات خلافت میں حضرتؒ کے موقف پر ایک امریکی کا تبصرہ

فرمایا کہ ایک امریکن نے میرے بھتیجے سے منصوری پر کہا کہ اہل یورپ میں تہذیب نہیں ہے اہل امریکہ ان کو مہذب نہیں سمجھتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہندوستان والے تو بڑا مہذب سمجھتے ہیں کہا ایسے ہی لوگ سمجھتے ہوں گے۔ پھر کہا کہ ہمارے یہاں امریکہ میں بڑے سے بڑا آدمی سر پر اپنا بوجھ لے کر خود چلا جاتا ہے اور کوئی عار نہیں کرتا اور یہ لوگ سب کام نوکروں سے کراتے ہیں اپنے ہاتھ سے نہیں کر سکتے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ شریعت کا احسان سمجھنا چاہئے کہ امریکہ کی جو منتہائے تہذیب ہے اسلام نے اس کا سبق سب سے پہلے پڑھایا۔ کہ تکبر نہ کیا کرو گھر کے کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرو چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کام اپنے دست مبارک سے کر لیا کرتے تھے دودھ خود دوہ لیا کرتے تھے نعل مبارک میں تسمہ خود لگا لیتے تھے ترکاری خود تراش لیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ کا گھر میں رہنے کا وقت کس طرح گزرتا تھا۔ فرمایا کہ آپ گھر میں خالی نہیں رہتے تھے ہم میں مل کر کام کرتے تھے۔ اس امریکن نے یہ بھی پوچھا تھا کہ اس کا (یعنی حضرت مرشدی مدظلھم العالی کا) تحریکات خلافت میں کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو اس کے خلاف ہیں۔ اس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص عیسائیت کا سخت دشمن ہے۔ برادر زادہ نے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ عیسائیوں کی گورنمنٹ سے تنخواہ پاتے ہیں اس لئے ان کی حمایت کرتے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اس نے کہا جاہل ہیں کیونکہ ان تحریکات کا یہ اثر ہو گا کہ سب لوگ لا مذہب ہو جائیں گے اور جب مذہب سے دور ہو گئے تو پھر عیسائی ہونا بہت آسان ہے اور وہ (حضرت مرشدی مدظلہم) یہ چاہتا ہے کہ سب مذہب پر قائم رہیں اور عیسائیت سے دور رہیں ہمارے حضرت نے فرمایا چنانچہ اسی وقت سے لوگوں کی مذہبی حالت بدل گئی۔ اخلاق و عادات خراب ہو گئے چاروں طرف ظلمت چھا گئی ہر شخص میں حریت سما گئی بڑوں کا ادب اٹھ گیا۔ جاہل پیشوا ہو گئے علماء اہل تمول سے مل کر دنیا دار ہو گئے (جامع کہتا ہے بالکل بجا و درست ہے۔

ایں چہ شوریست در دور قمر می بینم
ہمہ آفاق پراز فتنہ و شری بینم

حضرت نے ایک اور مجلس میں فرمایا تھا کہ دین کے اندر اتنا تغیر صدیوں میں بھی نہ ہوا ہوگا جس قدر اس چند یوم کی تحریک خلافت میں ہوگیا۔

اے سرا پردہ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

(جامع)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سود حلال کردو

فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں مولویوں سے کہ ہندوستان میں سود حلال کر دو کیونکہ گو امام ابو یوسفؒ کے خلاف ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ ہے کہ حربی سے سود کا لینا جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول کوئی حجت بھی نہیں میں کہا کرتا ہوں جی ہاں آپ کو امام صاحبؒ کے تمام قولوں میں یہی ایک قول پسند آیا ہے امام صاحبؒ کا قول نماز میں' روزہ میں داڑھی میں حجت نہیں ہے۔ بس سود میں حجت ہے جیسے ایک شخص نے کسی سے پوچھا کہ قرآن میں تمام آیتوں میں تم کو کونسی آیت پسند ہے؟ کہا کلوا واشربوا کسی نے اس کو ایک شعر میں اس طرح کہا ہے ۔

ہم توبہ جب کریں گے شراب و کباب سے
قرآن میں جو آیا کلوا واشربوا نہ ہو

اس کا ایک شخص نے خوب جواب دیا ہے ۔

تسلیم قول آپ کا ہم جب کریں گے جناب
جب آگے واشربوا کے ولا تسرفوا نہ ہو

پھر اس سے پوچھا دعاؤں میں کونسی دعا پسند ہے کہا (ربنا انزل علینا مائدة من السمآء)

جس کی سنت فرض سے مانع ہوا سے سنت سے روکا جائے گا

فرمایا کی کسی ثقہ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ نے اپنے کسی مرید کو کسی جگہ بھیج دیا

کہ تم وہاں جاکر ذکر شغل کرو (اس میں ایک مصلحت یہ بھی تو ہوتی ہے کہ ایسی جگہ تجویز کرتے ہیں جہاں کوئی زیادہ معتقد نہ ہو) انہوں نے شیخ کو لکھا کہ یہاں مسلمانوں اور کفار میں نا اتفاقی ہوگئی ہے دعا فرمایئے تو ان بزرگ نے ان کو ڈانٹ کر لکھا کہ ہم نے تم کو خبریں لکھنے کو بھیجا ہے یا کام کرنے کو ایک شخص نے عرض کیا کہ دعا تو سنت ہے پھر کیوں ڈانٹا۔ فرمایا جی ہاں جس کی سنت فرض سے (کہ وہ اصلاح نفس ہے) مانع ہو جائے تو اس سنت سے روکا جائے گا۔

جس سے اصلاح کا تعلق ہو اس سے قیل وقال یا فقہی اشکال نہیں کرنا چاہئے

فرمایا کہ جس شخص سے تعلیم ذکر وشغل کا تعلق ہو اس سے ایسے مسائل فقہیہ نہ دریافت کرے جس میں قیل وقال ہو اس طریق میں یہ قیل وقال بہت مضر ہے اغبیا کو کون سمجھائے یہ ذوقی امر ہے میں تو ایسی باتیں انہیں کی مصلحت سے کہتا ہوں (ہنس کر فرمایا) ان کی مصلحت میری راحت اور میرے ذمہ یہ نہیں کہ مصلحت کی وجہ بھی بتاؤں۔ اتنا بتلا دینا کافی ہے کہ یہ خلاف مصلحت ہے میں نے احباب کو لکھ دیا ہے کہ باطنی حالات کے ساتھ مسائل فقہیہ نہ لکھا کرو۔ ایک بزرگ سندھی مجھ سے اکثر مسائل فقہیہ پوچھا کرتے تھے اور یہ بھی کہا کرتے کہ مجھے ذکر وشغل سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا میں نے کہا کہ تم مجھ سے مسائل فقہیہ نہ پوچھا کرو اور میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ مولانا خلیل احمد صاحب کو اس فن میں زیادہ مہارت ہے تم ان سے پوچھا کرو۔ چنانچہ جس دن سے انہوں نے ایسے سوالات بند کئے اسی دن سے فائدہ ہونا شروع ہو گیا۔ میرا تو مشاہدہ ہے مگر اب بتلایئے کہ دوسروں کو کس طرح سمجھاؤں۔

طبعی امور بدلتے نہیں

فرمایا کہ امور طبعیہ فطریہ بدلتے نہیں ان میں اضمحلال ہو جاتا ہے اور اہل تحقیق بھی اپنے مریدوں کے فطری امر کو نہیں بدلتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اس میں حکمتیں ہیں اصل مربی تو وہ ہی ہیں نہ معلوم کس کس مصالح کی بناء پر اس کے اندر یہ رکھے ہیں اس لئے ان کے بدلنے کی کوشش بھی نہ کرنا چاہئے صرف تعدیل کر دی جائے اور مصرف بدل دیا

جائے۔

ہرصدی پر سطح زمین کی بلندی ممکن ہے

فرمایا ہمارے یہاں جو آج کل نل لگ رہا ہے اور اس کے واسطے زمین کھد رہی ہے اس میں ایک پرت ابرک کا بھی نکلا ہے۔

کیا عجب کسی زمانہ میں زمیں کا سطح بالائی وہی ہو کیونکہ آج کل کی یہ تحقیق ہے کہ ہر سو برس کے بعد زمین ایک فٹ بڑھ جاتی ہے یعنی اونچی ہو جاتی ہے۔

مرنیوالوں کواپنے اقارب کے نیک وبد کا پتہ تو چلتا ہے اس سے زیادہ ثابت نہیں ہے

ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص مرنے والے کی کنوئیں کی تمنا تھی اب وہ بن گیا تو کیا اس کو اس کا پتہ چل گیا ہوگا۔ فرمایا کہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موتی کو اپنے عزیز کے نیک و بد کا تو پتہ چلتا ہے اس سے زیادہ ثابت نہیں اور روح تو وہاں ایسے کام میں مستغرق ہے کہ اسے ان خرافات کی کیا پرواہ ہے۔

غیرمتشابہہ آواز سے نیندنہیں آتی

فرمایا کہ مجھے غیر متشابہ آواز سے نیند نہیں آتی اور متشابہ سے آجاتی ہے۔ اگر کوئی کلمہ مکرر پڑھتا رہے تو فوراً نیند آجائے گی مگر قرآن شریف کی تلاوت کے وقت نہیں آتی کیونکہ اس میں مختلف مضامین ہوتے ہیں توجہ منتشر رہتی ہے۔

موجودہ دور کے لوگوں میں حسن معاشرت سے دوری کا ایک واقعہ

فرمایا کہ ہم لوگوں کو حسن معاشرت اور انتظام سے آج کل اس قدر اجنبیت ہو گئی ہے کہ ایک انگریز جو مسلمان ہوا تھا نماز کے لئے مسجد میں آیا۔ وہاں حوض کی نالی میں رینٹ پڑی ہوئی تھی اس نے کہا کہ صاحبو ذرا اسے صاف تو کر دیا کرو۔ بعض لوگوں نے جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تیرے اندر عیسائیت باقی ہے جب ہی تو صفائی صفائی کر رہا ہے اور یہ کہہ کر اسے مسجد سے باہر نکال دیا بعض سمجھ دار لوگوں کو معلوم ہوا جو اہل تہذیب تھے انہوں نے اس کی دلجوئی کی کہ یہ جاہل لوگ ہیں آپ خیال نہ کریں اس

نے بڑا اچھا جواب دیا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان کے برتاؤ سے اسلام سے متوحش ہو کر عیسائی ہو جاؤں گا میں ان بدتمیزوں پر تھوڑا ہی مسلمان ہوا ہوں بلکہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں ان کے اخلاق ایسے تھوڑا ہی تھے۔

اصل چیز اصلاح ہے مگراس کی طرف توجہ کم ہے

فرمایا بڑے بڑے مخلصین کے بس یہی خط آتے ہیں کہ ذکر و شغل جاری ہے دعا کیجئے (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) اصلاح ان کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں بس ذکر و شغل ہی کو اصل سمجھتے ہیں حالانکہ اصل اصلاح ہے اور ذکر اس کا معین ہے۔

ضبط اوقات کو بدعت کہنا درست نہیں

فرمایا کہ ایک طالب علم صاحب آئے تھے انہوں نے ضبط اوقات کا اعلان دیکھ کر فرمایا کہ یہ بدعت ہے خیر القرون میں نہیں تھا۔ اگر جواب کے لئے ٹکٹ آتا تو میں جواب لکھتا کہ جس مدرسہ میں تم نے پڑھا ہے وہاں اسباق کے گھنٹے مقرر تھے یہ خیر القرون میں کہاں ہیں۔

دل ملنا تربیت کیلئے شرط ہے

ایک شخص نے خط میں کوئی سخت بدتمیزی کی تھی پھر ان کا خط آیا کہ مجھ سے حماقت ہوئی ہے میں تربیت چاہتا ہوں میں نے لکھ دیا تم سے دل نہیں ملے گا جو تربیت کی شرط ہے پھر وہ اب تک دق کر رہے ہیں۔ اب لکھ دیا ہے کہ یہاں کسی سے دوستی پیدا کرو ان کے ذریعہ سے خطاب کروں گا۔ براہ راست تم سے گفتگو نہ کروں گا۔ بدتمیزی کے مضمون سے اشتعال ہوتا ہے۔ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ یہ بدتمیزی کی برداشت بھی کرنا چاہئے۔ میں نے ان کو لکھا کہ کوئی کام تم بھی کرو کیا سب کام میرے ہی ذمے ہیں تم تو خود شیخ ہو جب ہی تو مجھ کو تعلیم دے رہے ہو۔ مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا دو ہی باتیں ہیں یا تو لوگوں میں انتظام کا قحط ہو گیا یا مجھ میں انتظام کا ہیضہ ہو گیا۔

بیعت سے پہلے شیخ سے مناسبت ضروری ہے

فرمایا ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ لکھا ہے کہ میں نے یہ سنا تھا کہ بلا پیر بہشت

میں جانا محال ہے اور پیر ہی سب کام کرتا ہے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ واقعی بعض لوگوں کے ایسے ہی خیال ہوتے ہیں اور محض اس لئے مرید ہوتے ہیں میں یوں چاہتا ہوں کہ طریق کی حقیقت سمجھ کر کام کریں اور آخر میں ان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اب معلوم ہوا کہ وہ پیر بدعتی ہیں میں بیعت توڑ دوں میں نے لکھا کہ ضرور توڑ دو۔ دیکھئے جلدی میں ایک بدعتی پیر کے مرید ہو گئے اور نوبت علیحدگی کی آئی۔ میں اسی لئے کہا کرتا ہوں کہ بیعت میں جلدی نہ کیا کرو خوب دیکھ بھال لیا کرو جب تک جانبین سے اطمینان نہ ہو جایا کرے اس وقت تک ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا کرو۔

بعض چھوٹی برائیوں کا منشاء سخت قبیح ہوتا ہے

فرمایا کہ لوگوں کی بیہودہ حرکتیں فی نفسہ اس قدر گراں نہیں ہوتیں لیکن چونکہ ان کا منشاء میری نظر میں آجاتا ہے اور وہ سخت قبیح ہوتا ہے کہیں کبر کہیں بے فکری کہیں اہل دین کی بے عظمتی اس لئے وہ خفیف امر مجھ کو زیادہ برا معلوم ہوتا ہے جس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ تو اتنی غصہ کی بات نہ تھی لوگ صرف ناشی کو دیکھتے ہیں میں منشا کو دیکھتا ہوں۔

عام عربوں کی ایک حکایت

فرمایا کہ عوام عرب میں شرک بہت ہے۔ ہم نے خوب دیکھا ہے (اسی لئے تو وہاں قدرت سے نجدیوں کا تسلط ہوا (جامع) وہاں کے علماء بھی اس کی تاویل کر لیتے ہیں وہاں نجدیوں کی تو یہ زیادتی ہے کہ توسل کو بھی شرک کہتے ہیں۔ علماء کی یہ زیادتی ہے کہ شرک کو توسل کہتے ہیں۔

قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگنا چاہئے

فرمایا کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنا چاہئے حتیٰ کہ دفن کے وقت بھی انتظام شریعت اسی میں ملحوظ ہے تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ مردہ سے حاجت مانگی جاتی ہے۔

معاملات میں صفائی نہ ہونے سے باہمی تعاون میں خلل

فرمایا کہ بعض مواقع پر معاشرت اور معاملات رندوں کے اچھے ہیں اور اہل علم کے ناب میں ایک ثقہ صورت میرے ایک دوست سے دس روپے مانگ لیے گئے تھے۔

جب تقاضا کیا تو لے کہا پھر دے دونگا۔ پھر تقاضا کیا تو کہا پھر دیدونگا۔ پھر تقاضا کیا تو کہہ دیا آپ کے پاس میری کوئی تحریر ہے ایسے ہی ایک بی بی ہمارے گھر میں سے جھومر مانگ لے گئیں۔ پھر اس کو رہن کر دیا۔ بڑی مشکل کے بعد وصول ہوا کہ اب قریب قریب دینا ہی بند کر دیا۔ مگر پھر بھی بعض جگہ مروت غالب آجاتی ہے۔ اللہ کے فضل سے مسلمانوں میں بہت روپے والے ہیں اور چاہتے کہ ہم کسی کو قرض دیں مگر معاملہ کی گندگی کی وجہ سے نہیں دیتے ایسے ہی بیکار روپیہ رکھنا پڑتا ہے اور اہل حاجت کفار کو سود دیتے ہیں۔

معاملات کی صفائی کا ایک واقعہ

فرمایا کہ گھر میں ایک مرتبہ ایک نائن سے پان منگائے وہ شمار کئے تو معمول سابق سے زیادہ تھے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ دکاندار کے گھر سے اس کی عورت نے اس سے چھپا کر دے دیئے تھے اور پیسے خود رکھ لئے۔ میں نے کہا کہ اس کا حق تو ہمارے ذمہ رہا۔ کیونکہ یہ تو ملک اس کے خاوند ہی کی ہے عورت کی بدنامی کے خیال سے یہ ترکیب کی کہ جس حساب سے وہ پان دیا کرتا تھا اسی حساب سے اس کے پاس پورے پیسے بھیج دیئے اور یہ کہہ دیا کہ یہ پیسے تمہارے ہمارے ذمے رہ گئے تھے اس نے فوراً رکھ لئے۔ یہ بھی تو نہیں پوچھا کہ کب رہ گئے تھے۔

ایک طفیلی کو تنبیہ کا واقعہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں جلسہ میں دہلی جا رہا تھا۔ ایک شخص ریل میں راستہ سے میرے ساتھ ہو لئے۔ میں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو کہا دہلی جلسہ میں جا رہا ہوں میں نے کہا مولانا نے آپ کو بلایا ہے کہا نہیں پھر میں نے پوچھا ٹھہرنا کہاں ہو گا کہا ملنے والوں میں ٹھہروں گا۔ جب سٹیشن سے اترے تو میرے لئے جو گاڑی آئی تھی اس میں سب سے اول آپ بیٹھے۔ پھر مقام پر پہنچ کر برف بھی سب سے اول پیا پھر کھانے میں شریک ہو گئے۔ میں نے مجمع میں کہنا تو مناسب نہ سمجھا مگر دسترخوان سے اٹھ کر اس کو الگ بلا کر کہا کہ تم نے کیا وعدہ کیا تھا اور عمل کیا کیا۔ خیر اسی میں ہے کہ ابھی چلے جاؤ وہ سیدھے چلے گئے کھانے پر پھر نہیں آئے۔

اخیر عمر میں سفر سے معذوری کا سبب

جمعہ کے بعد مجلس میں تقریر فرما رہے تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا اس وقت آنت اتر آئی۔ اگر کوئی مضمون زور ڈال کر بیان ہوتا ہے آنت اتر آتی ہے (اس کے بعد اندر حجرہ میں آنت چڑھانے کے واسطے تشریف لے گئے فراغت کے بعد تشریف لا کر فرمایا (جامع) اب لوگ بلاتے ہیں کیسے جاؤں۔ جمعہ کے دن چونکہ مجمع ہوتا ہے دل چاہتا ہے کہ کچھ زور سے بولوں تا کہ سب سنیں مگر کیا کروں عصر تک تین تین چار چار مرتبہ آنت اتر جاتی ہے ایک شخص نے کہا کہ الہ آباد موٹر میں لے چلیں گے میں نے کہا کہ حرکت سے تھوڑا ہی اترتی ہے بہلی میں چلنے سے بھی نہیں اترتی بلکہ چھینکنے سے کھانسی سے اور بلند آواز سے بولنے سے اترتی ہے۔

ایک شخص کی بے تہذیبی کا واقعہ

فرمایا کہ آج کل لوگوں میں اس قدر بے تمیزی ہے کہ دیوبند کے بڑے جلسہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ میں مصلے پر نماز پڑھانے کے لئے جا رہا تھا مصلے کے قریب پہنچ گیا تھا ایک صاحب جماعت کی تیسری صف میں سے نکل کر مجھے کھینچ کر اپنے پاس لائے۔ اور مصافحہ کیا اور کہا جاؤ۔ غصہ تو آیا کہ ایک دھول لگاؤں۔ چاہے بدنامی ہو مگر ضبط کیا۔

مہمان اور دستر خوان کے چند آداب

فرمایا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سائل آ کر سوال کرے تو مہمان کو دستر خوان سے دینا جائز نہیں۔ ایسے ہی اگر کوئی کسی برتن میں کھانا بھیجے تو اس میں کھانا جائز نہیں ہے بلکہ اپنے برتن میں کر کے کھائے لیکن اگر مزہ یا وضع بدل جانے کا اندیشہ ہو جیسے فرینی وغیرہ تو اسی برتن میں کھانا جائز ہے۔ ایسے ہی اگر چند مجلسیں کھانے کی ہوں تو اپنی مجلس میں اگر کھانے کی کمی پڑ جائے تو اپنے سامنے سے دے سکتا ہے اور اگر دوسری مجلس میں ضرورت پڑے تو دینا جائز نہیں ہے۔

درویش لطیف المزاج تو ہوتے ہیں لیکن بے حس نہیں ہوتے

فرمایا کہ آج دوپہر ایک ولایتی صاحب تشریف لائے اس وقت میں لیٹ چکا

تھا میں نے کہا کہ آپ سے بے تکلفی نہیں ہے اس لئے یہاں بیٹھنا مناسب نہیں آپ ظہر کے بعد آیئے۔ پھر ظہر کے بعد تو آئے نہیں عصر کے بعد آئے میں نے کہا کہ تم ظہر کے بعد کیوں نہیں آئے یہ وقت مجلس کا نہیں کہنے لگے کہ درویش کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا کہ میں درویش نہیں ہوں۔ میں تو ایک طالب علم ہوں اس پر انہوں نے کہا کہ نہیں ہو تو ضرور بھلا اس حماقت کا کیا علاج ہر شخص نے اخلاق کا ایک نظام الگ بنا رکھا ہے مگر صاحب بات یہ ہے کہ پچاس تو ایک کے تابع ہو سکتے ہیں اور ایک پچاس کے تابع نہیں ہو سکتا اور درویش تو نہایت لطیف المزاج ہوتے ہیں مگر وہ لوگ تحمل کرتے ہیں جسے یہ لوگ بے حس سمجھتے ہیں۔

منہ پر مارنے کی وجہ

فرمایا کہ حدیث میں منہ پر مارنے کی ممانعت آئی ہے چونکہ منہ سامنے ہوتا ہے اکثر لوگ اسی پر مارتے ہیں اور حدیث میں ممانعت بھی اسی لئے آئی ہے کہ اس کا وقوع زیادہ ہے اور عضو محترم ہے اور ممانعت بھی انہیں چیزوں کی ہے جن میں احتمال وقوع زیادہ ہے شراب کی ممانعت آئی ہے کیونکہ اس کی طرف میلان ہونے سے اس کا وقوع زیادہ ہے لیکن پیشاب کی کہیں بھی ممانعت نہیں کیونکہ اسے کون پیئے گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

فرمایا کہ یہ غلط مشہور ہے کہ پیغمبر کا ملبوس نہیں جلتا۔ حدیث میں ہے کہ آپ مصلے پر تشریف فرما تھے کہ ایک چوہا جلتی بتی لئے ہوئے آیا مصلے شریف جل گیا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتظام اور دور اندیشی کا واقعہ

فرمایا کہ سب سے منتظم اور دور اندیش ہمارے مجمع میں حضرت گنگوہیؒ تھے ایک مرتبہ میں نے آپ کو لکھا کہ جلال آباد کے جبہ شریف کی زیارت کو جی چاہتا ہے کیا حکم ہے مولانا کا جواب آیا کہ ہرگز دریغ نہ کریں۔ اگر تنہائی میں بدون منکرات کے موقع ملے ضرور زیارت کریں۔ یہ قید انتظام ہی کی بات ہے۔

ایک شخص کی بے ہودہ فرمائش

ایک صاحب کا خط آیا کہ میں فلاں چماری پر عاشق ہو گیا ہوں تسخیر کا تعویذ دے دو ورنہ آریہ ہو جاؤں گا۔ ایک اور صاحب کا خط آیا کہ مجھے اتنے ہزار روپے اپنے مریدوں سے دلوا دو کیونکہ میں اس قدر ہزار روپے کا مقروض ہو گیا ہوں۔ ورنہ سودی قرض لوں گا اس کا گناہ آپ پر ہو گا اور خدا کے سامنے یہی کہہ دوں گا اس کا جواب حضرت والا کے یہاں سے کچھ نہیں گیا اور فرمایا کہ جواب جاہلاں باشد خموشی (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ ہمارا جو کام ہے وہ یہ ہے کہ ہم سے اللہ کا راستہ پوچھ لو۔ اب کوئی سنار کے یہاں جا کر یہ کہے کہ مجھے کھربا بنا دو یا لوہار کے یہاں سونا لے جائے اور کہے کہ مجھے کرن پھول بنا دو تو یہ اس کی حماقت ہے یا نہیں کیا ہم اس کام کے ہیں کہ لوگوں سے بھیک مانگ کر لوگوں کو دیں۔ نعوذ باللہ

گھی کوئی مرغوب چیز نہیں

فرمایا کہ جب میں نواب ڈھاکہ کے یہاں گیا ہوں تو ان کے سالن میں گھی بہت پڑتا تھا اور میں منع کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے چچا سے گفتگو ہوئی میں نے کہا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ گھی کوئی مرغوب چیز نہیں ہے کیونکہ جنت میں چار نہریں ہوں گی پانی کی دودھ کی شہد کی شراب طہور کی۔ اگر گھی کوئی مرغوب چیز ہوتی تو ایک نہر اس کی بھی ہوتی۔

ایک دعوت کا واقعہ

فرمایا کہ ایک دفعہ کانپور میں میں نے قبول دعوت کے ساتھ داعی کو لکھا کہ قورمہ پلاؤ پراٹھا وغیرہ تکلف کے کھانے نہ ہوں وہاں جا کر دیکھا تو وہ ہی سب چیزیں موجود تھیں جن کو میں نے منع کیا تھا میں نے ان سے پوچھا کہ میں نے ماکولات کی فہرست دی تھی یا ممنوعات کی۔

اپنے یہاں کی عورتیں نہایت اخلاص سے پکاتی ہیں

فرمایا کہ کمانا تو بمبئی اور سورت والے جانتے ہیں اور کھانا یہاں والے۔ ایک

دفعہ میں نے ایک مقام پر مچھلی کی فرمائش کر دی تو اس قدر بدبودار پکائی کہ بیٹھنا مشکل ہو گیا نیز یہ بھی فرمایا کہ اپنے یہاں کی عورتیں نہایت اخلاص سے پکاتی ہیں۔ یہ چاہتی ہیں کہ سب مردوں ہی کو کھلائیں اسی لئے ان کے ہاتھ کا کھانا مزیدار ہوتا ہے اور باورچیوں میں یہ خلوص کہاں۔ ایک حکایت یاد آئی کہ ایک باورچی نے اپنے آقا کے سامنے کھانا پکا کے رکھا اور دیکھتا رہا۔ جب آقا شوربا ختم کر چکے تو دل میں سمجھا کہ بوٹی چھوڑ دیں گے جب بوٹی کھانے لگے تو سمجھا کہ ہڈی چھوڑ دیں گے جب ہڈی بھی چوسنے لگے تو بے ساختہ چیخ اٹھا کہ ہائے ہڈی بھی کھا لی اسے استغراق میں یہ بھی پتہ نہ چلا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں۔

آجکل لوگ اصلاح سے گھبراتے ہیں

فرمایا کہ آج کل لوگ اصلاح سے بہت گھبراتے ہیں۔ بس خالی ذکر و شغل کو چاہتے ہیں۔ ایک صاحب حیدرآباد کے راستے میں ایک سٹیشن پر مرید ہو گئے۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ مجھ میں زنا کا مرض ہے۔ میں نے علاج لکھا۔ پھر لکھا تو جواب آیا کہ سختی نہ کرنا چاہئے اب ان کا خط آنا بھی بند ہو گیا۔

ایک کم فہم کا واقعہ

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ وظیفے تو میں نے تجویز کر لئے ہیں اور اجازت آپ دے دیں میں نے ان کو لکھا ہے کہ کہیں یہ دیکھا ہے کہ مریض نسخہ تو خود تجویز کر لے اور اجازت حکیم سے لے۔

ایک رئیس کے کارندے کا واقعہ

فرمایا کہ ایک رئیس کے کارندے کہتے تھے کہ ان کے یہاں مہمانوں کو جو روٹی آتی تھی اس کے ساتھ شمار کا پرچہ بھی آتا تھا۔ کھانے کے بعد باقی کی تعداد لکھی جاتی تھی اچار جب پڑتا تھا تو بذریعہ درخواست اس کی منظوری حاصل کی جاتی تھی بھلا اس روپے سے کیا فائدہ ہے۔ سچ ہے۔

سخیاں زاموال بری خورند
بخیلاں غم سیم و زری خورند

وہم کا علاج

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص اس قدر وہمی ہے کہ ظہر کا وضو بارہ بجے سے شروع کرتا ہے اور سارے مسجد کے لوٹوں سے کرتا ہے اور غسل صبح سے ظہر تک کرتا ہے اور جسم کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا ہے کہ کوئی بال خشک تو نہیں رہ گیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ دماغ کی خشکی ہے قوت متخیلہ میں فساد ہو جاتا ہے تدبیر اس کی یہی ہے کہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔

حقوق طبع کی رجسٹری کرانا جائز ہے کہ نہیں

فرمایا کہ مولوی احمد علی صاحبؒ محدث سہارنپوری نے ایک مرتبہ کسی کتاب کی رجسٹری کرائی تھی جب مولانا کانپور تشریف لے گئے تو ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ مولانا کتاب کی رجسٹری کرانا جائز ہے؟ اس سوال پر مولانا شرمندہ ہو گئے اور عبدالرحمٰن صاحب بولے ہاں جائز ہے جیسے ایک شخص کا نہایت عمدہ باغ ہے اور مخالفین کے ہاتھوں اس کے اجڑنے کا اندیشہ ہے تو اس کی حفاظت کے لئے کتا پال لے لہٰذا یہ بھی ایک دینی باغ ہے اگر اس کو بھی دنیا داروں سے بچا لیا جائے تو کیا حرج ہے ممکن ہے کہ کوئی خراب چھاپ کر گراں داموں کو فروخت کرنے لگے لیکن اس کے جواب پر مولانا کچھ خوش نہ ہوئے ویسے ہی ہنس دیئے جواب کچھ نہ دیا۔

حقوق طبع کی رجسٹری کے بابت فتووں کا واقعہ

فرمایا کہ ایک بار عبدالرحمٰن خان صاحب کو کتاب کی رجسٹری کے جواز کی فکر ہوئی اس کی ضرورتیں اور مصلحتیں دکھلاتے۔ میں جواب دیتا۔ انہوں نے متعدد جگہ فتوے بھیجے۔ مولانا گنگوہیؒ کے پاس بھی آگرہ بھی سب جگہ سے ناجواز کا فتویٰ آیا۔ ہاں صرف آگرہ سے ایک صاحب نے جواز لکھا تو وہ مجھ کو دکھلایا میں نے کہا خان صاحب جواز تو ہر بات کا

ہو سکتا ہے مگر تم ہی کہو کہ یہ فتویٰ تمہارے جی کو لگتا ہے بس ہنسنے لگے میں نے کہا کہ جب تمہارے جی کو بھی نہیں لگتا تو میرے جی کو کیا لگے گا پھر مولانا گنگوہیؒ کے فتوے دکھلائے میں نے کہا کہ ان کو چھپا ہی رکھا تھا ہاں طبع اول میں کچھ صورت ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں صرف و محنت زیادہ پڑتی ہے اور اس رجسٹری میں دفع مضرت نہیں بلکہ جلب منفعت ہے۔

پڑوسیوں کی رعایت

فرمایا کہ پڑوسی کے حدیثوں میں بڑے حقوق آئے ہیں اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں میخ گاڑنے لگے تو منع نہ کرو کیونکہ اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں گو بوجہ ملکیت تمہیں منع کرنے کا حق ہے مگر پڑوسی کا بھی تو کچھ حق ہے میں نے ایک مکان بنایا ہے میرے ہمسایہ کی کچھ دیوار ٹوٹی پڑی تھی اور مجھے مکان میں روشندان نکالنے تھے (گو میں ان سے یہ کہہ سکتا تھا کہ تم اپنی دیوار اونچی کر لو تا کہ بے پردگی نہ ہو) مگر میں نے ان سے کچھ نہ کہا اور اپنے روشندان خوب اونچے رکھوا دیئے جس سے ان کی بے پردگی نہ ہو۔ اگرچہ اونچے رکھے جانے سے روشنی اور ہوا بہت کم ہو گئی آج کل لوگ ہمسایہ کی کچھ رعایت نہیں کرتے اس زمانہ میں تو جو زبردست ہو گا وہی اپنا حق لے سکتا ہے ورنہ نہیں (مثل مشہور ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس) فقہاء متاخرین نے لکھا ہے کہ اپنی دیوار میں پڑوسی کے مکان کی طرف روشندان جائز نہیں ہے لیکن متقدمین کہتے ہیں کہ جائز ہے اپنی زمین میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے۔ متاخرین نے جواب دیا ہے کہ اپنی زمین کا وہ تصرف کر سکتا ہے جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ پھر متقدمین نے اس کا جواب دیا ہے کہ جب اسے بالکل ہی دیوار اٹھا دینے کا اختیار ہے تو روشندان رکھنے کا اختیار کیسے نہ ہو گا پھر متاخرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ دیوار اٹھانے کا تو اس کو اختیار ہے کہ اس سے اتنا ضرر نہیں کیونکہ وہ اپنے پردہ کا بندوبست خود کر لے گا اور وہ روشندان میں روشندان سے چھپ کر بھی دیکھ سکتے ہیں جو کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور اگر سامنے بالکل دیوار نہ ہو تو دیکھنے والے کی بھی جرات نہ ہو گی اور گھر والے بھی احتیاط سے رہیں گے فافھم۔

لفظ سرپرست کی تفسیر

فرمایا کہ دیوبند سے ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ میرا فلاں معاملہ صاف کرا دو

ورنہ تم سرپرست ہو تم سے ہی باز پرس ہو گی میں نے ان کو لکھا ہے کہ میں سرپرست بمعنی حاکم نہیں بلکہ بمعنی مشیر ہوں اگر کوئی بات مجھ سے پوچھی جائے گی جواب دے دوں گا ورنہ نہیں اور میں ایک مرتبہ سرپرست کی تفسیر مولانا گنگوہیؒ کے سامنے بھی کر چکا ہوں کہ سرپرست بمعنی مشیر کے ہے نہ حاکم کے۔ سہارنپور کی سرپرستی میں ایک جھگڑا ہو گیا تھا جس میں حکم نے مجھے اور مولانا ذوالفقار علی اور مولانا رائپوری کو سرپرست بنایا تھا مولانا گنگوہیؒ چونکہ سمجھتے تھے کہ نہ مانے گا اس لئے خط لکھا کہ تم اسے قبول کر لینا مگر یہ صاف لکھ دیا کہ اگر سرپرستی کے یہ معنی ہیں کہ جو مجھ سے پوچھا جائے جواب دے دوں تب تو خیر اور اگر حاکم کے معنی ہیں یعنی خود دیکھ کر کھود کرید کروں تو ایسی سرپرستی مجھے قبول نہیں۔

تواضع سے عزت ہوتی ہے

فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تواضع سے ذلت ہوتی ہے یہ غلط ہے بلکہ عزت ہوتی ہے جب میں دیوبند پڑھتا تھا تو ایک مرتبہ طلبا کے ساتھ باہر تفریح کو گیا۔ آم کا زمانہ تھا طلبا چونکہ آزاد ہوتے ہی ہیں ایک باغ میں درخت پر چڑھ کر آم توڑنے لگے باغ والا آ گیا تو وہ لڑنے لگا طلبا بھی لڑنے لگے میں اکیلا چپ کھڑا رہا (کیونکہ باغ والا حق پر تھا اور یہ ساتھی تھے) میری خاموشی کا اس باغ والے پر اتنا اثر ہوا کہ شرمندہ ہو کر معذرت کرنے لگا اور وہ سب آم توڑے ہوئے دے دیئے اور کہا کہ آپ لوگوں کو ایسا نہ چاہئے اور گو باغ آپ کا ہے مگر دریافت تو کر لینا چاہئے پھر جب تک آموں کی فصل رہی وہ مجھے آم بھیجتا رہا میں نے منع بھی کیا لیکن نہ مانا برابر آخر فصل تک ایسے ہی بھیجتا رہا۔

ہاتھ سے کھانے کی خاصیت

فرمایا کہ خواص اشیاء کا علم اس قدر وسیع ہے کہ سوائے خدا کے احاطہ کے ساتھ کوئی نہیں جانتا میں نے متعدد نئی روشنی والوں سے کہا کہ تم جو دعویٰ کرتے ہو ادراک حقائق اشیاء کا تم خاک بھی نہیں سمجھتے دیکھو گدگدی ایک فعل ہے اگر اس کو اپنے ہاتھ سے کیا جائے تو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتی اور جو دوسرے کے ہاتھ سے کیا جائے تو معلوم ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جب مؤثر یعنی حرکت خاص دونوں جگہ موجود ہے تو یہ کیا بات ہے

کہ ایک جگہ تو اثر ہوتا ہے اور ایک جگہ نہیں ہوتا آج تک کسی سے بھی اس کا جواب بن نہ آیا ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں بھی بعضے ایسے خواص رکھے ہیں کہ مشہور ہے کہ بعضوں کا ذبح کیا ہوا تو کم تڑپتا ہے اور بعضوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا زیادہ تڑپتا ہے (یہاں بھی دونوں جگہ فعل ایک اور اثر دو طرح (جامع ۱۲) ہاتھ کے خواص کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے کھانے میں بھی ایک خاصیت رکھی ہے جو کانٹے سے کھانے میں حاصل نہیں ہوتی اولاً تو ہاتھ سے کھانے میں لذت معلوم ہوتی ہے دوسرے ہاتھ سے ہاضمہ کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اطباء نے چار ہضم لکھے ہیں ایک پانچواں ہضم یہ بھی لکھنا چاہئے کہ ہاتھ سے ہی ہضم شروع ہو جاتا ہے اور عجب نہیں کہ اس حدیث میں یہ بھی حکمت ہے لاتقتطع اللحم بالسكين

ناخن ترشوانے کی مدت کی ایک حکمت

فرمایا کہ ایک طبیب نے ناخن ترشوانے کی ایک مدت لکھی ہے کہ اس کے بعد ناخنوں میں سمیت پیدا ہو جاتی ہے۔ (شریعت نے بھی ایک مدت مقرر کر لی ہے عجب نہیں یہی حکمت ہو)

بدعت کی حقیقت

ایک صاحب بلا اجازت پنکھا کھینچنے لگے ایک صاحب مجلس سے جو اٹھے تو انہوں نے پنکھا نہ روکا اور ان کی ٹوپی ان کے سر سے اتر کر گر گئی اس پر فرمایا کہ جب تم سے پنکھا کھینچنا ہی نہیں آتا تو دوسرے کے ہاتھ سے بلا میری اجازت کیوں لیا گیا وہ صاحب چپ ہو گئے اور جواب نہ ملنے کی حضرت کو اور اذیت ہوئی (مجلس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ مجھے تو بدعت کی حقیقت اس سے پوری معلوم ہو گئی ہے کہ وہ عبادت نہیں ہے کیونکہ جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ اس سے راضی ہی نہیں (لتجاوزه عن حدود الشرعية) اور ایسے ہی بعض خدمت بھی صورت خدمت ہوتی ہے اصل خدمت نہیں ہوتی کیونکہ خدمت سے مقصد ہے راحت و رضا مندی مخدوم جو یہاں مفقود ہے (جیسا کہ یہ واقعہ ہوا) بس معلوم ہوا خدمت بھی حدود ہی کے اندر ہو سکتی ہے اور یہ

ظاہر ہے کہ جس کی خدمت یا عبادت کی جائے جب وہ اس سے راضی ہی نہیں تو اس خدمت اور عبادت سے کیا فائدہ اور رضا تو رہی درکنار اس پر تو گرفت اور مواخذہ ہوتا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ (جامع)

دین بے قدری سے حاصل نہیں ہوتا

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ آج کل یہ اوراد ہیں اگر اور بتلاؤ گے تو اور پڑھوں گا۔ میں نے لکھا ہے کہ مجھے کیا غرض پڑی ہے کہ میں بتلاؤں (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) بھلا اگر کوئی حاکم کے یہاں سلام کو جائے اور حاکم پوچھے کہ محض سلام ہی کو آئے ہو یا اور کچھ کام بھی ہے تو کہے خیر اگر آپ نوکری دے دیں گے تو نوکری بھی کر لوں گا تو یہ بھی کوئی طریقہ ہے سوال کا۔ ہمارے یہاں ایک صاحب نے ایک معلم سے کہا تھا کہ دیکھو جی میرے لڑکے کو پڑھانے سے میری کھیتی میں حرج نہ ہو جب تو آپ شوق سے پڑھائیے اور جو حرج ہو تو مجھے منظور نہیں (جامع کہتا ہے کہ آج کل کے طالبین کی بے قدری کی حالت اس سے خوب ظاہر ہے پھر اس پر شیخ کی بدمزاجی کی شکایت اگر کسی کے یہاں ذرا نمک بھی مانگنے جاتے ہیں تو کس صورت سے اپنی احتیاج ظاہر کرتے ہیں۔ چہ جائیکہ دین جس کی یہ شان ہے۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

وہ کس طرح بے قدری اور بے اصولی سے حاصل ہو سکتا ہے جب کوڑیوں کی چیز بھی بلا طریقہ نہیں ملتی تو دین ایسی بے بہا چیز جس پر نجات ابدی کا مدار ہے کیسے حاصل ہو سکتا ہے (جامع)

حضرت والا کا طریقہ امتحان طلبہ / موجودہ طریق امتحان طلبہ کیلئے گراں ہے

فرمایا آج کل جو تحریری امتحان رائج ہے میں تو اس کا مخالف ہوں۔ اس میں طلباء پر بڑی مشقت و گرانی پڑتی ہے۔ امتحان سے مقصود تو استعداد کا دیکھنا ہے سو طالب علمی کے زمانہ میں اس قدر استعداد کا دیکھنا کافی ہے کہ اس کتاب کو یہ اچھی طرح سمجھ بھی

گیا یا نہیں سو یہ بات کتاب دیکھ کر امتحان دینے سے بھی معلوم ہوسکتی ہے۔ باقی رہا حفظ ہونا یہ پڑھنے پڑھانے سے خود ہو جاتا ہے بلکہ طالب علمی کے زمانہ کا حفظ یاد بھی نہیں رہتا اور دماغ مفت میں خراب ہو جاتا ہے میرے یہاں کانپور میں ہمیشہ تقریری امتحان ہوتا تھا اور شروح وحواشی دیکھ کر بھی جواب دینے کی اجازت تھی جس سے سب طلباء دعا دیتے تھے بس اس قدر دیکھ لے کہ اس مقام کو یہ طالب علم مطالعہ سے یا حواشی وشرح کی اعانت سے حل بھی کرسکتا ہے یا نہیں۔ اس سے زیادہ بکھیڑا ہے اور اس رائے کو میں نے دوسرے مدارس میں بھی پیش کیا مگر آمنا تو ہے لیکن عملاً نہیں ہے۔

مدرسہ دیوبند کی سرپرستی کے فرائض

فرمایا کہ ایک زمانہ میں بعض لوگ مجھے لکھتے تھے کہ تم دیوبند کے سرپرست ہو یوں نہیں کرتے یوں نہیں کرتے ایک مرتبہ یہاں معترضوں کے سرغنہ آئے تھے میں نے ان کو اپنی سرپرستی کے فرائض دکھلا دیئے وہ کہتے تھے کہ ان فرائض کے دیکھنے سے تو کسی کا منہ ہی نہیں جو اعتراض کر سکے اس کا حاصل یہ ہے کہ میں سرپرست بمعنی مشیر کے ہوں حاکم کے نہیں یعنی مجھ سے جن امور میں پوچھا جائے گا میں جواب دے دوں گا اور جن میں نہیں پوچھیں گے اس کا مطالبہ نہ کروں گا کہ کیوں نہیں پوچھا اور رائے دینے کے بعد بھی عدم پابندی پر مواخذہ نہ کروں گا۔ ہاں عمل کا انتظار ضرور ہوگا اور رائے تو مجھ سے دیگر مدارس کے مہتممین بھی لیتے ہیں مگر اس میں دیوبند کا امتیاز یہ ہے کہ دیگر مدارس میں تو جب وہ پوچھتے ہیں تب رائے دیتا ہوں اور دیوبند بلا پوچھے بھی اگر کوئی بات سمجھ میں آئے گی تو دریغ نہ کروں گا خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو۔

حضرت والا کے تحمل کا ایک واقعہ

فرمایا کہ ایک عالم کا کارڈ آیا تھا میں نے اس پر لکھا کہ اس میں مضامین متنوعہ متعددہ کا جواب کیسے ہوسکتا ہے۔ آج لفافہ آیا ہے اس میں اس کو تسلیم کیا ہے کہ ہاں نہیں ہوسکتا لوگ کہتے ہیں کہ تحمل نہیں کرتے اس کو میں ہی جانتا ہوں کہ کس قدر تحمل کرتا ہوں۔ آج کئی برس کے بعد ان کو یہ لکھا ہے مدت سے ان کی یہی عادت تھی۔ کارڈ تو صرف

دریافت کیفیت یا طلب دعا کے لئے ہو سکتا ہے بس اور مضمون کی اس میں گنجائش نہیں لوگ اپنی اصلاح میں بھی بخل کرتے ہیں یہ خرچ بھی تو طاعت ہے رائیگان تو نہیں جاتا جو مصلح لوگوں کو اس قدر تکلیف پہنچاتے ہیں۔

نظر بد فعل اختیاری ہے اس سے بچنا بھی اختیاری ہے

فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا کہ مجھے تربیت السالک میں اپنے بھائیوں کی حالت دیکھ کر بہت غبطہ اور اپنی حالت پر بہت رنج و افسردگی ہوتی ہے میں نے لکھا ہے کہ کیا یہ لاتتمنوا مافضل الله به بعضکم علی بعض میں داخل نہیں کیا احوال و کیفیات کوئی اختیاری ہیں پھر آگے لکھتے ہیں کہ ممنوعات شرع تو چھوڑ دیئے ہیں مگر کبھی کبھی نظر بد میں مبتلا ہو جاتا ہوں میں نے لکھا ہے کہ کیا وہ اختیاری نہیں۔ افسوس یہ حالت اور پھر احوال و کیفیات کی ہوس لاحول ولا قوۃ الا باللہ (فرمایا اس بیہودہ مضمون سے اس قدر تکدر ہوا کہ بعینہ خط کا جواب لکھنے کو جی نہیں چاہتا (پھر مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ نظر بد فعل اختیاری ہے۔ اس لئے اس سے بچنا بھی اختیاری ہے گو اس میں تکلیف ہو لوگوں سے تکلیف نہیں اٹھائی جاتی مگر دوزخ کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ میں نے ایک مبتلائے نظر بد سے پوچھا کہ اگر تمہارے دیکھنے کو اس کا خاوند بھی دیکھ رہا ہو کیا تب بھی دیکھ سکتے ہو کہاں نہیں میں نے کہا کہ خدا کی عظمت تمہارے قلب میں اس کے خاوند کے برابر بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ہر وقت ہماری حالت دیکھتے ہیں بات یہ ہے کہ لوگوں کو خدا کے ساتھ محض اعتقاد تو ہے کہ ہر وقت ہماری اچھی بری حالت کو دیکھ رہے ہیں مگر اس کا حال نہیں اگر حال ہو جائے تو ایسی جرات نہ ہو اور آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ممنوعات شرع کو چھوڑ دیا ہے پھر اس حرام کو کیوں نہ چھوڑا کیا یہ ممنوع نہیں یہ تو ایسا ہوا کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تھا اسے حمل رہ گیا۔ لوگوں نے ملامت کی کہ کمبخت عزل ہی کر لیا ہوتا کہا خیال تو مجھے بھی آیا تھا مگر علماء نے اس کو مکروہ لکھا ہے اس لئے نہ کیا (خوب تو کیا اس زنا کو جائز لکھا ہے اسی طرح ممنوعات میں افعال مکروہہ بھی ہوں گے تو اس مکروہ سے تو بچے اور اس حرام سے نہ بچے یہ وہ تقویٰ ہے جس کی نسبت

فرماتے ہیں۔

ریو حلال شمارند وجام بادہ حرام
زہے شریعت و ملت زہے طریقت و کیش

اس لفافہ کے پڑھنے کے بعد حضرت کا چہرہ بہت متغیر ہو گیا تھا اور آثار غیظ نمایاں تھے جیسا کہ دفعتاً کوئی صدمہ پڑ جائے اور بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے اس سے حضرت کے بغض فی اللہ کا اندازہ ہو سکتا ہے اور یہ کہ خادموں کی کوتاہیوں پر کس قدر صدمہ ہوتا ہے (جامع)

تین چیزیں میرے لئے باعث تعب ہیں۔تعویذ،تعبیر،مشورہ

ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ بعض معاملات میں مجھے کچھ مشورہ کرنا ہے۔فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ میں دنیا کے معاملوں میں کچھ نہیں جانتا تم اتنی مدت سے آرہے ہو پھر ایسا سوال کیوں کیا؟ (اس نے سکوت اختیار کیا اور باوجود بار بار پوچھنے کے نہ بولے جس سے تعب ہوا۔ اس لئے مجلس سے اٹھا دیا۔مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) مجھے تین چیزوں سے زیادہ تعب ہوتا ہے ایک تو تعویذ سے ایک تعبیر سے ایک مشورہ سے کیونکہ ایک تو مشورہ میں اگر خلاف ہو جائے تو یہ کہتے ہیں کہ فلاں نے مشورہ دیا تھا۔ دوسرے مجھ کو مناسبت نہیں اور بعض بزرگوں کو اس سے بھی مناسبت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تجارت میں بھی رائے دیا کرتے تھے کہ فلاں مناسب ہے فلاں نا مناسب ہے اور مسائل فقہیہ بھی کثرت سے فرماتے رہتے تھے مگر میں کیا کروں مجھے مشورہ سے تو مناسبت ہی نہیں ہے اور مسائل کے متعلق یہ ہے کہ دوسری جگہ یہاں سے اچھی تحقیق ممکن ہے مگر پھر بھی یہاں بعض علماء آتے ہیں اور علمی بحث چھیڑ دیتے ہیں۔ بھلا یہ تو ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ یہاں وہ بات پوچھنا چاہئے جو دوسری جگہ نہ بتائی جاتی ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مسائل فقہیہ کی ضرورت نہیں ضرورت تو ہے مگر یہ ضرورت دوسری جگہ بھی تو پوری ہو سکتی ہے۔ باقی مجھے تو اس سے مناسبت ہے کہ کوئی محبوب کا تذکرہ کئے جائے اور بس

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الاحدیث یار کہ تکرار می کنیم

اور

ماقصۂ سکندر ودارانہ خواندہ ایم

ازما بجز حکایت مہرو وفا مپرس

غیرضروری چیزوں سے اب تو طبیعت گھبراتی ہے خواہ فی نفسہ غیر ضروری ہوں خواہ اس اعتبار سے غیر ضروری ہوں کہ دوسری جگہ حاصل ہوسکتی ہیں اور ذہن میں بھی نہیں رہیں آپ تعجب کریں گے کہ مجھے حکایات میں راویوں کے نام یادنہیں رہتے کیونکہ ان کا یاد نہ رہنا مقصود میں مخل نہیں۔ بس اب تو جی یوں چاہتا ہے کہ اس تھوڑی سی عمر میں محبوب کا تذکرہ اور یاد اس درجہ رہے۔

بسکہ درجان فگار و چشم بیدارم توئی

ہرچہ پیدامی شود ازدور پندارم توئی

جامع کہتا ہے اس سے حضرت والا کے استغراق اور فنا فی اللہ کا موازنہ اچھی طرح ہوسکتا ہے الٰہی اس ذرہ ناچیز جامع کو بھی اس حالت سے کچھ حصہ حضرت مرشدی مدظلہم العالی کی برکت سے نصیب فرما آمین بحرمتہ سید المرسلین

برلب دریا ودوراز شہر در و یرانہ

کردہ ام تعمیر بہر ماندن خود خانہ

ایں دو دولت از خدا داریم ہر دم آرزو

خانہ خالی زغیر و صحبت جانانہ

بقول خواجہ صاحب

بس اب تو ہمنشیں ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی

اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

ایک فضول سوال کا جواب

فرمایا کہ طاعون کے زمانہ میں بعض احباب مجھ سے پوچھتے تھے کہ تمہارے

یہاں طاعون ہے یا نہیں میں لکھ دیتا تھا۔

ماقصۂ سکندر ودارانہ خواندہ ایم
ازما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

جو دل میں بسا ہوتا ہے وہی بروقت یاد آتا ہے

فرمایا کہ مجھے ریل میں ایک بنیا ملا اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے یہاں گیہوں کا کیا نرخ ہے میں نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں وہ تعجب سے کہنے لگا کہ گیہوں کا نرخ معلوم نہیں۔ سچ یہ ہے کہ جس کے دل میں جو بسا ہوتا ہے اسے ہر موقع پر وہی یاد آتا ہے۔

بسکہ درجان فگار و چشم بیدارم توئی
ہرچہ پیدا میشود از دور پندارم توئی

معنی اعتباری کو نص کا مدلول کہنا درست نہیں اور شبلیؒ کی حکایت

فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ککڑی والے نے آواز لگائی الخیار العشرة بدانق۔ بس آپ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے کہ جہاں دس دس اخیار کی یہ قیمت ہے وہاں ہم اشرار کی کیا قیمت ہو گی اس پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بزرگوں کو ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔ وہ اسی دھن میں رہتے ہیں اس لئے اس کی طرف ذہن چلا جاتا ہے۔ مثلاً انہوں نے کسی کو پڑھتے ہوئے سنا اذهب الیٰ فرعون انه طغیٰ پس فوراً ان کا ذہن اس طرف چلا گیا کہ یا ایها الروح اذهب الیٰ النفس انه طغیٰ اور وہ اس کو تفسیر نہیں کہتے۔ بلکہ سمجھ کر کہتے ہیں کہ ہمارے اندر بھی دو چیزیں ہیں ایک موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ یعنی روح اور ایک فرعون کے مشابہ یعنی نفس مگر اس کو کوئی قیاس نہ سمجھے صرف صورت قیاس ہے کیونکہ قیاس مظہر ہوتا ہے اور مثبت نص ہی ہوتی ہے جیسے کل مسکر حرام یعنی ہر مسکر حرام ہے اور افیون بھی مسکر ہے وہ بھی حرام ہے پس مثبت حرمت افیون کی بھی نص ہی ہو گی اور یہاں نص کا یہ مدلول نہیں کہ روح کو اصلاح نفس کے لئے خطاب ہوا ہو۔ بعض ظاہر بینوں نے اس کو قیاس میں داخل کیا ہے اور معنی اعتباری کو نص کا مدلول کہا ہے مگر یہ قیاس نہیں فقط تذکر اور انتقال ذہنی ہے کہ ایک کو دیکھ کر دوسرا یاد آ جائے۔ اس لئے اس کو نص کا مدلول نہ کہیں گے۔ فافهم۔

وعظ میں حسب ضرورت مضامین بیان کرنا چاہئے

فرمایا کہ نرے مولویوں کا تو دل بھی نہیں روتا۔ ان کی مجلس میں مردہ جائے تو مردہ ہی آئے (یعنی باعتبار قلب کے) یا یوں کہے کہ زندہ جائے تو زندہ ہی ہو کے آئے (یعنی باعتبار نفس) مردہ ہو کر نہیں آتا جب یہاں کوئی اہل مدارس میں سے آتا ہے اور وعظ کی فرمائش کرتا ہے تو میں اسی چیز کا ذکر کرتا ہوں جس کی اس میں کوتاہی ہے جیسے چندہ وغیرہ کا۔ مگر عمل کوئی نہیں کرتا۔ اس لئے اب جی نہیں چاہتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ تھیٹر کا تماشا سمجھتے ہیں اپنی حالت کے بدلنے کی مطلق فکر نہیں۔

فقہ الفقہ کا اہتمام

فرمایا کہ لوگ یہاں آکر مجھ سے فقہ کے مسائل دریافت کرتے ہیں میں ان سے کہتا ہوں کہ بھائی فقہ تو دوسری جگہ بھی پوچھ لو گے یہاں مجھ سے فقہ الفقہ پوچھو جس کا دوسری جگہ اہتمام نہیں۔

اہل سائنس نے چاند پر جانے کا انجام نہیں سوچا

فرمایا کہ آج کل اہل سائنس میں چاند میں جانے کی کوشش ہو رہی ہے ایک جہاز تیار کیا ہے جو آٹھ دن میں پہنچے گا مگر ان لوگوں نے انجام کچھ نہ سوچا کیونکہ نہ معلوم چاند میں قوت جذب بھی ہے یا نہیں زمین میں قوت جذب ہے اجساد ثقیلہ کو سنبھال لیتی ہے اگر چاند میں یہ قوت نہ ہوئی تو سب وہیں سے گریں گے اور مریں گے اور یہ لوگ تو ان سب کو سیارہ مانتے ہیں جو ہر وقت متحرک رہتے ہیں پھر معلوم نہیں وہ حرکت میں کس موقع پر ہوگا۔ جس وقت اس سے پھر ملاقات کریں گے۔ ایک دفعہ تو تاریخ اور وقت تک مقرر ہو گیا تھا کہ زمین اور چاند میں تصادم ہوگا۔ ہمارا اس سے ایک مطلب تو حاصل ہو گیا کہ تم قیامت کو نفخ صور سے تو مانتے نہیں یوں ہی مان لو کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ زمین کسی سیارہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی بس اسی کا نام قیامت ہے۔

حضرت والا کی آمد کے وقت خانقاہ امدادیہ کے احوال

فرمایا کہ زمانہ یہاں (یعنی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا) ایسا گزرا ہے (یہ غدر سے

بہت پہلے کا وقت ہے) کہ کوئی نہ تھا ویرانہ ہی ویرانہ تھا۔ صرف ایک درویش جن کا نام غالباً حسن شاہ تھا۔ ایک درخت کے نیچے بیٹھے رہتے تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی تشریف آوری کے بعد وہ درویش شاہ ولایت صاحب میں چلے گئے اور یہاں آبادی ہوئی۔ سہ دری حضرت میانجیو رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے بنی تھی۔ غدر کے بعد پھر ویرانی ہوگئی چنانچہ جب میں آیا ہوں تو ایک ملاجی حجرہ میں رہتے تھے پھر وہ بھی چلے گئے۔ اس وقت یہاں مولوی احمد علی صاحب مرحوم (کاتب بہشتی زیور) اکیلے رہتے تھے میں اپنے مکان میں رہتا تھا۔ ظہر کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ کے حکم کی بناء پر سہ دری میں ایک چٹائی بچھا کر بیٹھ جاتا تھا۔ اس وقت یہ مسجد اور سہ دری تھی اور کچھ نہ تھا۔ مولوی شبیر علی صاحب کے دفتر کے پاس دروازہ تھا۔ پھر اس دروازہ کو بند کر کے موجودہ جگہ لگایا اور زمین ملائی گئی پھر بڑھتی ہی چلی گئی۔

مدرسہ امدادالعلوم کیلئے چندہ کی ممانعت کی وجہ اور اس کا فائدہ

فرمایا کہ اول اول یہاں مدرسہ (یعنی مدرسہ امداد العلوم) میں بھی چندہ تھا جس سے لوگوں کی وہی دباؤ والی صورتیں جو آج کل مدارس میں ہوتی ہیں ظاہر ہونا شروع ہوئیں۔ میں نے یہ صورت دیکھ کر یکدم چندہ بند کر دیا۔ یہاں والوں کو بھی منع کر دیا اور باہر والوں کو بھی خطوط لکھ دیئے کہ یہاں کوئی متعارف مدرسہ نہیں ہے یہاں چندہ نہ بھیجا کرو۔ مگر یہاں تو چندہ بند ہوگیا اور باہر والوں نے لکھا کہ ہم تو خلوص سے بھیجتے ہیں ہمیں آپ کیوں روکتے ہیں باقی ہم حساب کتاب کا مطالبہ نہیں کرتے۔ بس چندہ بند ہونا تھا سب کے حوصلے پست ہوگئے۔ جب سے اب تک یہی طرز ہے اب نہ کسی کا نخرہ نہ کسی کی حکومت ہے۔

خطبات الاحکام کے بارے میں حضرت والا کی تمنا

خطبات الاحکام کے تالیف کے زمانہ میں فرمایا کہ اس وقت جو میں خطبے لکھ رہا ہوں۔ میرا ارادہ علاوہ عیدین و استسقاء کے پچاس خطبے لکھنے کا ہے تاکہ سال بھر تک ہر جمعہ کو نیا پڑھا جائے اور جب سال ختم ہوکر نیا سال شروع ہو تو پھر اول سے پڑھنا شروع

کر دے اور ان کو میں بہت خفیف لکھوں گا تا کہ گرانی نہ ہو اور تقریباً یہ سب امام غزالیؒ کے خطبوں سے (جو احیاء العلوم کی ہر کتاب کے اول میں ہیں) لئے ہیں اور بالکل قرآن و حدیث ہی ہے میرا جی چاہتا ہے کہ جس طرح بہشتی زیور عام ہوا ہے کہ ہر بدعتی ہر غیر مقلد کے گھر میں موجود ہے اور اس کو میری آنکھوں نے دیکھ لیا ایسے ہی یہ خطبے بھی عام ہو جائیں اور میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ اس کا چرچا جا بجا ہے۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ میرے ایک عزیز سیر کرتے ہوئے سرحد پہنچ گئے وہاں جاسوسی کے شبہ میں پکڑے گئے ان کے پاس بہشتی زیور بھی تھا انہوں نے ان پکڑنے والوں سے کہا کہ میں تو ان کا (یعنی حضرت مرشدی مدظلہم العالی) عزیز ہوں اور یہ کتابیں بھی ان کی ہی ہیں ان بیچاروں نے بڑی عزت سے رخصت کیا۔ ایک دفعہ میں جونپور گیا تو مولوی عبدالاول صاحب کے گھر کی عورتوں نے وعظ کی فرمائش کی اور ان کو شوق صرف یہ سن کر ہوا کہ بہشتی زیور کے مصنف آئے ہوئے ہیں ان کا وعظ سنیں گے۔ بہشتی زیور کو مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے لکھا ہے ان بیچاروں کا کوئی نام بھی نہیں لیتا البتہ وہ مجھ سے مشورہ کرتے تھے اور جو لکھتے مجھے دکھاتے تھے اور میں نے اس کو بہشتی زیور میں لکھ بھی دیا ہے اور پھر بھی میری طرف منسوب کرتے ہیں اس کی روز بروز کی مقبولیت مولوی احمد علی مرحوم کے خلوص پر دال ہے۔

کعبہ را ہر دم تجلی مے فزود
ایں زا خلاصات ابراہیم بود

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کا وحی کے موافق ہونیکی اصل وجہ

فرمایا کہ بعض طبائع جو ضعیف ہیں وہ بعض فیوض بلاواسطہ نہیں لے سکتے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے اور ہمارے درمیان رسول کو واسطہ بنایا کہ ہم اللہ تعالیٰ تک بلاواسطہ رسول نہیں پہنچ سکتے ایسے ہی ہم میں اور رسول اللہ میں وسائط ہیں کہ بلا ان وسائط کے ان فیوض کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا توافق بالوحی ہونا جس سے تلقی فیض بلاواسطہ رسولؐ متوہم ہوتی ہے تو یہ بڑا اشکال ہے کہ جو بات

رسول کے ذہن میں بھی نہ تھی اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتلا دیا اس کا جواب اہل ظاہر نے جو دیا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ غیر نبی کو بھی نبی پر فضل جزوی ہو سکتا ہے اور حقیقت میں اس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم اور جواب نہیں دے سکتے یہ جواب ایسا ہے جیسا ڈوبتا گھاس کو پکڑے اگرچہ بعض وقت گھاس سے کہ جس کی جڑ کنارے پر ہو آدمی بچ سکتا ہے لیکن اصلی تدبیر تو اور ہی ہے جو اندیشہ سے خالی ہے ایسے ہی اس کا اصل جواب اور ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی وہ علم حضورؐ ہی کے واسطے سے حاصل ہوا اور وہ شق بھی حضورؐ کے ذہن میں تھی مگر بعض دفعہ اقتضاء وقت کے لحاظ سے حضورؐ کی نظر ایک طرف زیادہ ہوتی تھی اور دوسری طرف نہ ہوتی تھی اس طرف بعض وقت خادموں کے ذریعہ سے حاضر کر دی جاتی تھی اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک استاد جو صاحب تصنیف بھی ہو وہ اپنے کسی شاگرد کے روبرو کسی مقام کو حل کر رہا ہو اور شاگرد اس موقع پر متنبہ کر دے کہ حضرت آپ نے تو فلاں جگہ اس کو دوسری تقریر سے حل کیا ہے اور فوراً اس کی نظر اس طرف چلی جائے تو اس کو یوں نہ کہا جائے گا کہ شاگرد استاد سے بڑھ گیا۔ بلکہ یوں کہا جائے گا کہ یہ استاد ہی کا ظل ہے جو اس کو یاد آ گیا اس نے متنبہ کیا ایسے ہی حضرت عمرؓ کے اندر مشکوۃ نبوت ہی کے انوار و برکات تھے کہ وہ شق حاضر ہو گئی جس کی توافق بالوحی ہو گیا تو حقیقت میں وہ بھی حضورؐ ہی کی رائے تھی جیسے ایک آتشی آئینہ ہے اگر بلا سورج کے مقابل کئے کپڑے کی طرف کرو تو نہیں جلا سکتا اور سورج کے مقابل کر کے کپڑے کی طرف کرو تو کپڑا فوراً جلنے لگتا ہے کیونکہ آفتاب کی حرارت ایک جگہ اس میں مجتمع ہو گئی ہے (جامع) اور خود آفتاب سے بوجہ بعد نہیں جل سکتا کیونکہ آتشی شیشہ میں استعداد۔ جذب حرارت کی ہے اس لئے اس میں اثر کرتی ہے اور وہ دوسروں پر اثر کرتا ہے ایسے ہی ہم بلاواسطہ رسول حق تبارک و تعالیٰ تک پہنچ ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ہم بلا واسطہ فیوض کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ پھر جتنا رسول سے بعد ہوا ہماری قوت روحانی اور کمزور ہو گئی۔ اس واسطے اب رسول تک بھی بلاوسائط نہیں پہنچ سکتے اور نہ فیوض و برکات حاصل کر سکتے ہیں اس لئے اب وسائط در وسائط کی ضرورت پڑی۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے فافہم۔ پس حقیقت یہ ہے۔

نیا وردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز ومن چیز تست

مصری لہجہ "من لم یتغنا" کے خلاف نہیں ہے غنا قرآن کے بارے میں ایک لطیف تحقیق

فرمایا کہ قرآن شریف کا لہجہ بھی ممتاز ہے اس میں ایک خاص موزونیت اور کیفیت سکر یہ ہے ورنہ اور عربی عبارت پڑھنے میں یہ بات کیوں حاصل نہیں ہوتی۔ بعض دلکش لہجہ کی نسبت بعض لوگ کہنے لگتے ہیں کہ غنا ہے مگر غنا ایک لفظ عام ہے اور مطلقاً مذموم نہیں البتہ غنائے اصطلاحی مذموم ہے۔ سو وہ جب تک کہ انطباق علی الوزن الخاص کا قصد نہ کیا جائے متحقق نہیں ہوتا اور دلکش لہجہ سے پڑھنے کے لئے اس انطباق کا قصد لازم نہیں۔ اب من لم یتغنا کے معنی بالکل صحیح ہیں۔ ایک مرتبہ سہارنپور میں جلسہ تھا اس میں بہت قراء جمع تھے اس جلسہ میں عربی اور مصری لہجہ میں بھی قرآن شریف پڑھا گیا تھا اس کے بعد میرا وعظ ہوا اس میں میں نے کہا تھا کہ پانی پت والے جو عموماً مصری لہجہ پڑھنے والوں کو کہتے ہیں کہ یہ لوگ گاتے ہیں سو اس کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن شریف کے شعر ہونے کی نفی خود قرآن شریف میں موجود ہے۔ وما ھو بقول شاعر الخ مگر باوجود اس کے بعض آیات اوزان اشعار پر منطبق ہوگئی ہیں جیسا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک قصیدہ میں آیت فاصبحوا لا یرٰی الا فی مساکنھم کو اشعار میں لیا تھا اور اس آیت کا پورا ایک مصرعہ ہو گیا تھا حالانکہ یہ کوئی شعر نہیں مگر انطباق ہو گیا۔ تو جس طرح مطلق انطباق علی وزن الخاص سے یہ شعر نہیں ہوتا جب تک کہ خاص اوزان پر قصداً وزن نہ کیا جائے اسی طرح یہاں بھی اگر کوئی تطبیق کا قصد کرے تو غنا ہوگا اور اگر قصد نہ کرے مگر خود انطباق ہو جائے تو وہ غنا نہیں ہوگا بات یہ ہے کہ نہ اسے کھینچ تان کر انطباق علی وزن الخاص کرے اور نہ قصداً پھیکا پڑھے ادائے مخارج وصفات کے ساتھ جو لہجہ بنتا چلا جائے پڑھا جائے کوئی خاص قصد اپنی طرف سے نہ کرے بعد وعظ میں نے اس بیان کی بابت پانی پت کے قراء حاضرین سے پوچھا تو سب نے کہا کہ بڑا ضروری اور صحیح بیان تھا

اور یہ بھی کہا کہ ہمارے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی۔

حضرت والا کی قرأت پر پانی پت کے قراء کی تحسین

فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے پانی پت میں امام بنایا۔ میں نے ہر چند عذر کیا کہ یہاں اہل کمال موجود ہیں مگر نہیں مانے میں بے تکلف پڑھتا چلا گیا نہ قصداً بگاڑا نہ بنایا صرف مخارج کو ادا کیا مجھے اعتراض کا شبہ تھا مگر بعد میں تعریف کی کہ ہمارا گمان غلط تھا بہت اچھا اور سادہ لہجہ ہے۔ ایک دفعہ کانپور میں مولانا مولوی فخر الحسن صاحب کی موجودگی میں ایک امام نے نماز پڑھائی۔ ایک مہمان پانی پت کے لہجہ کے موجود تھے انہوں نے کہا کہ یہ تو گاتے ہیں مولانا فخر الحسن صاحبؒ نے جواب میں خوب فرمایا کہ کیا تم گانا جانتے ہو۔ کہا نہیں فرمایا پھر تم کو کیا معلوم کہ گانا کیسا ہوتا ہے۔

قاری محی الدین صاحبؒ کا واقعہ اور قاری عبداللہ مکی کی ایک روایت

فرمایا کہ ایک مرتبہ قاری محی الدین سے (جو پانی پت کے آنریری مجسٹریٹ اور رئیس ہیں اور سبعہ میں سارا قرآن تراویح میں پڑھ لیتے ہیں) میں نے کچھ قرآن شریف سننے کی خواہش ظاہر کی انہوں نے بڑی خوشی سے پڑھا مجھے بہت پسند آیا اور بڑا جی خوش ہوا کیونکہ بے تکلف پڑھا اسی واسطے قاری عبداللہ مکی کا پڑھنا بھی مجھ کو بے حد پسند تھا کہ بے تکلف پڑھتے تھے وہ میرے استاد بھی ہیں ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ قرآن شریف میں کسی لہجہ کا قصد نہ کرنا چاہئے مخارج و صفات کی رعایت کرنا چاہئے اس سے جو لہجہ پیدا ہوگا وہ حسین ہوگا۔

قرأت و اذان اور راگنی سے متعلق بعض باتیں

فرمایا کہ اوقات میں بھی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اس کو ہندی والوں نے سمجھا ہے ان کے یہاں ہر وقت کی راگنی جدا ہے۔ جس کا جو وقت ہوتا ہے اس وقت وہ ہی مؤثر ہوتی ہے۔ صبح کی راگنی بھیرویں ہے۔ ایک دفعہ جاجمؤ ضلع کانپور میں میرے پیچھے قاضی ولی اللہ صاحب نے (جو علم موسیقی سے واقف اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت تھے) صبح کی نماز پڑھی بعد نماز فرمایا کہ آج تو آپ نے بھیرویں میں نماز پڑھائی ہے میں نے کہا بھیرویں کیا چیز ہے کہا صبح کی ایک راگنی ہے میں نے کہا کہ میں اسے کیا

جانوں کہا جانے پر موقوف نہیں جس کی طبعیت موزوں ہوتی ہے اس سے وقت کے مناسب خود ہی ادا ہو جاتی ہے اسی سلسلہ میں قاری عبداللہ صاحب کا یہ مقولہ بھی نقل فرمایا کہ دماغ میں بہت سے لہجے مرتسم ہو کر مجتمع ہو جاتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ جب قرآن شریف پڑھنے کا ارادہ کرے تو پہلے خلوت میں بیٹھ کر دماغ کو خالی کر لے۔ بعضے قراء کو دیکھا ہے کہ کان پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے ہیں تا کہ باہر کی کسی صوت سے مزاحمت نہ ہو۔ نیز کان پر ہاتھ رکھ کر پڑھنے سے آواز مجتمع ہو جاتی ہے۔ اسی حکمت کے لئے اذان کان میں انگلی رکھ کر پڑھتی جاتی ہے اس اجتماع سے آواز میں قوت پیدا ہو کر بلند بھی ہو جاتی ہے اور اذان کا بلند ہونا سنت مقصودہ بھی ہے کہ اس کو دخل ہے مقصود میں یعنی اعلان میں۔

ہر سنت کے کچھ فرائض بھی ہیں

ایک شخص نے لکھا کہ میرا مدت سے کفش برداری کا عزم تھا۔ بعد مشورہ بھی خواہان ارادہ کر لیا ہے کہ جناب کا طوق غلامی گلے میں ڈالوں میں نے علماء کی زبانی سنا ہے کہ بیعت ہونا سنت ہے اس پر تحریر فرمایا کہ ہر سنت کے کچھ شرائط بھی ہیں کہ جن کے بغیر وہ ناتمام رہتی ہیں جیسے اشراق چاشت پڑھنا سنت ہے مگر وضو اس کے لئے بھی شرط ہے اسی طرح اس سنت کی بھی کچھ شرطیں ہیں ایک بڑی شرط یہ ہے کہ طالب اور شیخ میں ہر ایک کو دوسرے پر اطمینان کامل ہو سو اس کی کیا صورت ہو گی۔

سنت پر عمل سنت سمجھ کر ہی کرنا چاہئے اگر چہ اس میں دنیاوی فوائد بھی ہوتے ہیں

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بعض منافع و مصالح معاشیہ بھی ہیں مگر ہم کو اس نیت سے عمل نہ کرنا چاہئے بلکہ سنت سمجھ کر کرنا چاہئے۔ میرے گھر آج کدو پکا تھا میں نے پوچھا کیا شام کو بھی کدو ہی پکے گا؟ کہا ہر روز نہیں پکاتے جب موسم آتا ہے تو سنت سمجھ کر ثواب کے لئے کبھی کبھی ڈال لیتی ہوں ہمارے حضرت نے فرمایا۔ سبحان اللہ ہم کو یہ نیت کبھی بھی نصیب نہ ہوئی۔

تعویذ باسی نہیں ہوتا

ایک شخص نے پوچھا کہ اگر تعویز سے فائدہ ہو جائے تو دوسرے کو دے دے

فرمایا ہاں باسی تھوڑا ہی ہو جائے گا۔

ایک عالم کے خواب کا واقعہ

ایک عالم صاحب کا خط آیا تھا جو تمام تکلفات اور نیچریت سے بھرا ہوا اور بہت لمبا چوڑا تھا اور اس میں زیادتی تحریر کی عذر خواہی بھی تھی اس پر تحریر فرمایا کہ مجھے اپنے وقت کا تو زیادہ افسوس نہیں ہاں مگر آپ پر ضرور افسوس ہے کہ پرانی وضع کو چھوڑ کر جدت اختیار کی۔ کیا یہ اس کا مصداق نہیں؟ اتستبدلون الذی ھوادنی بالذی ھو خیر اہل علم میں یہ تبدل پھر غیر اہل علم کا کیا کہنا پس فتنہ عام ہو گیا۔

ایں چہ شوریست کہ در دور قمری بینم
ہمہ آفاق پراز فتنہ و شری بینم

دو مختلف پانیوں کے ایک ساتھ ہونیکا واقعہ

فرمایا کہ الہ آباد میں گنگا جمنا ملی ہوئی چلتی ہیں مگر رنگ مختلف ہے بیچ میں ایک لکیر سی ہے سمندر کے پانی بھی مختلف رنگ کے ہوتے ہیں سچ ہے۔ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لایبغیان دیوبند میں ایک کنواں ہے کہ جس کے ایک طرف کے پانی سے دال گلتی ہے اور ایک طرف کے سے نہیں گلتی معلوم ہوتا ہے کہ اس پردہ میں کوئی اور ہی کارساز ہے۔

کار زلف تست مشک افشانی عاشقاں
مصلحت راتہمتے برآ ہوئے چیں بستہ اند

انسان دوسری مخلوق سے عقل کی بناء پر ممتاز ہے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو دوسروں پر ممتاز بنایا ہے تو صرف دولت عقل ہی کی وجہ سے بنایا ہے اس سے کام لینا چاہئے مگر وحی کے تابع بنا کر۔

عقل اگر وحی کے تابع نہ ہو تو بیکار رہتی ہے

فرمایا کہ عقل اگر وحی کے تابع نہ ہو تو ایسی بودی چیز ہے جس کی وجہ سے ہم دن رات ایسی بدیہیات اور حسیات میں ٹھوکریں کھاتے ہیں مگر پھر بھی فلاسفہ اس کو وحی سے

ٹکراتے ہیں

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

ایک فلسفی کا لیڈروں سے خطاب

فرمایا کہ ایک فلسفی نے خط میں لکھا ہے کہ پہلے میں دہری تھا صرف مثنوی کی برکت سے مسلمان ہوا اور میں مثنوی کو اچھی طرح سمجھا بھی نہیں۔ دیکھئے ہم تو معتقد ہیں مگر یہ شخص تو معتقد بھی نہ تھا مثنوی میں بڑی برکت ہے اور کیوں نہ ہو۔ وہ فیض کہاں کا ہے۔

نیا وردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

ان ہی فلسفی کے تذکرہ کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ آج ان کا اخبار میں ایک مضمون دیکھا ہے بڑی خوشی ہوئی۔ لیڈروں کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ قرآن شریف میں سب سے زیادہ اللہ اور اس کے غضب سے ڈرایا ہے اور جنت اور حور وقصور کی طرف رغبت دلائی ہے کیا آپ بھی اسی طرح ڈرتے ہیں اور ایسی ہی چاٹ دوسروں کو لگاتے ہیں۔ کبھی افعال حسنہ و قبیحہ کو مرضیات نامرضیات باری تعالیٰ میں داخل کر کے بھی رغبت یا نفرت دلائی ہے یا دنیا کے باب میں یہی ایک سبق پڑھا ہے کہ قوم مفلس و نادار ہوگئی۔ سود کو حلال کر دو۔ ترقی دنیا کے اسباب سوچو اور دین کے باب میں اگر ترغیب و ترہیب کا مضمون ہوتا ہے تو وہی مصالح و فلاسفی پر مبنی کیا جاتا ہے کیا اس کے سوا بھی کبھی آپ کی زبان سے نکلا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو آپ قوم کی رہبری نہیں کر سکتے۔

مساوات کے صحیح معنی

فرمایا کہ آج کل علماء کی یہ حالت ہے کہ ایک عالم نے اثبات مساوات کے لئے ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین الخ سے یہ ثابت کیا ہے کہ لوگوں کو خدا کے ہاتھ بکنا چاہئے آپ لوگ پیروں کے اور استادوں کے ہاتھ بک جاتے ہیں اور ان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر دوسرے مولوی صاحب کے ہاتھ بکنا نہ چاہئے تو آپ کے ہاتھ بکنا کیسے ثابت ہوا کہ آپ کی تفسیر کو بلا دلیل مان لیا جائے۔ مساوات کے صحیح معنی

یہ ہیں کہ حقوق مشترکہ میں ایک کو دوسرے سے ترجیح کسی کو نہ ہو نہ یہ کہ میاں بیوی استاد شاگرد پیر مرید ہر امر میں سب برابر ہو جائیں ہر ایک کے الگ الگ بھی تو حقوق ہیں (جیسے حدیث میں ہے بڑوں کی توقیر کرو چھوٹوں پر رحم کرو (جامع) آجکل جس مساوات کی ترغیب دی جارہی ہے وہ سراسر بیہودگی ہے۔

حرم شریف کی ایک خاصیت

فرمایا کہ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ مکہ میں جس قدر بھی حاجی ہوتے ہیں سب حرم شریف میں آجاتے ہیں حرم کی خاصیت ماں کے رحم کی سی ہے کہ بچہ جتنا بھی بڑا ہوتا جاتا ہے اسی قدر رحم میں وسعت ہوتی جاتی ہے۔ پس حرم اور رحم دونوں میں ایسی ہی برکت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔

ملکہ جارج پنجم کا واقعہ

فرمایا کہ ثریا بیگم جب لندن پہنچی ہے تو ملکہ جارج پنجم سے بھی بال کٹوانے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے شاہی خاندان میں عورتوں کو بال کٹوانا اور مردوں کو داڑھی منڈانا عیب ہے۔

رب کی پہچان فطری ہے

فرمایا کہ بعض صوفیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رب سے پہچانا یا رب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہچانا؟ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رب سے پہچانا یعنی رب کی پہچان فطری ہے۔ اجمالی سہی۔ باقی تفصیل میں حضورؐ واسطہ ہیں۔

مصائب کبھی اعمال بد کی وجہ سے اور کبھی بلندی درجات کے لئے ہوتے ہیں ان دونوں کے امتحان کا ایک طریقہ

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ فلاں عہدہ پر میں نے بڑی دیانت سے کام کیا اور میرے ساتھیوں نے بددیانتی کی۔ پھر بھی وہ کامیاب ہوئے اور میں ناکام ہوا یہ میرے اعمال بد کے سبب سے ہے میں نے ان کو لکھا ہے یہ خیال ہی غلط ہے

کہ یہ اعمال ہی کے نتائج ہیں کبھی مصلحتیں بھی ہوتی ہیں (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ عموماً لوگ یہی سمجھتے ہیں اور یہ ناس غیر محقق واعظوں نے مارا ہے کہ ہر کام میں اعمال کو سبب بنا دیتے ہیں (جیسے ایک طبیب تھے وہ اپنے ہمراہ کہیں کہیں صاحبزادہ کو بھی لے جاتے تھے۔ ایک جگہ نبض دیکھ کر مریض سے بولے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے۔ جب وہاں سے اٹھ آئے تو راستہ میں صاحبزادے نے پوچھا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ نارنگی کھائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بد پرہیزی تو نبض سے معلوم ہو گئی باقی نارنگی کے چھلکے پلنگ کے نیچے پڑے تھے اس سے میں نے کہہ دیا کہ نارنگی کھائی ہے۔ والد کے انتقال کے بعد صاحبزادے کا دور دورہ ہوا تو آپ ایک جگہ نبض دیکھ کر بولے تم نے نمدہ کھایا ہے (آپ نے چارپائی کے نیچے نمدہ پڑا ہوا دیکھ لیا تھا اور والد صاحب کا کلیہ بتلایا ہوا یاد ہی تھا (جامع) مریض نے ہر چند کہا کہ حکیم صاحب نمدہ بھی کوئی کھانے کی چیز ہے کہا تم کچھ کہو نبض سے تو یہی معلوم ہوتا ہے پھر لوگوں نے ان کی دم میں نمدہ باندھ کر ان کو رخصت کیا بات یہ ہے کہ بلاؤں کا نزول اعمال بد سے بھی ہوتا ہے لیکن کبھی امتحان بھی مقصود ہوتا ہے اور کبھی درجات بڑھانے کے لئے بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ انبیاء کے کون سے اعمال بد تھے جن پر مصائب کا نزول ہوا۔ ایک قاعدہ بتلاتا ہوں کہ جو بہت کام کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی ہو تو وہ اعمال بد کے سبب سے ہے اور جس مصیبت کے بعد قلب کو پریشانی نہ ہو بلکہ رضاؤ تسلیم ہو تو وہ رحمت ہے اور اگر اس میں بھی کچھ پریشانی ہو تو وہ حقیقت ناشناسی سے ہے۔ پھر بھی پہلی جیسی پریشانی نہیں ہوتی۔

ناحقیقت شناسی سے پریشانی ہونے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے بچہ اگر اپریشن کی حقیقت کو سمجھ جائے تو ناراض نہیں ہوتا۔ گو ایک درجہ کا الم پھر بھی ہوتا ہے اور اگر نہ سمجھے تو ہائے واویلا کرتا ہے پھر اس میں بھی ایک فرق ہے کہ جو قوی ہوتے ہیں اور طاقت ضبط ہوتی ہے تو ان کو اپریشن کے وقت ٹوپی نہیں سنگھائی جاتی اور جو کمزور ہوتے ہیں ان کو ٹوپی سنگھا کر اپریشن کیا جاتا ہے ایسے ہی کاملین اور متوسطین کا حال ہے کہ اولیائے کاملین کو تو تکلیف بھی ہوتی ہے گو دل اندر سے راضی ہوتا ہے جیسے بلا ٹوپی سنگھائے اپریشن والا ضرور

چیختا ہے۔ گو دل سے راضی ہے چنانچہ اپریشن کے بعد پچاس روپے ڈاکٹر کو انعام کے بھی دیتا ہے اور اولیائے متوسطین کو تکلیف ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان پر حال طاری کر دیا جاتا ہے اگر ان پر حال طاری نہ کیا جائے تو وہ اپنے آپ کو ہلاک کر لیں جیسے کمزور کو اگر بلا ٹوپی سنگھائے اپریشن کر دیا جائے تو چونکہ وہ تکلیف کی برداشت نہیں کر سکتا اور اس وجہ سے ممکن ہے کہ ہلاک ہو جائے تو جیسے قوی آدمی کو اپریشن کے وقت ٹوپی سنگھانے کی ضرورت نہیں ایسے ہی اولیائے کاملین پر بھی حال طاری کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ ویسے ہی ہر چیز کا پورا پورا حق ادا فرماتے ہیں۔ طبعیت کا بھی جس کا اثر حساً معلوم ہوتا ہے اور عقل کا بھی چنا وہ دل سے کہتے ہیں۔

ناخوش تو خوش بود برجان من
دل فدائے یار دل رنجان من

دیکھئے جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو آپ روتے بھی تھے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ انا بفراقك یابراهیم لمحزونون اور ایک بزرگ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو وہ ہنس دیئے۔ اس واقعہ کو اگر بدون بتلائے ہوئے کہ پہلا واقعہ کس کا ہے اور دوسرا کس کا ہے کسی کے روبرو رکھا جائے تو وہ اس ہنسنے والے ہی کو اکمل کہے گا۔ حالانکہ اس نے اولاد کے حقوق کو ضائع کیا اور آپ نے اولاد اور خالق کے حقوق دونوں کو ایک ساتھ ادا فرمایا (کیونکہ اولاد سے طبعی محبت ہوتی ہے اس کی جدائی سے لاجرم رونا آتا ہے یہ تو اولاد کے حقوق کی ادائیگی ہوئی اور خالق کے حقوق کی ادائیگی اس معنی کو کہ دل سے حضورؐ اس فعل پر راضی تھے کہ جو کچھ میرے محبوب کی طرف سے پیش آیا میں اس پر راضی ہوں (جامع)

ایک صاحب کی حضرت والا سے عقیدت کا واقعہ

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ میں لامذہب ہو گیا تھا مگر آپ کے خط سے پھر مسلمان ہو گیا۔ عقل ان کی اس قدر ہے کہ میں نے ان کے خط کا جواب اتفاق سے عشاء کے بعد لکھا تھا اور اس میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ مجھے فرصت نہ

ہوئی اس وجہ سے عشاء کے بعد جواب لکھا ہے اس لئے مضمون کی بے ربطی پر خیال نہ کیا جائے تو اس پر انہوں نے لکھا ہے کہ آپ نے عشاء کے وقت جو لکھا اس سے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ نے میری طرف قصداً توجہ کی ہے۔ کیونکہ اس عشاء کے وقت ہی میری ایک مناظر سے توحید میں گفتگو ہو رہی تھی میں نے اس کی سب دلیلیں توڑ دیں اور آخر میں میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ (یعنی حضرت مرشدی مولائی مولانا تھانوی مدظلہم العالیٰ) کہہ دے تو بلا دلیل مان لوں گا۔ (ہنس کر فرمایا) توحید کے قائل نہ ہوئے۔ یعنی خط پہنچنے سے پہلے اور میری کرامت کے قائل ہوئے حالانکہ میں نے اس کا عذر بھی لکھ دیا تھا کہ اگر مضمون بے ربط ہو تو خیال نہ کریں انہوں نے یہ سمجھا بالکل می پرانند کا قصہ ہے۔

آجکل کی سفارش، سفارش نہیں ہوتی

فرمایا کہ آجکل کی سفارش سفارش نہیں ہوتی بلکہ جبر کیا جاتا ہے جو سراسر حرام ہے زیادہ زور ڈالنے سے مخاطب کو ضرور تکلیف ہوتی ہے تو یہ کونسی خوبی ہے کہ ایک مسلمان کو تو راحت پہنچائی اور دوسرے کو تکلیف۔ نیز جو سفارش شریعت کے خلاف ہو اس میں برکت بھی نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے کسی کو سفارش لکھوانا چاہا۔ میں نے کہا کہ میں ان سے پوچھ لوں کہ تم کو تکلیف تو نہ ہوگی۔ دو لفافے لاؤ چنانچہ وہ لفافے لائے میں نے ان کو لکھا کہ فلاں شخص یہ چاہتے ہیں اگر تم کہو تو ان کو سفارش لکھ کر دے دوں۔ وہاں سے کچھ جواب ہی نہ آیا لیکن ان کا کام ہوگیا اور انہوں نے (جن کو سفارشی خط لکھا تھا) ان کو (جو سفارشی خط لکھانے آئے تھے) بواسطہ خط میں یہ لکھا کہ تم نے ان (یعنی حضرت مولانا مدظلہم) کو کیوں تکلیف دی (ایک صاحب نے مجلس میں سے عرض کیا کہ حضرت کے یہ دو الفاظ سفارش کے دوسروں کے صفحہ کے صفحہ مضمون سے اچھے ہوتے ہیں) فرمایا خیر یہ تو حسن ظن ہے دیکھئے حضرت بریرہؓ لونڈی تھیں ان کا حضرت مغیث سے نکاح ہوا تھا پھر یہ آزاد کر دی گئیں (آزادی کے بعد شریعت کا یہ حکم ہے کہ لونڈی چاہے اپنا نکاح رکھے چاہے نہ رکھے اس کو اختیار ہے) تو حضرت بریرہؓ نے نکاح فسخ کر دیا تھا۔ حضرت مغیث کو چونکہ ان سے عشق تھا وہ بازاروں میں روتے پھرتے تھے حضور نے ان کی یہ حالت دیکھ

کر حضرت بریرہؓ سے فرمایا کہ تم مغیث سے نکاح کر لو انہوں نے حضور سے سوال کیا کہ حضور یہ حکم ہے یا مشورہ آپ نے فرمایا یہ مشورہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں مانتی ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اب تو کوئی مرید اپنے پیر سے ایسی بات کہہ دے فوراً ہی کہیں گے مجلس سے نکال دو۔ مردود ہو گیا۔

فلسفیوں اور بزرگوں کے کلام کا فرق

فرمایا کہ فلسفیوں کے کلام میں ضابطہ کے دلائل ہوتے ہیں اور عرفا کے کلام میں ایسے دلائل نہیں ہوتے بات یہ ہے کہ شفیق کا کلام ہمیشہ ایسے دلائل سے خالی ہوتا ہے۔ یہی شان قرآن و حدیث کی ہے۔ دیکھئے باپ اپنے بچہ کو سمجھاتے وقت دلائل کب بتاتا ہے وہ تو صرف یہ کہتا ہے کہ دیکھو بیٹا اس کام کو نہ کرنا یہ بہت برا کام ہے پھر کرتا ہے تو پھر کہتا ہے دیکھو تم نے پھر وہی کام کیا پھر سہ بارہ پھر اسے مارتا اسی وجہ سے بزرگوں کے کلام میں سادگی ہوتی ہے انہیں عام مسلمانوں سے شفقت ہوتی ہے قرآن و حدیث میں اگر فلسفی دلائل ہوتے تو مشتبہ ہوتا کہ یہی مصنوعات ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کے تذکرہ کا اثر

فرمایا کہ جب اولیاء اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو میرے ہوش بجا نہیں رہتے ایک قسم کا وجد ہوتا ہے اور علماء قشر کے ذکر سے ایسا نہیں ہوتا۔

بعضوں کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اور بعضوں کا باطن اور اس سے متعلقہ حکایات

فرمایا کہ قلوب کی حالت جدا جدا ہوتی ہے بعضوں کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اور باطن نہایت گندہ۔ اس لئے نفس ظاہر پر دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ کے روبرو ایک مقدمہ مع شہادت پیش ہوا آپ ایک گواہ سے واقف تھے اور ایک سے واقف نہیں تھے۔ حاضرین میں سے پوچھا کہ اس کو کوئی جانتا ہے ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں بہت اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ان کو محض نماز ہی پڑھتے دیکھا ہے یا کبھی سفر میں بھی اس کے ساتھ رہے ہو اور کوئی معاملہ بھی ان سے پڑا ہے اس نے کہا معاملہ نہیں پڑا نہ سفر میں رہا ظاہری حالت اچھی دیکھی

ہے آپ نے فرمایا انت لاتعرفه ہمارے حضرت نے فرمایا دیکھئے اس زمانہ میں ہی اس قدر تغیر ہو گیا تھا کہ صورت نمازیوں کی ہو کر بھی باطن خراب ہو سکتا تھا اور اس زمانہ کو تو کیا پوچھتے ہو۔ خدا کی پناہ میرٹھ میں ایک صاحب عہدہ دار تھے وظائف اشراق چاشت سب ادا کرتے تھے اور وظائف ہی کے درمیان میں رشوت کی گفتگو بھی ہوا کرتی تھی اور چونکہ پیر نے وظیفہ میں بولنے کو منع کر دیا تھا اس لئے صرف اشارہ سے بتایا کرتے تھے کبھی دو انگلی اٹھا دی کہ دو سولوں گا کبھی تین اٹھا دی کہ تین سولوں گا اور پھر مصلے کا کونہ اٹھا دیتے تھے۔ ظالم چاشت پڑھ کر کئی سو روپے لے کر اٹھتا تھا ایک دفعہ رڑکی میں یہ لطیفہ ہوا کہ ایک صاحب نے مجھ سے دعوت کی مجلس میں دریافت کیا کہ یہ حکایت کس شخص کی ہے میں نے کہا کہ آپ کو اس کے پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے اس نے کہا کہ میں اعتراض کے لئے نہیں پوچھتا ہوں بلکہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ میرے والد بھی ایسا ہی کرتے تھے اگر یہ ان کی ہی نسبت کہا گیا ہے تو میں درخواست کروں گا کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کیجئے میں نے کہا مجھے مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعا سے کیا عذر ہے میرا ان کی اس تہذیب سے بڑا دل خوش ہوا اور اندر سے اس قدر شرمندہ ہوا کہ وہاں بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ کھانا کھاتے ہی فوراً چلا آیا۔ اسی طرح ایک وعظ میں میں نے ایک انگریزی خواں بیرسٹر کی حکایت بیان کی تھی کہ ایک صاحبزادے ولایت پڑھ کے آئے تھے تو جب اپنے باپ سے ملے تو کہا کہ ول بڈھا تم اچھا ہے اور اتفاق سے وہ دونوں باپ بیٹے اس وعظ میں موجود تھے اور اس واقعہ کے جاننے والے لوگ وعظ ہی میں ان دونوں کی طرف دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے اور وہ بھی لوگوں کو دیکھ کر ہنس رہے تھے مگر عجیب بات یہ تھی کہ دونوں صاحب بڑی محبت سے مجھ سے ملے جب میں موٹر سے اترا مجھ کو لینے بھی آئے اور سوار کرنے بھی آئے ذرا برا نہیں مانا سب سے زیادہ اکرام انہوں نے ہی کیا بڑے شریف تھے مگر مجھ سے لوگوں نے بعد میں کہا اور اگر مجھے مجلس میں معلوم ہو جاتا تو موٹر تک آنا بھی دشوار ہو جاتا مجھے بڑی شرم آئی۔ خاندانی شرفاء میں پھر بھی شرافت ہوتی ہے۔

شریف اگر متضعف شود خیال مبند

کہ پاگاہ رفیعش ضعیف خواہد شد

تملیک سے پہلے مالک کا انتقال ہو جائے تو اس رقم میں ورثاء کا حق آ جاتا ہے

فرمایا کہ یہاں مدختم میں جب کوئی رقم آتی ہے تو ان کا پورا پتہ لکھ لیا جاتا ہے تا کہ اگر درمیان میں ان کے انتقال کی خبر آ جائے تو بقیہ رقم ان کے وارثوں کے نام منی آرڈر کر دیا جائے۔ اس پر ایک پیر جی صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ واپسی کی کیا ضرورت ہے اس وقت سے مغفرت کی دعا شروع کر دیا کرو میں نے کہا یہ حق وارثوں کا ہے اس کی ملک سے نکل چکا یہ تو ایسی مثال ہو گی کہ حلوائی کی دکان پر نانا جی کی فاتحہ۔ میں کہا کرتا ہوں کہ پیر کے لئے صاحب علم ہونا بھی ضروری ہے (دیگر حضرت والا نے ایک ارشاد میں اس کی بھی تصریح کر دی ہے کہ دین کی دعا پر اجرت جائز نہیں یہاں دوسرا قاعدہ جاری ہو گا (جامع)

مصلح ہمیشہ بدنام ہی ہوتا ہے

فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میں لوگوں کو بیعت کیا کرتا ہوں مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ خلافت نامہ دکھلاؤ۔ لہٰذا خلافت نامہ آپ مجھے دے دیجئے تا کہ میں ان کو دکھلا دوں میں نے لکھا ہے کہ دماغ کا علاج کراؤ۔ برا بھلا تو بہت کہیں گے مگر خیر مصلح ہمیشہ بدنام ہی ہوتا ہے۔

آجکل لوگ دین کو ذلیل سمجھتے ہیں

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اور اس میں بیعت کی درخواست ہے اور آپ چونگی پر محرر ہیں چونگی پر جو رسیدیں ہوتی ہیں اس کی ردی پر ایک طرف کاٹ کر وہ خط لکھا ہے میں نے لکھا ہے کہ جس کے قلب میں دین کی یہ وقعت ہو وہ قابل خطاب نہیں ہے۔ بھلا کلکٹر کو تو ایسے کاغذ پر درخواست دے دیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دین کو کس قدر ذلیل سمجھتے ہیں۔ پھر احباب کہتے ہیں کہ سختی کرتے ہیں بھلا ایسے نالائقوں کے ساتھ اور کیا معاملہ کیا جائے۔ میں اپنے احباب ہی سے مشورہ لیتا ہوں جواب دے دیں۔ (سارا مجمع تعجب کر کے ساکت ہو گیا (جامع)

خواجہ صاحب کا ایک واقعہ

فرمایا کہ میرے ایک دوست خواجہ صاحب ایک کلکٹر کی پیشی میں تھے جو بڑا سخت تھا۔ جب اس کو کوئی جواب ملتا تو یہ کہتا کہ تم کو بیچ میں نہ بولنا چاہئے۔ جب بھی جواب دیا جاتا بیچ ہی کہہ دیتا تھا۔ ایک دن ان کو بھی یہی واقعہ پیش آیا انہوں نے غصہ سے کہا کہ ہم نہیں جانتے بیچ کس کو سمجھا جائے۔ پھر تو ان کو مائی ڈیئر مائی ڈیئر کہنے لگا اور یوں بھی کہا کہ جو کام ہمارے کرنے کا ہو ہم سے کہو ہم کوشش کریں گے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ میں ڈپٹی کلکٹری سے تنگ ہو گیا ہوں مجھے محکمہ تعلیم میں کرا دیجئے پھر اس نے بڑے زور شور کی سفارش لکھی اور ان کو محکمہ تعلیم میں کرا دیا۔

ضعف دماغ کی وجہ سے حفظ قرآن کی ممانعت

فرمایا کہ جس کا دماغ کمزور ہوتا ہے میں اسے قرآن حفظ کرنے سے منع کر دیتا ہوں ایسا شخص تو کچھ عربی پڑھنے کے بعد حفظ شروع کرے تو قواعد معلوم ہونے کی وجہ سے حفظ آسان ہو جاتا ہے اور میں طلباء سے ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ کتابیں پڑھنے کے زمانہ میں سمجھنے کی کوشش کرو حفظ کی کوشش نہ کرو اس سے دماغ خراب ہو کر اور کتابیں بھی رہ جاتی ہیں اور آج کل قویٰ اس کے متحمل نہیں ہیں غضب تو یہ ہے کہ بعض اہل مدارس طلبا سے ایسی ایسی سخت محنتیں کراتے ہیں کہ جس سے وہ بیکار ہو جاتے ہیں اور یہ بڑا ظلم ہے۔

خستگاں راچوں طلب باشد و قوت نبود
گر تو بیداد کنی شرط مروت نہ بود

بعضے کافیہ حفظ کراتے ہیں بھلا یہ بھی کوئی حفظ کرانے کی چیز ہے اگر حفظ کا ہی شوق ہے تو قرآن شریف حفظ کرو (ابن حاجب کے کلام سے قلب پر اور حجاب ہی پڑ جائیں گے ہاں کلام اللہ حفظ کرو جس سے سب حجاب مرتفع ہو جائیں۔ (جامع)

آجکل ایک ساتھ رہنے میں بڑے جھگڑے ہیں

فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اس میں لکھا ہے کہ میں مائدر کو ہر چند رسوم وغیرہ کے متعلق نصیحت کرتا ہوں مگر نہیں مانتیں دوسرا مضمون یہ تھا کہ ہم سب ایک جگہ رہتے

ہیں۔ خانگی جزئیات پر بڑا فساد رہتا ہے میں نے دونوں کے جواب میں صرف ایک شعر لکھ دیا پہلے سوال پر تو یہ لکھ دیا کہ

کار خود کن کار بیگانہ مکن

دوسرے پر لکھا کہ

برزمین دیگراں خانہ مکن

خط پہنچنے کے بعد وہ فوراً سب سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے بچوں کو کرایہ کے مکان میں لے گئے پھر ان کی بڑی خوشگوار زندگی ہو گئی ایک ساتھ رہنے میں بڑے جھگڑے ہوتے ہیں۔ بس دور سے ہی سلوک و خدمت کرتا رہے۔

مثنوی شریف کی برکت

فرمایا کہ مثنوی ایک برکت کی کتاب ہے کہ اس کا خواندن صرف خواندن ہی نہیں رہتا بلکہ عمل کے درجے تک پہنچ جاتا ہے۔ اس شعر کا یہی محمل ہے۔

ہر کہ خواند مثنوی را صبح و شام
آتش دوزخ بود بروے حرام

(کیونکہ اس کو پڑھ کر توفیق عمل پیدا ہو گی اور عمل کے بعد ان شاء اللہ آتش دوزخ حرام ہو جائے گی (جامع)

ایک صاحب حال کا قول

فرمایا کہ ایک صاحب حال کا قول ہے کہ اگر کوئی تم سے پوچھے هل تحب الله تو تم نہ اقرار کرو نہ انکار کرو بلکہ سکوت اختیار کر لینا۔ کیونکہ اگر نفی کرتے ہیں تو ایمان کی نفی ہے اور اگر اقرار کرتے ہو تو یہ بہت بڑا دعویٰ ہے اس وجہ سے سکوت ہی بہتر ہے۔

حضرت والا کے والد ماجد اور بھائی اکبر علی صاحب کے چند واقعات

فرمایا کہ مجھے والد صاحب مرحوم نے شادی کر کے فوراً علیحدہ کر دیا تھا (اور ہمارے یہاں اکثر یہی قاعدہ رہا ہے کہ جب بڑے ہو گئے علیحدہ کر دیا) اور پاس سے

سب خرچ اور مکان رہنے کو دیا۔ ہمیں غیرت آئی اور نوکری کی فکر ہوئی اللہ کا شکر ہے کہ کانپور سے مولانا رفیع الدین اور مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہما کے پاس خط آیا کہ ایک مدرس کی ضرورت ہے ان دونوں حضرات نے مجھے ہی منتخب کر کے بھیج دیا شروع شروع میں پچیس روپے کی تنخواہ ہوئی میں سوچا کرتا تھا پچیس کا کیا کریں گے ہم تو سمجھا کرتے تھے کہ بس دس روپے کی تنخواہ کافی ہے۔ چند روز تو میں تنہا رہا پھر گھر میں سے وہیں بلا لیا۔ پھر تجربے سے معلوم ہوا کہ وہ پچیس روپے کچھ ایسے زائد نہ تھے سب خرچ ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ والد صاحب مرحوم میرے پاس تشریف لے گئے میں نے حالانکہ ان کے واسطے کھانا ذرا اچھا پکوایا مگر کھانے کے بعد فرمانے لگے کیا ایسا ہی کھانا کھاتے ہو۔ میں چپ ہو گیا فرمانے لگے کہ اگر ایسا ہی کھاؤ گے تو کیا کام کرو گے ہم نے تم کو پیسہ حاصل کرنے کو تھوڑا ہی بھیجا ہے بلکہ تمہاری کتابیں صاف ہونے کو بھیجا ہے پھر ماما کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو آج سے اتنا گھی اتنا گوشت اتنا مصالحہ ڈالا کرو اس سے کم درجہ کا سالن نہ ہو اور اس کا خرچ ہم روانہ کریں گے۔ والد صاحب کی شفقت کا ایک واقعہ اور یاد آیا کہ کانپور کے دوران مدرسی میں مجھے طب کا شوق ہوا اور والد صاحب کو لکھا انہوں نے مجھے لکھا کہ کیا حرج ہے یہ عمر تمہاری کمال حاصل کرنے کی ہے۔ ضرور حاصل کرو اور جب تک فارغ ہو ایک گاؤں ہے گدائی کھیڑہ اس کی ساری آمدنی تم کو ملے گی (یہ گاؤں چھوٹے بھائی مظہر کے حصہ میں آ گیا ہے) میں نے اہل مدرسہ سے بلا اطلاع کئے ہوئے دہلی پہنچ کر طب شروع کر دی مگر کانپور والے وہاں سے مجھے پکڑ لائے پھر تیس روپے کر دیئے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے جامع) پھر کانپور ہی رہے۔ تنخواہ چالیس روپے کی ہو گئی پھر پچاس روپے ہو گئے بس اس کے بعد جب نوکری سے جی گھبرایا تو مدرسہ کا سارا انتظام ٹھیک کر کے اہل مدرسہ کو بلا اطلاع کئے مکان چلا آیا اور بعد چندے نوکری چھوڑنے کی اطلاع کر دی پھر کانپور والوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کو لکھا کہ ہم سو روپے کی تنخواہ دیں گے اور کام کچھ نہ لیں گے صرف شہر میں رہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھ کو لکھا کہ ایسا خط آیا ہے۔ تعلق تو کرو مت مگر چونکہ مدت تک

وہاں رہے ہو ان لوگوں کو تم سے محبت ہوگئی ہے تم وہاں کبھی کبھی ہو آیا کرو (مگر شیخ زادگی کی رگ سے میں نے اس میں دل سے یہ شرط بھی لگائی کہ بلا بلائے نہ جاؤں گا) مگر وہ بیچارے خود ہی بلایا کرتے اور میں بھی محبت سے جایا کرتا بھائی اکبر علی مرحوم جب ملازم ہوئے ہیں تو شروع میں تنخواہ بیس روپے کی ہوئی پھر چاہے کہیں تک پہنچ جائیں مگر شروع میں تو عربی والوں سے کم ہی رہے اور ایک فرق یہ ہوا کہ ان کو تو پچاس دفعہ یہ افسوس ہوا کہ ہائے مجھے والد صاحب نے عربی نہ پڑھائی اور مجھے الحمدللہ کبھی یہ افسوس نہ ہوا کہ ہائے مجھے والد صاحب نے انگریزی نہ پڑھائی۔

اگر گنجائش ہو تو اپنے رہنے کیلئے مکان بنالینا چاہئے

فرمایا کہ گھر میں سے ہمیشہ مجھ سے کہا کرتیں کہ ایک مکان رہنے کے لئے جدا بنا لو لیکن میں ان کو ٹال دیتا کہ چند روزہ زندگی کے لئے کیا مکان بناتی ہو۔ جب میں حج کو گیا اور بعد میں گھر میں سے بھی پہنچ گئیں تو انہوں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے شکایت کی کہ میں گھر بنانے کو کہتی ہوں اور یہ گھر نہیں بناتے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میاں تمہارے گھر میں سے گھر بنانے کو کہتی ہے کیا حرج ہے یہ تو اچھی بات ہے اپنے خاص گھر میں آرام ملتا ہے میں نے جی میں کہا کہ ترکیب تو مکان بنوانے کی اچھی نکالی ہے میں نے عرض کر دیا بہت اچھا اب بن جائے گا جب بعد واپسی مکان بن گیا تو قصداً میں نے حضرت کو لکھا حضرت نے فرمایا گھر مبارک ہو ہمارے حضرت نے فرمایا کہ گھر بنانے کے بعد معلوم ہوا کہ بغیر اس کے راحت نہیں ہوتی باقی اگر کسی کو تنگی ہو اور نہ بنا سکے تو اور بات ہے۔

گھریلو امور میں بھی اصول دین ملحوظ رکھنا چاہئیں

فرمایا کہ فلاں دوست کے یہاں سب ایک ہی جگہ رہتے تھے بڑا فضیحتا رہتا تھا مجھے چونکہ ان سے خاص تعلق ہے میں نے مشورۃً ان سے کہا کہ تم الگ ہو جاؤ شامل میں فضیحتا ہے۔ مگر میرا نام نہ لینا۔ بس انہوں نے سب سے علیحدگی اختیار کر لی گھر میں بڑا شور غل ہوا جس سے یہ گھبرا اٹھے اور میرا نام لے دیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہ اچھے پیر ہیں جو

خاندانی امور میں دخل دیتے ہیں مگر ان کی والدہ نے جب یہ سنا کہ ان کی رائے ہے تو چپ ہو گئیں۔ اور کہا کہ جب ان کی رائے ہے تو ہم کو کچھ عذر نہیں ہے۔ پھر انہوں نے سب کی الگ الگ تنخواہ کر دی۔ اب سب نہایت راحت سے ہیں اور خوش ہیں کبھی تکرار نہیں ہوتا پہلے وہ ساری تنخواہ والدہ کو دے دیا کرتے تھے بیوی کے حقوق ضائع ہو رہے تھے دین ہی کی وجہ سے تو میں نے یہ رائے دی کہ یہ واجب فوت ہو رہا ہے۔ یہ خاندانی قصہ کدھر سے ہوا یہ تو سراسر دین ہے اور اسی وجہ سے میں نے رائے دی۔

دوسرا نکاح کرنیکی بعض مناسب شرائط

فرمایا کہ ایک شخص نے مجھ سے عقد ثانی کے متعلق مشورہ پوچھا تو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کتنے مکان ہیں۔ اس نے کہا ایک ہے میں نے کہا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کتنے مکان ہونے چاہئیں میں نے کہا تین ہونے چاہئیں انہوں نے پوچھا تین کس لئے۔ میں نے کہا تین اس لئے ہونے چاہئیں کہ دو مکان تو دونوں بیویوں کے رہنے کے لئے ہوں اور تیسرا مکان اس لئے کہ جب ان دونوں سے اختلاف ہو جائے تو آپ اس تیسرے مکان میں دونوں سے الگ رہیں کیونکہ جب تم ان سے روٹھو گے تو کہاں رہو گے وہ یہ سن کر رک گئے۔ پھر جس عورت سے وہ نکاح کرنا چاہتے تھے اس کا دوسری جگہ نکاح بھی ہو گیا مگر پھر انہوں نے کانپور جا کر دوسرا نکاح کیا۔ (ہنس کر فرمایا) کہ یہ یوں سمجھے کہ اسی عورت کی (جس کا نکاح دوسرے سے ہو گیا) ممانعت تھی ہمارے حضرت نے فرمایا کہ تعدد ازواج میں تو جہاں مرد تیز مزاج ہو تو سب ٹھیک رہتے ہیں ورنہ جہاں ملا آدمی ہوا سے تو نکو بنا لیتی ہیں۔ یہاں ایک شخص کے چار بیویاں ہیں سب میں خوب اتفاق ہے وہ کسی کو منہ بھی نہیں لگاتا۔ بات یہ ہے سب مظلوم ہیں اور مظلوموں میں اتفاق ہو ہی جاتا ہے۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

خلوت اختیار کرنا بطور علاج ہے اور ریاء ووسوسہ ریاء کا فرق

فرمایا کہ بعض صوفیہ نے اپنا ضعف دیکھ کر خلوت و اخفاء عبادت کو اختیار کیا ہے

ورنہ بیا نگ دہل عبادت کی جائے سب سے بڑی عبادت ایمان ہے۔ اگر اخفا کی کوئی چیز تھی تو یہ تھا مگر دیکھئے اس کا اخفا حرام ہے بلکہ صوفیہ میں جو طبقہ خلوت کو جلوت پر مطلقاً ترجیح دیتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ ہم اپنے کو ضعیف سمجھ کر کرتے ہیں ورنہ فی نفسہ بہتر جلوت ہی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ اے شخص تو جو خلوت کو جلوت پر مطلقاً ترجیح دیتا ہے اگر تو جلوت میں کسی کی صحبت میں نہ بیٹھتا تو یہ خلوت کے منافع بھی تجھے کہاں سے معلوم ہوتے تو ناشکری کرتا ہے کہ جس کی بدولت تجھے علمی کمال حاصل ہوا اسی کی نفی کرتا ہے۔ اخفاء عبادت کے متعلق یاد آیا کہ ایک ذاکر نے مولانا گنگوہیؒ سے ذکر جہر کے متعلق کہا کہ ریاء ہو گی۔ فرمایا اور کیا خفی میں ریاء نہ ہوگی۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ گردن جھکائے بیٹھے ہیں۔ خیال کریں گے کہ خدا جانے عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی بعض لوگ مجھے خط میں لکھتے ہیں کہ ہم میں ریاء کا مرض ہے میں لکھتا ہوں کہ ریاء کی تعریف کرو اور تم اظہار کا قصد کرتے ہو یا نہیں اگر وہ لکھتے ہیں کہ ہم قصد نہیں کرتے تو میں لکھتا ہوں کچھ پرواہ نہ کرو یہ وسوسہ ریا ہے ریاء نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں قصد شرط ہے۔ اگر قصد ہوتا تو ریاء ہوتی کیونکہ ریا کی تعریف یہ ہے کہ (قصد کرنا اظہار عبادت کا اغراض دینویہ کے لئے)

وساوس کا علاج اس کی طرف سے بے التفاتی اور ذکر اللہ ہے

فرمایا کہ ذکر اللہ کی یہ خاصیت ہے کہ اس کے بعد وسوسے باقی نہیں رہتے۔ صرف مشابہ وسوسہ کے رہتا ہے اور اس کی ایک حدیث مؤید ہے۔ اذا ذکر اللّٰه خنس واذا غفل وسوس میں نے اس کی ایک مثال تجویز کی ہے کہ اگر آئینہ کے اوپر مکھی بیٹھ جائے تو ظاہراً دیکھنے والوں کو گو وہ اندر بھی معلوم ہو گی مگر حقیقتاً باہر ہی ہے اور یہ وسوسہ گو بہت ہلکا مرض ہے مگر لوگوں نے اس کو بڑا بھاری بنا لیا ہے جیسے کسی کا دوڑنے میں سانس پھول جائے اور حکیم سے آ کر کہے کہ حکیم جی مجھے تو دمہ کی بیماری ہو گئی تو حکیم ہنستا ہے کہ احمق یہ تو تیرے دوڑنے سے عارضی حرکت پیدا ہو گئی ہے چند منٹ میں دفع ہو جائے گی یہ دمہ نہیں ہے۔ ایسے ہی مبتدی وسوسہ سے ڈرتا ہے مگر محقق کہتا ہے کہ تم پرواہ نہ کرو

التفات نہ کرو اور بے التفاتی سے بھی دفع کا قصد نہ کرو کہ یہ بھی التفات ہے بس یوں ہی بے فکر رہو اگر تمام عمر بھی اسی میں گزر جائے کچھ پرواہ نہ کرو خواہ اسی حالت میں موت آ جائے۔ بریلی میں ایک صاحب علم اسی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ان سے بھائی کے تعلقات تھے انہوں نے بھائی سے مجھے آنے کے لئے لکھوایا مجھے چونکہ ضعفاء پر بہت رحم آتا ہے اور مریض بھی ضعفاء میں داخل ہے اس لئے میں بریلی گیا۔ میرے پہنچتے ہی انہوں نے خلوت کرائی اور مجھ سے کہنا شروع کیا کہ یہ وساوس کفریہ آتے ہیں میں ہنسا اور تھوڑی دیر تقریر کی جس سے وہ شگفتہ ہو گئے۔ بس بے التفاتی کا یہ اثر ہوا کہ سب دفع ہو گئے۔ فرط انبساط میں انہوں نے یہ کہا کہ جب تک آپ رہیں گے کھانا میں بھیجا کروں گا میں نے بھائی سے آ کر سفارش کی کہ اگر اس وقت منع کیا تو ان کی طبیعت پژمردہ ہو جائے گی قبول کرنا ہی مناسب ہے۔ بھائی نے منظور کر لیا۔ مگر ان سے کہہ دیا گیا کہ کھانے میں تکلف نہ ہو مگر وہ کھانا اس قدر بھیجتے تھے کہ گھر کے سب آدمی کھا لیتے تھے منع کیا تو کہا کہ میرا دل مردہ ہو جائے گا مجھے اس سے اچھا مصرف کونسا ملے گا پھر میں تو چلا آیا اور میرے آنے کے لئے ایک ہفتہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ بڑی بشاشت کی حالت میں انتقال ہوا بہت خوش تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وسوسے نہ ہوتے تو اچھا تھا میں کہتا ہوں عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم مثلاً یہ سمجھ لے کہ اچھا ہوا یہ مرض ابھی ہو گیا مرتے وقت ہوتا تو بڑی پریشانی ہوتی اب اگر مرنے کے وقت بھی وساوس آئے تو یہی خیال ہو گا کہ اچھا یہ تو سرا وہی ہے جو زندگی میں دق کرتا تھا اور محض ناچیز نکلا۔ وساوس سے پریشان ہونے والے اس سے مغموم ہوتے ہیں کہ یہ کلام نفس کر رہا ہے میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ نفس متکلم نہیں ہے بلکہ سامع ہے اور متکلم شیطان ہے اور تحدیث کی اسناد نفس کی طرف مجازی ہے۔ جب یہ ہے تو مواخذہ متکلم پر ہے نہ کہ سامع پر اس کی ایسی مثال ہے جیسے ہم کسی بادشاہ کی ملاقات کو جا رہے ہوں اور راستہ میں کوئی حاسد جو حاضری دربار سے ہم پر حسد کرتا ہے اور روکنا چاہتا ہے۔ بادشاہ کو گالی دینے لگے تاکہ ہم اس میں لگ کر جانے سے رک جائیں تو ہم کو چاہئے کہ اس کی طرف التفات نہ کریں (سیدھے بادشاہ

کے پاس پہنچ جائیں اور اگر ہم اس سے الجھے تو بادشاہ کی ملاقات گئی (جامع) ایسے ہی شیطان یہ چاہتا ہے کہ یہ شخص مجھ میں مشغول ہو ذکر اللہ میں مشغول نہ ہو۔ اس لئے جب کبھی وساوس آویں تو یہ سمجھے کہ شیطان کہہ رہا ہے اور میرا قلب سن رہا ہے چنانچہ من شر الوسواس الخناس میں صاف دلالت ہے کہ وسوسہ شیطان کا فعل ہے۔ سلیمان فارانی نے لکھا ہے کہ جب وسوسہ آئے تو خوش ہو کیونکہ شیطان مؤمن کا دشمن ہے جب وہ اس کو خوش ہوتا دیکھتا ہے تو اس کام ہی کو نہیں کرتا جس سے مؤمن خوش ہو رہا یہ کہ اس ترکیب کی بھی تو شیطان کو خبر ہے جواب یہ ہے کہ شیطان کو ضمائر وغیرہ کی خبر نہیں وہ عالم الغیب تھوڑا ہی ہے۔ فرشتوں کو بھی جب آدمی پختہ ارادہ کرتا ہے تب خبر ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی جیسا حدیث کتابت سے معلوم ہوتا ہے اور بعض امور کی خبر پختہ ارادہ کے بعد بھی نہیں ہوتی جیسے ذکر خفی کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ کاتبین اعمال کو بھی اس کا پتہ نہیں۔ شعر

میان عاشق و معشوق رمزیست
کراما کاتبین راہم خبرنیست

بزرگوں نے لکھا ہے کہ شیطان کو بھی دھوکہ ہوتا ہے۔ اسے اپنے کئے کا انجام معلوم نہیں ہوتا۔ پس وسوسہ ڈالا تو تھا ضرر کے لئے وہاں الٹا مجاہدہ کا نفع ہو کر ثواب عطا ہو گیا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تہجد کی نماز قضا کرا دی صبح کو اٹھ کر آپ روئے دوسرے دن تہجد کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خود شیطان جگانے آیا تو حضرت معاویہؓ نے وجہ پوچھی تو بڑی حیص و بیص کے بعد بتلایا کہ کل میں نے جو آپ کی تہجد کی نماز قضا کرا دی تھی جس پر آپ بہت روئے تھے تو آپ کو اس رونے سے تہجد پڑھنے سے زیادہ ثواب مل گیا اور مراتب بڑھ گئے اس لئے میں نے یہ سوچا کہ جتنے ہیں اتنے ہی رہیں بڑھیں تو نہیں۔ غرض انجام کی اسے بھی خبر نہیں کہ کیا ہوگا (ورنہ نماز کیوں قضا کراتا جامع) بزرگوں کے ایسے ہی علوم کی وجہ سے حدیث ہے کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد یعنی محقق اس کے مکائد پر مطلع کر دیتا ہے جس سے یہ پریشان ہوتا ہے کہ میری ساری ترکیب کری کرائی بے کار ہو گئی اگر وہ یہ سمجھ

جاتا کہ یہاں میری یہ تدبیر نہ چلے گی تو وقت کو ضائع نہ کرتا دوسرے کام میں لگ جاتا وہ بڑا یورپین ہے۔ وقت کو خراب نہیں کرتا۔ غرض وہ وسوسہ سے مومن کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اسی طرح ایک دوسرا قصہ ہے مشابہ وسوسہ کے بعضے لوگ کہتے ہیں کہ شیطان مرنے کے وقت پیشاب پلاتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر مومن جانتا ہے تو پئے گا کیوں اور اگر نہیں جانتا تو ضرر کیا ہے بلکہ مرتے وقت ایمان بہت زیادہ قوی ہو جاتا ہے وسوسہ سے زائل نہیں ہوتا اس لئے ایسے امور سے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہئے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں اگر انسان کے ہوش و حواس درست ہیں تو مومن کفر کو کیوں پسند کرے گا اور درست نہیں تو مرفوع القلم ہے معاف ہے نہ معلوم لوگ اس کم بخت شیطان سے کیوں اس قدر ڈرتے ہیں۔ یہ تو کوئی ڈرنے کی چیز نہیں ہے ایک شاعر نے اس حدیث کا شعر بنایا ہے۔

فان فقیھاً واحدًا متورعاً
اشد علی الشیطٰن من الف عابد

حضرت ابی بن کعبؓ کی حالت عشقی کا واقعہ

فرمایا کہ عاشق جب اپنے محبوب کی طرف سے کوئی عنایت دیکھتا ہے تو پھر اس کے ہیجان کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے فرمایا تھا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ لم یکن تم کو سنانے کا حکم دیا ہے حالانکہ حکم صاف تھا مگر فرط جوش میں مکرر دریافت کرتے ہیں کہ یا رسول اللہؐ اللّٰہ سمانی تو آپ نے فرمایا اللّٰہ سماك بس بے تاب ہو کر رونا شروع کر دیا (ان نکات کو وہی کچھ سمجھتا ہے جس کے دل کو لگی ہو۔

نوک غمزہ کی ہو جس دلمیں چبھی
اس سے پوچھے چاشنی اس درد کی

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں۔

وہ جانے اس تڑپنے کے مزہ کو
گذر جس دل میں حضرت عشق کا ہو

ایک آیت قرآنی کا نکتہ

فرمایا کہ ایک نکتہ بیان کرتا ہوں گو ہے دلالت میں محتمل مگر قواعد کے بالکل مطابق ہے چونکہ کسی بزرگ کے کلام میں دیکھنے میں نہیں آیا اس لئے جرات نہیں ہوتی۔ اگر صوفیہ کو سوجھتی تو بڑے اچھلتے کودتے اور ہم تو طالب علم ہیں ہم میں وہ ذوق نہیں اور وہ نکتہ یہ ہے کہ ایک آیت ہے۔ فاصحاب المیمنة مااصحٰب المیمنة واصحٰب المشئمة مااصحٰب المشئمة والسابقون السابقون اولئك المقربون

یہاں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس آیت میں سابقون سابقون دو جگہ فرمایا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ مقربین اصحاب میمنہ سے بھی بڑھ گئے۔ ایک سابقون سے ایک جماعت سے سبقت کی طرف اشارہ ہے دوسرے سابقون سے دوسری جماعت ہے۔ یہ میرا ذوق ہے کوئی دلالت قطعی نہیں ہے اس اشارہ پر اس میں تائید ہو جائے گی بعض عشاق کے ایسے مقالات کی جو موھم ہیں استغناء عن جنات کی اور یہ تائید اس تاویل سے ہوگی کہ مراد جنت کا وہ درجہ ہے جو اصحاب یمین کے ساتھ خاص ہے اور یہ ان سے سابق ہونے کے طالب ہیں۔

استغراق و کیفیات مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے

فرمایا کہ طریق کا مقصود رضائے حق ہے جو احکام شرعیہ کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے۔ اب کوئی تو استغراق کو مقصود سمجھتا ہے کوئی کیفیات و احوال کو حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں ان چیزوں میں تو طالب کی یہ شان ہونا چاہئے۔

یا بم اورایا نیا بم جستجوئے مے کنم
حاصل آیدیا نیاید آرزوئے می کنم

اور یہ عزم رکھے

دست از طلب ندارم تاکام من برآید
یاتن رسد بجاناں یا جان زتن برآید
ہم تری راہ میں مٹ جائیں گے سوچا ہے یہی
درد مندان محبت کا طریقہ ہے یہی

دو خادمان قوم سے بیعت کے متعلق حضرت والا کا مکالمہ / اپنی اصلاح و تربیت کے دوران تعلقات اور عزم تعلقات دونوں ہی مضر ہیں

فرمایا دو شخصوں نے جو خادم قوم تھے انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی۔ میں نے کہا کہ یہ تعلقات اور سلوک ہمارے یہاں جمع نہیں ہوتے ہمارے یہاں تو اول اول سب تعلقات کو قطع کیا جاتا ہے ایک شخص جو صاحب علم بھی تھے انہوں نے جواب دیا کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ابتداء میں ہم سب تعلقات چھوڑ دیں پھر جب کسی قابل ہو جائیں پھر خدمت قوم میں مشغول ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ جیسے اس طریق میں تعلقات مضر ہیں ایسے ہی عزم تعلقات بھی مضر ہے اور یہ عزم ہے۔ میرے یہاں تو اپنی رائے کو فنا کر دینا چاہئے پھر مجھے اختیار ہے خواہ خدمت خلق سپرد کروں خواہ خدمت مسجد خواہ خدمت نفس آپ کو تجویز کرنے کا کوئی حق نہیں ہے پھر میں نے ان کو ایک خادم قوم شیخ ہی کے سپرد کر دیا کہ آپ کا اور ان کا جوڑ ٹھیک ہے آپ بھی خادم قوم ہیں اور یہ بھی خادم قوم ہیں اور میں نادم قوم ہوں اس لئے کہ آج تک کوئی خدمت قوم کی مجھ سے نہیں ہوئی۔ اس لئے مجھے معذور ہی رکھئے۔

حضرت والا کے طریق تربیت پر ایک اشکال کا جواب

فرمایا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ردوقدح کے سوال و جواب میں تعلیم میں بڑی دیر ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی تو تعلیم ہی ہے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ الا اللہ کی ضربیں ہی لگیں میں تو اصلاح پہلے ہی خط میں شروع کر دیتا ہوں کوئی نہ سمجھے تو اس کا کیا علاج۔

سفر میں سنتیں پڑھنے نہ پڑھنے کے بارے میں ایک وضاحت

فرمایا کہ سفر شرعی کے اندر اگر مشغولی زیادہ ہو۔ یا ریل میں کثرت سے بھیڑ ہو تو سوائے فجر کی سنتوں کے باقی وقتوں کی سنتیں چھوڑ دینے کی بھی گنجائش ہے مگر اطمینان کی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا چاہئے سخت مجبوری میں ایسا کرے۔

معذور اولاد کے نفقہ کے ذمہ دار کون کون ہیں؟

فرمایا کہ اگر اولاد غیر تندرست ہو جیسے اندھا' اپاہج ہو تو اس کا نفقہ ماں باپ کے

ذمے ہے اگر ماں باپ نہ ہوں تو عزیز و اقارب کے ذمے ہے۔ چاہے کتنی ہی عمر ہو جائے۔

فتویٰ دینے میں ایک احتیاط کا بیان اور اس سے متعلق ایک واقعہ

فرمایا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ تشقیق کے ساتھ جواب نہ دینا چاہئے۔ سائل سے اول واقعہ کی تعیین کرانا چاہئے۔ پھر اس شق کا جواب دے دے اس کی خرابی کا ایک قصہ سناتا ہوں۔ کہ ہمارے قریب ایک قصبہ میں غلطی سے رضاعی بہن بھائی کا نکاح ہو گیا اور یہ بے خبری میں ہوا کسی کو پتہ نہیں تھا (اسی لئے تو فقہا نے لکھا ہے کہ دودھ پلانے والی یہ مشہور کر دے کہ میں نے فلاں فلاں جگہ دودھ پلایا ہے) غرضیکہ بعد نکاح کے پتہ چلا علماء سے استفتاء کیا سب نے حرام بتلایا۔ مجھ سے کہا گیا کہ اجی اس میں تو بدنامی ہو گی۔ میں نے کہا اور اس میں بدنامی نہ ہو گی کہ بہن بھائی ایک جگہ جمع ہوں۔ اس نے کہا کہ وہ دودھ تو رہا بھی نہیں تھا ویسے ہی نکل گیا تھا۔ میں نے کہا کہ دودھ ہی نکل گیا تھا حرمت نہیں نکلی وہ تو اس کے پیٹ میں بیٹھ گئی۔ بس وہ غیر مقلد کے یہاں دہلی پہنچا۔ کسی نے کہہ دیا کہ پانچ گھونٹ سے کم پئے ہوں تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ بس سائل نے سن کر فوراً ایک سوال قائم کر لیا کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید جس نے ایک عورت کا دودھ پانچ گھونٹ سے کم پیا ہے اور ہندہ جس نے پوری مدت اسی عورت کا دودھ پیا ہے تو یہ ہندہ اس زید کے نکاح میں حلال ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا۔ بس کیا تھا۔ انہوں نے لکھ دیا کہ حلال ہے ان کے یہاں تو یہ مسئلہ ہے ہی۔ ایک حنفی عالم صاحب نے بھی فتویٰ دیکھ کر کہہ دیا کہ کیا حرج ہے یہ بھی تو ایک مذہب ہے مگر پوچھنا تو یہ ہے کہ آیا سوال کا واقعہ جواب سن کر تراشا گیا۔ یا وہاں بیٹھ کر کسی نے گھونٹ شمار کئے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک علمی جواب

فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا جو آیت ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما۔ تو فلا جناح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سعی نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ بئسما قلت یا ابن اخی اگر یہ مراد

ہوتی تو ان لا یطوف بھما فرماتے اس لئے اب عدم وجوب پر استدلال صحیح نہیں رہا۔ یہ سوال کہ اس طرح کیوں تعبیر فرمایا تو نکتہ یہ ہے کہ مشرکین اس کے کرنے میں حرج سمجھتے تھے یہ ان کا رد ہے۔ اس جواب کو ایک تابعی نے سنا تو فرمایا ذاک العلم یعنی یہ ہے علم جو ذرا سی بات سے **گلجھڑی** کھل گئی۔ رہا یہ کہ آیت اگر عدم وجوب پر دال نہیں تو وجوب پر بھی دال نہیں اس کا وجوب حدیث ان اللہ کتب علیکم السعی سے ثابت ہے۔

''خیر من الف شہر'' کی تفسیر

فرمایا کہ لیلۃ القدر کے متعلق عوام میں مشہور ہے کہ اس کا ثواب ایک ہزار رات کے برابر ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی تو کالف شھر فرماتے مگر خیر من الف شہر فرمایا ہے اور خیر کا ترجمہ ہے زیادہ بہتر۔ اب یہ کہ کتنا زیادہ اس کا علم اللہ کو ہے۔ جب ابہام ہے تو متعین کیوں کریں۔ جب تعین نہیں تو یہ بھی احتمال ہے کہ لاکھ حصہ زیادہ ہو مثلاً اگر اللہ تعالیٰ سے اتنی ہی امید رکھے تو انا عند ظن عبدی بی کی بناء پر امید ہے کہ اس کو اتنا ہی مل کر رہے گا۔ البتہ اس پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ محاورات میں اتنی زیادتی مراد نہیں ہوا کرتی بلکہ متقارب زیادتی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ سو آدمی سے زیادہ تھے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ہزار ہوں بلکہ یہی سمجھا جائے کہ سو سے دس بیس زیادہ۔ تو اب وہ احتمال نہیں رہا کہ لاکھ حصے زیادہ ہو۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ محاورہ وہاں ہے جہاں زائد کے لئے کوئی عدد بھی موضوع ہو اور پھر اس عدد کو اختیار نہ کیا جائے جیسے ہمارے محاورہ میں لاکھ کروڑ وغیرہ وضع کئے گئے ہیں۔ بخلاف لغت عرب کے کہ وہ لوگ چونکہ حساب کم جانتے تھے۔ اس لئے ہزار سے زیادہ کے لئے کوئی مستقل لغت مستعمل نہیں ہے بلکہ اگر زیادہ کرنا ہوتا ہے تو الف پر مائتہ بڑھائیں گے جس کے معنی ایک لاکھ کے ہوں گے اور ہمارے محاورہ میں یہاں سنکھ تک موضوع ہے۔ اس لئے جواب بھی زیادہ ہو گا اسے سنکھ در سنکھ کہیں گے یعنی سنکھ سے بھی زیادہ تو ہمارے یہاں غیر محدود زیادتی کو بڑے عدد سے بڑا کہہ کر تعبیر کر دیتے ہیں پس عرب میں چونکہ الف سے زیادہ کوئی لغت نہ تھا اس لئے غیر محدود زیادہ کو اس سے زائد کہہ کر تعبیر کریں گے پس خیر من الف شھر کے معنی یوں ہوں گے کہ اے سامعین جس کو تم سب سے بڑا عدد سمجھتے ہو یہ اس سے بھی زیادہ

ہے پھر ہم حق تعالیٰ سے کیوں امید نہ رکھیں کہ اس قدر زیادہ ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں شعر

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
کہ بیک گل مے خری گل زار را
نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

اور دیکھئے جیسے کان مقدارہ خمسین الف سنۃ سے تحدید مراد ہے۔ اگر یہاں بھی تحدید مراد ہوتی تو عدد مرکب اختیار فرماتے۔ اب یہ معلوم ہوا کہ یہاں تحدید نہیں ہے اور کان مقدارہ خمسین الف سنۃ میں تحدید ہے۔

لوگوں کی بے تمیزی سے حضرت والا کو تکلیف پہنچنے کی وجہ

فرمایا کہ نازک مزاج نہیں ہوں۔ بلکہ نازک دماغ ہوں۔ کیونکہ بے تمیزی سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور فوراً سر میں درد ہو جاتا ہے۔ میں اس اذیت سے بچنے کے لئے یہ بھی چاہ رہا ہوں کہ اپنے وقت کو خالی کروں مگر اب تک کامیاب نہیں ہوا مگر ان شاء اللہ کوشش کر رہا ہوں شاید اب میسر آ جائے پھر ان لوگوں کی ایذا سے تکلیف بھی نہ ہو گی تکلیف اسی سے ہوتی ہے کہ کام میں مشغول رہتا ہوں اور کام چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور وہ پھر تکلیف وایذا دیتے ہیں۔

تحائف وہدایا کے بارے میں حضرت والا کا طرز عمل

فرمایا کہ ایک شیخ کے معتقد کہتے تھے کہ ان کے یہاں تحائف بڑی کثرت سے آتے ہیں ان کے لئے ایک گودام بنوا رکھا ہے سب کو اسی میں جمع رکھتے ہیں اور کبھی دھوپ بھی دکھلاتے ہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ اچھا خاصا مفت کا عذاب ہے۔ بھائی ہم تو یہ کرتے ہیں کہ اگر اپنے کام کی نہ ہوئی احباب کو دے دی یا فروخت کر دی۔ علی گڑھ سے ایک دوست نے بہت سا گاجر کا حلوا بنا کر بھیجا جو گھر میں کام نہ آ سکا پندرہ روپے کا فروخت کر دیا اور یہ معلوم نہیں ان کے کتنے روپے لگے ہوں گے اگر روپے بھیج دیتے تو کتنی دفعہ تو حلوا کھاتے اور کتنے کام نکلتے۔ ایسے ہی جب مکان بنایا ہے اور خرچ

کی ضرورت ہوئی تو میں نے ضروری چیزیں فروخت کر دیں مجھے اس سے کبھی عار نہیں آتی۔ میں تو طالب علم آدمی ہوں بے تکلف لے لی بے تکلف بیچ دی۔

ایک حکیم صاحب کے ہدیہ کا واقعہ

(فرمایا کہ ایک حکیم صاحب نے جو کہ میرے دوست ہیں مجھ کو لکھا کہ میں نے ولایت سے چالیس روپے گز کا کپڑا منگایا ہے اسے بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں نے لکھا کہ میں ایک طالب علم ہوں۔ میرے یہاں سب قسم کے امیر و غریب آتے ہیں ایسے شاندار کپڑے سے غرباء پر رعب پڑتا ہے میں خواہ مخواہ غریب لوگوں پر رعب ڈالنا نہیں چاہتا البتہ آپ طبیب ہیں۔ طبیب کو شان کی ضرورت ہے اس لئے آپ کو مناسب ہے آپ استعمال کریں۔ میں قبول کر کے پھر آپ کی نذر کرتا ہوں۔

محدثین پر ایک اعتراض کا جواب

فرمایا کہ محدثین کی جرح وتنقید پر بعض کم فہموں نے یہ کہہ دیا ہے کہ سب سے زیادہ مواخذہ غیبت کا قیامت میں محدثین کا ہوگا کہ یہ سب کی غیبت کرتے ہیں۔ ہمارے حضرت نے فرمایا مواخذہ کیوں ہوتا۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے سب دین ہی کے واسطے کیا ہے۔

بزرگوں کی باتوں میں دخل دینا ٹھیک نہیں

ایک مولوی صاحب اپنے لوگوں سے اس لئے اختلاف کرتے ہیں کہ ہم جا بجا نوکری تلاش کرتے پھرتے ہیں اور یہ مدرسہ والے باہر کے آدمیوں کو تو رکھتے ہیں اور ہم کو نہیں رکھتے۔ چنانچہ دیوبند میں اکثر کا یہی خیال ہے کہ یہ مدرسے والے اس قدر جاہ و حشمت پر قبضہ کئے ہوئے ہیں کہ ہم کو دخل کیوں نہیں دیتے۔ میری تو اب یہی رائے ہے کہ مدرس بستی کے نہ رکھے جائیں بلکہ باہر ہی کے رکھے جائیں میں نے ایک مرتبہ طلبا کے متعلق یہ سمجھا کہ جیسے باہر کے طلبہ کا وظیفہ ہوتا ہے ایسے ہی بستی کے طلبہ کا بھی وظیفہ ہونا چاہئے یہ بھی تو مستحق ہیں۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا مگر قواعد کی رو سے بعض طلبہ کے وظائف بند کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو دس آدمی ان کے حامی کھڑے ہو گئے تب میں یہ سمجھا کہ بزرگوں کی باتوں میں دخل دینا ٹھیک نہیں ہے۔ پہلے بزرگوں نے جو باتیں مقرر

کی ہیں وہ سب صحیح ہیں۔

عورتوں کی تربیت کا طریقہ

فرمایا کہ میری تاکید ہے کہ عورتیں میرے پاس بلا اپنے کسی محرم یا شوہر کے دستخط کرائے خط نہ بھیجا کریں۔ اگر کوئی عورت بلا دستخط کرائے خط بھیجتی ہے تو میں واپس کر دیتا ہوں جواب نہیں دیتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ عورتوں کو بلا اپنے محرم کے دکھلائے ہوئے خط و کتابت کی جرات نہ ہو اس میں بہت مفسدوں کا انسداد ہے۔

اپنے ہاں آنیوالوں سے حضرت والا کا سوال و جواب

فرمایا کہ جب کوئی یہاں آنے کو پوچھتا ہے تو میں آنے کی غایت پوچھتا ہوں کیونکہ جب وہ مجھ سے پوچھتا ہے تو میں اس کا مقصد بھی تو سن لوں کہ کیا ہے اور وہ مقصد یہاں حاصل ہو بھی جائے گا یا نہیں اور اگر کوئی بلا پوچھے آئے تو وہ ذمہ دار ہے دیکھئے اس میں کتنی رعایت ہے کہ کسی کی محنت اور روپیہ رائیگاں نہ جائے۔ دونوں طرف سے سہولت رہے۔ اب اس کو لوگ تشدد سمجھتے ہیں۔ دیکھئے جہاں ڈاکٹر مختلف امراض کے معالج ہوں اگر ان سے پوچھ کر جائے گا کہ مجھے فلاں مرض ہے آپ کے پاس علاج کو آؤں تو اگر وہ اس کا علاج جانتا ہوگا تو اجازت دے دے گا اور اگر نہ جانتا ہوگا تو منع کر دے گا۔ اب اگر کوئی بلا پوچھے چلا جائے تو اس کی غلطی ہے۔ خود زیر بار اور پریشان ہو گا۔ بعض لوگ اس عنوان سے اعراض ظاہر کرتے ہیں۔ کہ مستفیض ہونا سعادت دارین حاصل کرنا۔ پھر میں اس کے معنی بھی پوچھتا ہوں اور یہ بھی پوچھتا ہوں کہ اگر کچھ فائدہ نہ ہو تب بھی آنا مقصود ہے۔ بعض لوگ اس احتمال کی تجویز سے جواب دینے کو بے ادبی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس کے معنی یہ تھوڑا ہی ہیں کہ تم بھی اعتقاد نہ رکھو بلکہ میں اپنا معاملہ صاف کرنا چاہتا ہوں کہ میں ان غایات کا ذمہ دار نہیں پھر خواہ ان کی امید سے بھی زیادہ حاصل ہو جائے مگر میں ذمہ دار کیوں بنوں اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر کسی کو حاصل نہ بھی ہو تو شکایت تو نہ رہے گی غایت میں سیدھی بات یہ ہے اور یہی لکھنا چاہئے کہ ملنے کو جی چاہتا ہے اگر اللہ میاں کو دینا ہو گا تو بلا تصریح عنوان استفاضہ کے بھی دیں گے مستفیض

وغیرہ کا لفظ لکھنے پر اجازت دینے کے تو یہ معنی ہیں کہ ہاں میں ذمہ دار ہوں فیض ہوگا تم آ جاؤ۔ اب لوگ سمجھتے تو ہیں نہیں اعتراض کرتے ہیں بعض لوگ جواب کے لئے محض ٹکٹ بلا لفافہ رکھ دیتے ہیں کیا یہاں لفافے بنے رکھے ہیں۔ بعض سادہ لفافہ بھیج دیتے ہیں یعنی اس پر اپنا پتہ نہیں لکھتے۔ بھلا مجھے پتہ لکھنے کی فرصت کہاں اور خود ان کے پتہ لکھنے میں ایک مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ دوسرے کے لکھنے سے پتہ کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے اور جب وہ خود پتہ لکھیں گے تو پہنچنے نہ پہنچنے کے وہ ذمہ دار ہیں۔ میرے اوپر شکایت نہیں۔

(فافہم واعمل (جامع)

مسلمانوں سے محبت کی ایک علامت

فرمایا کہ میں تصانیف میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کا نفع تام ہو۔ اس لئے جب تک مضمون چھپتا نہیں کچھ نہ کچھ بڑھاتا ہی رہتا ہوں۔ یہ چاہتا ہوں کہ جس قدر مجھ میں قوت ہے کوتاہی نہ ہو گو جن کے لئے تصنیف ہوتی ہے ان کو معلوم بھی نہ ہو جیسے بچہ کو گو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کھانا میرے ماں باپ کا تیار کیا ہوا ہے اور کن صعوبتوں سے حاصل ہوا ہے مگر ماں باپ تو اپنی قوت تک کمی نہیں کرتے اور الحمد للہ یہ علامت ہے مجھے مسلمانوں سے محبت ہونے کی۔

ایک مولوی صاحب کا واقعہ

فرمایا کہ ایک مولوی صاحب یہاں آئے ان سے میں نے کہا کہ آپ کو پہچانا نہیں۔ کہنے لگے بس جی خدا بھی قیامت میں یوں ہی کہہ دے گا میں نے پہچانا نہیں۔ میں نے کہا توبہ کرو مولوی صاحب تو یہ کیا خدا ہم جیسا ہے؟ پھر بعد میں مولوی محمد یحییٰ صاحب مرحوم سے کہا کہ اب ان سے (یعنی مجھ سے) نہیں ملوں گا۔ انہوں نے کہا کہ نہ ملنے ہی کی وجہ سے تو پہچانا نہ تھا اور نہ ملو گے اور زیادہ نہ پہچانیں گے۔

قاضی محمد اعلیٰ صاحب کا واقعہ

فرمایا کہ ہمارے یہاں قاضی محمد اعلیٰ بڑے عالم صاحب تصنیف تھے۔ ان کی ایک کتاب ہے بیس جلدوں میں ہمارے یہاں بھی ہے۔ انگریزوں نے چھاپی ہے۔ میں

نے ان کی قبر باقی رکھی ہے جو اس مسجد میں ہے۔ یعنی احاطہ مسجد میں باقی قبریں برابر کر دی ہیں یہاں (یعنی سہ دری میں جہاں حضرت والا تشریف رکھتے ہیں) تمام قبریں ہی قبریں تھیں اور یہ مسئلہ بھی ہے کہ جب قبر بہت پرانی ہو جائے تو اس کا مٹا دینا جائز ہے مگر ہم بزرگوں کا احترام کرتے ہیں۔ ان کی معلوم قبروں کو باقی رکھتے ہیں۔

شرافت نسب کے اثرات پر ایک انگریز کی تائیدی حکایت

فرمایا کہ ہمارے ایک بھائی نکاح کے معاملہ میں شرافت نسب کے قائل نہ تھے کہتے تھے کہ یہ کیا واہیات ہے کھانے پینے کو ہونا چاہئے اور علم ہونا چاہئے۔ باقی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک جنٹ کے یہاں جو پہنچے تو دیکھا کہ اس نے میز پر ایک کاغذ پھیلا رکھا ہے اور کچھ نشان بنا رہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے اپنی کتیا سے نسل لینے کے لئے ایک نجیب کتے کی ضرورت ہے۔ پہاڑ پر میرے ایک دوست ہیں انہوں نے ایک کتے کا نسب نامہ بھیجا ہے اسے دیکھ رہا ہوں کہ یہ شریف النسل بھی ہے یا نہیں۔ ان کو حیرت ہوئی اور پوچھا کیا اس کی کچھ اصل ہے؟ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور ایک تقریر کی جس میں شریف النسل ہونے کے مصالح بیان کئے کہ اس کی بڑی ضرورت ہے۔ پھر وہ صاحب اس تقریر سے قائل ہو گئے میں نے کہا کہ مسلمانوں کے کہنے سے قائل نہ ہوئے ایک انگریز کے کہنے سے قائل ہوئے بعض لوگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ انگریزوں کے پاس ایسے چھوٹے کتے بھی ہوتے ہیں جن کو جیب میں ڈال لیتے ہیں میں نے اس کا فائدہ پوچھا تو کہا کہ سانپ اگر آتا ہے تو یہ بیدار کر دیتا ہے۔

بے تمیز کو لکھنا آجائے تو دوسروں کے لئے باعث تکلیف ہی ہے

ایک شخص کا خط آیا جس میں سراسر بدتہذیبی بھری ہوئی تھی حضرت نے فرمایا کہ اگر کسی کو لکھنا آجائے اور تمیز نہ ہو تو یہ بھی خدا کا قہر ہے۔ ایسا شخص دوسروں کو اپنی تحریر سے تکلیف ہی دے گا۔

طریق باطن میں اعتراض مضر ہے

فرمایا طریق باطن میں اعتراض اس قدر برا ہے کہ بعض وقت کبائر سے برکات

منقطع نہیں ہوتے مگر اعتراض سے فوراً منقطع ہو جاتے ہیں۔

از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب
بے ادب تنہا نہ خودرا داشت بد
بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

اس طریق میں یا تو کامل اتباع اختیار کرے ورنہ علیحدگی اختیار کرے۔ (جامع)

دوفریق کے درمیان دونوں کی بات سنے بغیر فیصلہ نہیں کرنا چاہئے

فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا ہے تو یہ گر بتایا تھا کہ اے علی جب تک دونوں فریق کے بیان نہ سن لو اس وقت تک کسی قسم کا فیصلہ نہ کرنا۔

ارتداد کی اصل وجہ افلاس ہے مسلمانوں کواپاہج ہوکرنہ بیٹھنا چاہئے

فرمایا کہ ارتداد کی زیادہ وجہ افلاس ہے۔ اسلام میں کسی کو شبہ نہیں ہوتا میں نے حیوۃ المسلمین کی ایک روح میں اس مضمون کو بسط کے ساتھ لکھا ہے کہ مسلمانوں کو اپاہج ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ کھائے اور کمائے اور بچوں کے لئے بھی چھوڑ جائے مگر حدود شرعیہ سے آگے نہ بڑھے اور نہ مال کو معبود بنائے اور خدا سے کسی حال میں غافل نہ ہو باقی کھیتی کرنا باغ لگانا۔ تجارت کرنا اس کی فضیلت خود احادیث سے ثابت ہے۔

بارش میں کمی خداتعالیٰ سے اعراض کی وجہ سے ہوتی جارہی ہے

فرمایا پرانے بزرگوں سے سنا ہے کہ جب تک نہریں نہ تھیں اس وقت تک خوب بارش ہوتی تھی۔ کیونکہ اس وقت لوگوں کی نظر محض خدا پر ہوتی تھی اب جتنی ادھر سے بے توجہی ہوتی جاتی ہے ادھر سے بھی اعراض ہوتا جاتا ہے سچ ہے انلز مکموھا وانتم لھا کرھون اور اب تو جا بجا گاؤں میں پانی کے واسطے مشینیں لگ رہی ہیں کہ بلا بارش بھی کھیتی ہوا کرے پھر بارش اور بھی کم ہو جائے گی اب ان بیچاروں کے لئے خرابی ہے جہاں مشینوں کا انتظام نہیں۔

ایک خاص ترکیب سے آدمی بنانیکا واقعہ

فرمایا کہ عبدالوہاب شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے مادہ منویہ کو خاص ترکیب سے متعفن کر کے آدمی بنایا تھا اس میں روح بھی پڑ گئی تھی اور خوب پرورش پا کر بڑا بھی ہو گیا تھا مگر بولتا نہیں تھا آگے چل کر یہ بھی ہو جائے گا۔ پھر عورتوں کی بھی ضرورت نہ رہے گی (خود بنا لیا کریں۔ جامع)

مجدد کے لئے صاحب علم ہونا ضروری ہے صاحب حکومت ہونا ضروری نہیں

فرمایا کہ مجدد کے لئے صاحب حکومت ہونا ضروری نہیں ہے۔ کبھی صاحب حکومت ہوتا ہے۔ کبھی صاحب حکومت نہیں ہوتا بلکہ صرف عالم ہوتا ہے جو حق و باطل کو ممیز کر دیتا ہے اور ہر صدی پر ایک ہونا بھی ضروری نہیں بلکہ کبھی ایک کبھی دو کبھی کئی کئی بھی ہوتے ہیں سید احمد صاحبؒ مجدد تھے اور وہ صاحب حکومت بھی ہو جاتے مگر شہید ہو گئے اور مجدد الف ثانیؒ تصوف کے مجدد تھے۔ ایسے ہی اس زمانہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ بھی تصوف کے مجدد تھے تصوف میں بہت خلط مبحث ہو گیا ہے مگر حضرت نے بہت تجدیدات فرمائی ہیں اور حضرت کی تجدیدات علوم معاملہ کے متعلق بہت ہیں۔ مجدد کے واسطے نیا سلسلہ جاری کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ ایسا سلسلہ شروع کرے کہ اس سے پہلے وہ سلسلہ مٹ چکا ہو (جیسا کہ اس وقت ہمارے حضرت نے فن تصوف کا جو مدت سے مردہ ہو چکا تھا احیاء فرمایا۔ (جامع)

ایک فریق کے بیان پر کبھی فیصلہ نہیں دینا چاہئے اس میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے

اسی ذیل میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ مع رفع اعتراض

فرمایا کہ میں کبھی ایک فریق کے بیان پر فیصلہ نہیں دیا کرتا اس میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے اور روایات تو اکثر غلط ہوتی ہیں اور نہ کسی کو مقرب بناتا ہوں کیونکہ اس سے لوگ خائف رہتے ہیں۔ داؤد علیہ السلام کا ایک قصہ ہے کہ آپ کے پاس دو شخص پہنچے اور جا کر یوں عرض کیا کہ اس کے پاس ننانویں بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک بکری ہے لیکن اس نے اس کو بھی لینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے تجھ پر ظلم کیا۔ پھر داؤد علیہ السلام کو متنبہ

ہوا کہ میں نے غلطی کی جو ایک کے بیان پر فیصلہ دے دیا پھر آپ نے استغفار فرمایا اور بظاہر اس میں ایک اشکال ہے کہ آپ نے ایک کے بیان پر فیصلہ کیسے دیا مگر واقع میں اس بیان پر قطعی فیصلہ نہیں دیا تھا۔ بلکہ معنی وہ قضیہ شرطیہ تھا اس کا مطلب ہی تھا کہ اگر ایسا کیا ہے تو ظلم ہے رہا استغفار تو بات یہ ہے کہ انہوں نے اس کو قضیہ شرطیہ کی صورت میں استعمال نہیں کیا بلکہ قضیہ حملیہ استعمال کیا اگر چہ قضیہ شرطیہ ہی مراد تھا۔ مگر لفظوں میں بھی اس کا استعمال ہونا چاہئے تھا ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا داؤد انا جعلناك خليفة في الارض فاحكم بين الناس بالحق۔ سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم بالحق نہ تھا۔ فرمایا کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے یاد رکھنا چاہئے کہ امر ونہی زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے پس یہاں پر ماضی میں حکم بغیر الحق کا اشکال نہیں رہا۔ بعضوں کو ولا تكن للخائنين خصيما سے یہی شبہ ہو گیا ہے کہ کیا آپ نے خائن کی طرف داری کی تھی جس کی ممانعت ہوئی۔ سو یہاں بھی یہی معنی ہیں کہ آپ خائنین کی طرف دار نہ بنئے جیسا کہ اب تک نہیں بنے یعنی جیسے ماضی میں بھی نہیں رہے جیسے باپ کہتا ہے کہ ایسا کبھی نہ کرنا جیسا اب تک نہیں کیا۔ پس صیغہ امر میں دلالت مستقبل پر ہوتی ہے امر کی دلالت زمانہ ماضی پر سمجھنا یہی غلطی ہے اور داؤد علیہ السلام کے اس قصہ کو یہود نے اس طرح سے رنگا ہے کہ آپ کی ننانویں بیویاں تھیں اور ایک لشکری کی صرف ایک بیوی تھی آپ کی اس پر نظر پڑ گئی تو آپ فریفتہ ہو گئے پھر وہ لشکری کسی مہم پر گیا اور وہاں جا کر مارا گیا اس کے قتل کے بعد اسے آپ نکاح میں لے آئے فرشتوں کو نصیحت کے لئے بھیجا تھا توبہ توبہ یہ انبیاء کے ساتھ ایسا خیال بالکل غلط اور برا عقیدہ ہے اور تعجب ہے کہ اس کو بعض مفسرین نے بھی لیا ہے دراصل ان کا فرشتہ ہونا ہی ثابت نہیں بلکہ ظاہراً واقع میں وہ انسان ہی تھے اور ان کا بکریوں کے متعلق مقدمہ تھا فافہم۔

رمق باطن کے انفاق پر آیت قرآنی سے استدلال

فرمایا کہ صوفیہ نے ومما رزقنهم ينفقون میں فیض باطنی پہنچانا بھی مراد لیا ہے سو اگر یہ محض بطور علم اعتبار کے ہو تب تو کچھ شبہ کی گنجائش نہ تھی لیکن میرا جی چاہتا تھا

کہ اگر اس کو تفسیر مان لیا جائے تو اچھا ہے کیونکہ کسی لغت یا قواعد تفسیریہ کے خلاف نہیں ہے اور اس خیال کی تائید اس سے ہوگئی تھی کہ اہل ظاہر نے بھی اس قول کو لیا ہے چنانچہ بیضاوی نے کہا ہے ومن انوار المعرفة یفیضون اگر یہ بات قواعد سے صحیح نہ ہوتی تو اہل ظاہر اس کو نہ لیتے لیکن مزید تائید کے لئے جی یہ بھی چاہتا تھا کہ اگر کسی جگہ قرآن شریف میں رزق کا استعمال اس معنی میں یعنی رزق حسی کی طرح رزق معنوی میں بھی ثابت ہو جائے تو خوب ہو چنانچہ بحمد اللہ ایک مقام کئی روز ہوئے نظر میں آیا بہت خوشی ہوئی لیکن بھول گیا جس کا اس خوشی سے بھی زیادہ رنج ہوا اور جی چاہتا تھا کہ یاد آجائے تو کہیں لکھ دوں مگر الحمدللہ آج یاد آ گیا وہ یہ ہے کہ سورہ واقعہ میں ہے۔ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون۔

اس میں تکذیب کو جو کہ ایک امر معنوی ہے رزق فرمایا یعنی تم اپنا حصہ تکذیب کو کرتے ہو اس میں انکم تکذبون مفعول ثانی ہے اور ان بالفتح معنی میں مصدر کے کر دیتا ہے تو انکم تکذبون کے معنی ہوئے تکذیبکم ای تجعلون رزقکم تکذیبکم پس تکذیب کو جو کہ رزق متعارف نہیں رزق فرمایا اور ایک غالی درویش جو صاحب مجاہدہ و صاحب کشف بھی تھے اور سانس کے ساتھ ستارے نظر آنے کے مدعی بھی تھے انہوں نے اس کی عجیب تفسیر کی یعنی وتجعلون رزقکم انکم تکذبون کے یہ معنی کیے کہ تم مواقع النجوم کو اپنا رزق بھی بناتے ہو اور پھر اس کی تکذیب بھی کرتے ہو اور بمواقع النجوم کا ترجمہ یہ کیا کہ نجوم جو سانس کے ساتھ جوف میں داخل ہوتے ہیں ان کی قسم کھاتا ہوں ایسے ہی جاہل صوفیوں نے ابو الدرداءؓ کی جو حدیث نسائی میں ہے لا ابالی اشرب الخمراو اعبد هذه السارية۔ (یعنی میں پرواہ نہیں کرتا کہ ستون کی عبادت کو لوں یا شراب پی لوں اور مراد اس سے تغلیظ ہے شرب خمر کی کہ عبادت ساریہ کی برابر ہے) اس کے یہ معنی گھڑے ہیں کہ تصوف میں ایک مقام ایسا ہے کہ وہاں پہنچ کر شراب اور بت پرستی یعنی حرام چیزیں سب جائز ہو جاتی ہیں اور آدمی مرفوع القلم ہو جاتا ہے اللہ بچائے اس جہالت سے۔

حق تلفی پر نابالغ سے معافی مانگنے کا طریقہ

ایک صاحب نے لکھا کہ میرا میز پر سے روپیہ گم ہو گیا تھا اور محض شبہ میں ایک بچہ کو

مارا بعد میں دوسرے کے پاس وہ چوری نکلی مجھے سخت ندامت ہوئی کیا کروں تحریر فرمایا کہ اگر بالغ ہے تو اس سے معافی مانگو اور اگر نابالغ ہے تو اس کے سامنے اعتراف غلطی کا کرو ایک مدت تک اس کی دلجوئی کرو اور اس سے پوچھ پوچھ کر اس کی فرمائشیں پوری کرو۔

بعض لوگوں کوشب بیداری سے امراض پیدا ہوجاتے ہیں

ایک شخص نے لکھا کہ میری تہجد کی نماز قضا ہو جاتی ہے تحریر فرمایا حدیث ہے لاتفریط فی النوم اور سعدیؒ کا قول ہے۔

ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

تو کیا اس سے زیادہ اسقدر دلگیر ہونا اس زیادۃ کو مستلزم نہیں ہے (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) کہ ہر شخص کا علاج علیحدہ ہوتا ہے بعضوں کو شب بیداری سے امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ان پر نوم مسلط کر دی جاتی ہے اور ان کو غم ہو تو ان کی اس طرح سے دلجوئی کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے مزاج اور عادت جدا جدا بنائے ہیں۔

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان است
بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالان ست

اگر طاعات میں نفس کو بھی لذت ہو تو یہ کوئی رنج کی بات نہیں

ایک شخص نے لکھا کہ قرآن شریف کی تلاوت میں اس قدر دل نہیں لگتا جس قدر تفسیر میں لگتا ہے اور خاص کر نکات تفسیر میں اور زیادہ لگتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ اگر طاعات میں نفس کو بھی لذت ہو تو یہ خوشی کی بات ہے یا رنج کی رہا کمی بیشی یہ امر طبعی ہے ہر طبیعت کا خاصہ جدا ہے اس پر ملامت نہیں۔

فیوض باطنی جلدی حاصل ہوجانیکا سبب

فرمایا کہ پہلے لوگوں میں شیخ کے ساتھ اعتقاد بہت ہوتا تھا اور اسی لئے فیوض باطنی جلدی حاصل ہوتے تھے میرے ایک ماموں صاحب مولوی غوث علی صاحبؒ پانی پتی کے مرید تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کس کے مرید ہو گئے حالانکہ لوگ ان کو یوں کہتے

ہیں کہ ان کے پاس خلوت میں غیر عورتیں آتی ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ ماموں صاحب نے فرمایا کہ بجائے شبہ کے میری تو عقیدت بڑھ گئی کیونکہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ مولانا شاید عنین ہیں (کیونکہ مولوی صاحب نے مدۃ العمر نکاح نہیں کیا تھا) اور بزرگ چونکہ وارث انبیاء ہوتے ہیں اور انبیاء تمام نقائص سے پاک ہیں لہذا یہ ان کے لئے برا دھبہ تھا۔ میں تو بڑا خوش ہوا ان میں یہ نقص نہیں رہا گناہ تو میاں جہاں دل سے اللھم اغفرلی کہا سب معاف ہو جائیں گے (کیا ٹھکانا اعتقاد کا)

ترک رفع یدین پر حدیث شریف سے ایک عجیب استدلال

فرمایا کہ ایک حدیث مسلم شریف میں ہے اس سے ترک رفع یدین پر استدلال مشہور ہے مگر مجھے ہمیشہ سے مخدوش معلوم ہوتا ہے۔ مگر اسی حدیث کی جو مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ نے تقریر فرمائی وہ نہایت عجیب ہے البتہ اس میں ایک مقدمہ ملانا پڑتا ہے مگر وہ خود بدیہی ہے۔

حدیث یہ ہے کہ مالی اراکم رافعین ایدیکم کاذناب خیل شمس یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو منع فرمایا اس سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کو منع فرمایا اور اس میں خدشہ یہ ہے کہ یہ یقینی ہے کہ سلام کے وقت جو رفع ایدی کرتے تھے اس سے آپ نے منع فرمایا تھا اور یہ حدیث بھی دو طرح آئی ہے ایک میں سلام کی تصریح ہے اور ایک اس سے ساکت ہے اور دوسروں نے کہا ہے ایک ہی ہے اور عینی وغیرہ نے بھی زور دیا ہے کہ ایک ہی ہے مگر یہ بات میرے جی کو نہیں لگتی سیدھی بات یہ ہے کہ حضورؐ نے جو سلام کے وقت رفع ایدی کو منع فرمایا ہے خود اس کی وجہ اسکنوافی الصلوٰۃ فرمائی ہے اور جب شارع کسی حکم کی علت خود بیان کرے تو وہ معلل ہوتا ہے اور اسی پر مدار ہوتا ہے حکم کا ورنہ اس کا الغاء لازم آتا ہے یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علت فرما رہے ہیں تو حکم کا اس علت پر مدار ہوگا۔ پس جب یہاں ممانعت کی وجہ حضور نے اسکنوافی الصلوٰۃ فرمائی ہے تو اب کہا جائے گا کہ جب سلام کے وقت رفع ایدی خلاف سکون ہونے کے سبب ممنوع ہے تو عین نماز میں تو

سکون زیادہ مطلوب ہوگا اس میں خلاف سکون فعل کی ممانعت اور زیادہ ہوگی۔

مولوی صادق الیقین صاحبؒ کی سلامت طبع کا واقعہ

فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب نے مجھ سے بھی پڑھا ہے جب یہ گنگوہ سے دورہ پڑھ کر وطن گئے تو مجھے لکھا کہ آپ کے پاس تکمیل درسیات کے لئے آرہا ہوں میں نے ان کو لکھا تم جو یہاں آرہے ہو تو میرا یہ طرز ہے۔

(اس زمانہ میں حضرت مرشدی مدظلہم مولود میں قیام صرف اس وجہ سے فرماتے تھے کہ اس سے لوگوں کی وحشت کم ہو کر انس ہو جائے گا پھر سمجھانے سے جو قیود زائدہ تراش لئے ہیں وہ حذف ہو جائیں گے اور نفس ذکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہ جائے گا۔ مگر جب اس شرکت سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو آپ نے ترک فرما دیا اور اس کے بارے میں جو خط و کتابت حضرت مولانا گنگوہیؒ سے ہوئی وہ تذکرۃ الرشید میں چھپ بھی گئی ہے۔ جامع ۱۲) انہوں نے لکھا کہ من نحا نحوك نجانجاتك۔

وہ پھر میرے پاس آگئے مگر میرے ان افعال میں شریک نہ ہوئے اور میری مخالفت بھی نہ کی یہ سلامتی ان کے اندر حضرت مولانا گنگوہیؒ کا اثر تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک مرید کی عقیدت اور حضرت والا کی لطیف نصیحت

فرمایا کہ میں ایک دفعہ الہ آباد میں وعظ کہہ رہا تھا دوران وعظ میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا نام عبدالکریم تھا بہت گورا چٹا مگر ڈاڑھی منڈی ہوئی بوڑھا آدمی لنگی باندھے ہوئے دلائی اوڑھے ہوئے جس میں گوٹا ٹنکا تھا جیسے کوئی دولھا ہوتا ہے مگر چہرہ سے خاص اثر معلوم ہوتا تھا جب میں وعظ کہہ چکا تو منبر سے ابھی نیچے بھی نہ اترا تھا کہ وہ میرے پاس آیا اور کہا منہ کھولدے (تبسم کے ساتھ فرمایا میں سمجھا منہ میں تھوکے گا کیا) میں نے منہ کھول دیا بس اس نے منہ میں ایک لڈو رکھد یا میں نے کھا لیا پھر میں نے پوچھا کہ آپ فرماتے تو سہی آپ ہیں کون اس نے کہا مجھ کو بندہ امداد اللہ کہتے ہیں اور آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے حاجی صاحبؒ کا جو نام لیا تو میں بھی پگھل گیا منڈی ڈاڑھی سے نفرت تو ہوئی پھر یہ سمجھا کہ اللہ والوں کا نام لینے والا ہے اپنے پاس بٹھا کر گفتگو کی انہوں

نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں محمدی شاہ کا خادم تھا (یہ ایک ولایتی بزرگ الہ آباد میں رہتے تھے) شاہ صاحب نے مجھے اپنا بیٹا بنا لیا تھا تا کہ مجھ سے سلسلہ چلے۔ جب وہ حج کو گئے تو مجھے بھی ہمراہ لے گئے مکہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں بھی ہمراہ تھا بس میں تو حضرت حاجی صاحبؒ کو دیکھ کر ذبح ہی ہو گیا میں نے محمدی شاہ صاحب سے عرض کیا کہ تم سفارش کر دو میرا حضرت حاجی صاحب سے مرید ہونے کو جی چاہتا ہے انہوں نے فرمایا بہت اچھا اور حاجی صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت یہ میرا بیٹا ہے میں نے چاہا تھا کہ میں مرید کروں تا کہ اس سے میرا سلسلہ چلے مگر اس کا دل آپ سے مرید ہونے کو چاہتا ہے اس کا حصہ آپ کے یہاں ہے میرے یہاں نہیں ہے آپ مرید کر لیں میں سفارش کرتا ہوں ہمارے حضرت نے بیعت فرمایا مگر یہ نہیں بتلایا کہ ڈاڑھی کیوں منڈائی تھی اور یہی عبدالکریم مذکور بالا ایک مرتبہ گنگوہ بھی گئے تھے مولانا کے یہاں بھی حاضر ہوئے مگر خلاف شرع صورت ہونے کے سبب مولانا نہیں ملے اتفاق سے میں بھی گنگوہ گیا تو اس نے جب میرا آنا سنا کہلا کر بھیجا کہ ملنے کو جی چاہتا ہے مجھ سے مل جاؤ میں نے کہا کہ یہ مولانا کی قلمرو ہے میں تمہارے پاس نہیں آسکتا باقی تم مل جاؤ چنانچہ شام کو بعد مغرب ایک بڑے مجمع کے ساتھ آئے اور ہاتھ میں ایک پھولوں کا گجرا تھا آتے ہی میرے گلے میں ڈال دیا میں نے گردن سے نکال کر ہاتھ میں لے لیا کہنے لگے باغ میں گیا تھا وہاں بہت سے پھول ملے تھے جی میں آیا اپنے پیاروں کو دوں سو ایک تو شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چڑھا آیا اور ایک تم کو دیا ہے میں نے ان سے کہا کہ تم حضرت شیخ کو جنتی سمجھتے ہو کہا کیوں نہیں میں نے کہا آپ جانتے ہیں جنت کے روائح کیسے ہیں اور ان پھولوں کی ان کے ساتھ کیا نسبت اس کی مثال یوں سمجھو جیسے ایک شخص ایک سو پچیس روپے تولہ کا عطر لگاتا ہو اور آپ اس کی ناک میں چار آنہ تولہ کا عطر چکٹا ہوا ٹھونسنے لگیں تو اسے کس قدر ناگوار ہوگا تو کیا ان پھولوں سے حضرت شیخ کو اذیت نہ ہوگی فوراً توبہ کر لی پھر عشاء کی نماز کو مسجد میں گئے وہاں علیحدہ بیٹھ کر ان سے یوں کہا کہ شاہ صاحب تم حضرت حاجی صاحبؒ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو کیا حاجی صاحب کی ایسی

ہی صورت تھی پھر ڈاڑھی منڈانے سے بھی تائب ہو گئے۔

ایک قادیانی بہروپیے اور حضرت والا کی بصیرت کا واقعہ

ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں نے مرزا کی کتابیں دیکھی ہیں اور ان سے مجھے عقیدہ ہو گیا ہے۔ میں خیالات کی تصحیح چاہتا ہوں۔ اور سفارش کے لئے مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کا خط بھی لائے تھے اس پر فرمایا کہ مجھے یہ طریقہ پسند نہیں ہے کہ کسی کی سفارش لائی جائے اس سے تو ضعیف طلب کا پتہ چلتا ہے اس کے تو یہ معنی ہیں کہ میں نیاز مند بن کے نہیں آیا بلکہ آمر بن کے آیا ہوں اس خط سے تو مجھ پر خاص اثر رہے گا کہ یہ مولانا کے بھیجے ہوئے ہیں ان کی رعایت کرنا چاہیے اور رعایت آزادی کے خلاف ہے دوسری بات یہ ہے کہ اصلاح کے لئے میرے یہاں مناظرہ کا طریقہ نہیں ہے اگر آپ اصلاح چاہتے ہیں تو آپ کو جس قدر شبہے ہوں لکھ کر دے دیجئے اور میں مختلف جلسوں میں اس پر تقریر کرتا رہوں گا اور آپ سنتے رہئے لیکن بوقت تقریر اس پر شبہ پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی بلکہ اس تقریر میں اگر شبہ ہو تو مجھ سے اپنے شبہات کا وہ پرچہ لے کر اسی میں اس شبہ کا بھی اضافہ کر دیا جائے مگر اصلاح کے اس طریقہ کے لئے مدت طویل چاہئے ممکن ہے کہ کبھی ہفتوں تک بھی کسی کسی مسئلہ پر گفتگو کی نوبت نہ آئے اس لئے یہی مناسب ہے کہ چونکہ مولوی صاحب موصوف کا طریقہ مناظرہ کا ہے ان کے پاس رہیں وہاں جلدی گفتگو ختم ہو جائے گی لیکن فرضاً اگر وہاں شفا نہ ہو پھر میں حاضر ہوں اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے صرف ادھر ہی کی کتابیں دیکھی ہیں اپنے مذہب کی نہیں دیکھیں حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی غلطی ہے کہ ایک طرف کی تو دیکھی اور ایک طرف کی نہ دیکھی جب آپ اپنے مذہب سے واقف ہی نہ تھے تو پھر دوسروں کی کتابیں دیکھنے کی کیا ضرورت تھی اس نے کہا کہ ایک قادیانی سے میں نے بہت بحث کی بس میں مغلوب ہو کر اس کا پیرو ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تم اس فن سے واقف نہ تھے تو کیوں الجھے اس طرح تو دنیا میں سینکڑوں فرقے ہیں بس ہر ایک سے الجھ کر اور گفتگو میں بند ہو کر وہی مذہب اختیار کر لیا کرے۔

گھڑی دیکھ کر حضرت نے فرمایا کہ ابھی گاڑی کا وقت ہے تشریف لے جا سکتے ہیں وہ کہنے لگے کیا رہنے کی بھی اجازت نہیں فرمایا نہیں رہیے۔ مگر اول تو اس وقت آپ

بے اصول آئے۔ دوسرے میری اس تقریر کے بعد اب رہنے کی کوئی ضرورت بھی نہ رہی۔ جو تھا عرض کر چکا بلکہ اگر آنا ہوتو مجھ سے اول مستقل خط و کتابت کیجئے۔ ان سفارشوں سے مجھے بڑا ضیق ہوتا ہے۔ میرے یہاں تو اگر کوئی آئے تو طالب بن کر آئے۔ اور مجھ کو ذمہ دار شفا کا نہ سمجھے۔ گمراہی اور ہدایت خدا کے اختیار میں ہے۔ خود انبیاء کو بھی یہی حکم ہے کہ تبلیغ کیے جاؤ کوئی ہدایت اختیار کرے یا نہ کرے (اس کے بعد حضرت ڈاک لکھنے میں مصروف ہوگئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص قادیانی جماعت کا مبلغ تھا اس بہانہ سے یہاں رہنا چاہتا تھا اور ناواقف اہل قصبہ کو بہکانا بھی شروع کردیا تھا۔ حضرت کو اطلاع ہوگئی تو فوراً خانقاہ سے نکال دیا گیا۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت نے جو فرمایا تھا کہ گاڑی کا وقت ہے تشریف لے جا سکتے ہیں بلکل بجا اور درست تھا۔ جس کے سپرد حق تعالیٰ کوئی خدمت کرتے ہیں تو اس کو نور بصیرت بھی ویسا ہی عطا فرماتے ہیں اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله۔ اور ے

پیش اہل دل نگہدارید دل
تانباشید از گمان بد خجل

ورنہ بعض کا یہ خیال تھا کہ ایک مسلمان متردد کو اس قسم کا جواب دینا مناسب نہ تھا مگر اب حقیقت کھلنے کے بعد تو سب کی نظر میں مناسب ہوگیا ہے۔ نعم ما قال العارف الرومی قدس سرہ ے

آنکہ از حق یابد اووحی وخطاب
ہر چہ فرماید بود عین صواب
آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست
نائب است و دست او دست خداست
نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہل دلی
در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ہے کہ آپ کے پاس ایک شخص بے حد عقیدت ظاہر کرتا ہوا حاضر ہوا۔ مگر حضرت نے اس کو خانقاہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دی اور لوگوں نے ترس کھا کر اپنے یہاں ٹھہرایا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھائی ہم تو پہلے ہی منع کرتے تھے۔ جامع)

''امداد المشتاق'' اور مکتوبات یعقوبی کے بارے میں ایک فلسفی کا تبصرہ

فرمایا کہ فلاں فلسفی صاحب نے لکھا ہے کہ امداد المشتاق دیکھی۔ جس پایہ کی سمجھتا تھا ویسی ہی نکلی اور مکتوبات یعقوبی سے میرے بہت سے شبہے رفع ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ واقعی شہادت ایسے لوگوں کی معتبر ہے کہ جنہوں نے فلسفہ کا رنگ بھی دیکھا ہو۔ ہم لوگ تو پہلے ہی سے بزرگوں کی جوتیوں میں رہے ہیں ہمیں قدر ہی کیا ہے ؎

ہر کہ اوارزاں خرد ارزاں دہد

گوہرے طفلے بقرص نان دہد

حضور ﷺ کی شان نبوت کا مظہر علماء اسلام اور آپ کی شان ملوکیت کا مظہر ملوک اسلام ہوئے ہیں ہمارے اوپر دونوں کے حقوق ہیں

فرمایا کہ حیدر آباد میں بڑی تہذیب ہے۔ جب میں وہاں گیا ہوں تو اکثر وعظوں میں ان کے عقائد کا رد کرتا تھا۔ مگر کوئی کچھ نہیں بولا۔ ایک دفعہ لوگوں نے وعظ میں بادشاہ کے لئے دعاء کرنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا کہ یہ تو خوشامد ہے۔ ہاں اگر دوسرا کوئی کسی دعا کی تقریر کرے تو میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں گا۔ انہوں نے ایک لڑکے کو پیش کیا جو غالباً ۱۴ برس کی عمر کا ہوگا کہ وعظ کے بعد یہ کچھ تقریر کر دے گا پھر آپ بھی دعا میں شریک ہو جائیں۔ مگر اول آپ اس سے وہ تقریر سن لیجئے اور اس کی اصلاح کر دیجئے چنانچہ انہوں نے ایک لڑکے سے تقریر سنانے کے لئے کہا اس نے وہی تقریر کر دی میں نے کہا کہ مجھے یہ تقریر لفظ بلفظ منظور ہے مگر میں نے اتنی ترمیم کی کہ وعظ کے قبل اس سے فراغت کر لی جائے تاکہ آزادی سے وعظ کہہ سکوں چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر وعظ شروع ہوا مگر خود وعظ کے اخیر میں خدا تعالیٰ نے ایسا مضمون دل میں ڈالا کہ اس کا دعاء سے بھی ارتباط ہو گیا اور پھر خود میں نے بھی مجمع کے ساتھ دعا کر دی وہ مضمون یہ تھا کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے اندر دو شانیں تھیں ایک شان نبوت ایک شان ملوکیت پھر آپ کے بعد دو شانوں کے مظاہر پیدا ہوئے مگر اس طرح کہ خلفاء میں تو یہ شانیں مجتمع رہیں مگر بعد میں تفرق ہو گیا یعنی ایک شان کے مظہر تو علماء عرفاء ہوئے اور ایک مظہر ملوک اسلام ہوئے اور چونکہ یہ دونوں جماعتیں مظاہر ہیں شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لئے ہمارے اوپر ان کے حقوق ہیں چنانچہ بادشاہ کا حق ہم پر یہ ہے کہ اس کا احترام کریں اس کے لئے دعا کریں۔ جہاں ہم بیٹھے ہیں یہاں بادشاہ مسلمان ہیں لہذا ان کے لئے میں بھی دعا کرتا ہوں آپ لوگ بھی دعا کریں پھر دعا کی گئی اور وعظ ختم ہوا میری واپسی کے بعد ایک صاحب نے بیان کیا کہ واپسی کے بعد حضور نظام کو بہت افسوس ہوا کہ میں نے ملاقات نہ کی۔ ہمارے حضرت نے فرمایا اگر ملاقات کے لئے پیام آتا تو میں ضرور منظور کر لیتا۔ میں اینٹھ مروڑ نہ کرتا۔ بلکہ اطاعت کرتا اور خود حاضر ہوتا۔

تفسیر بیان القرآن کی تالیف پر ایک جنٹ انگریز کی حیرت

فرمایا کہ جس زمانہ میں میں نے تفسیر بیان القرآن لکھی ہے تو ایک جنٹ انگریز نے نہایت اشتیاق کے ساتھ ملاقات کی اور پوچھا کہ اس کی تصنیف میں تم کو کس قدر روپیہ ملا میں نے کہا کچھ بھی نہیں اس نے کہا تصنیف سے پھر کیا فائدہ ہوا میں نے کہا کہ دنیا میں تو یہ کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو نفع ہوگا اور آخرت میں یہ کہ مالک حقیقی خوش ہوں گے پھر وہ خاموش ہو گیا۔

میری خفگی بغض کی بناء پر نہیں محض اصلاح کیلئے ہوتی ہے

فرمایا کہ میں بڑی مشکل سے کسی سے بدگمان ہوتا ہوں بڑی چشم پوشی کرتا ہوں اور جب کسی پر خفا ہوتا ہوں محض اصلاح کے لئے ہوتا ہوں بغض اس وقت بھی نہیں ہوتا، یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی برکت ہے۔

عقیدت شیخ کی بدولت ایک ڈاکو بھی صاحب مقام ہو گیا

فرمایا کہ شیخ کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے والا برکات باطنی سے محروم ہو جاتا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے کیا وہ قطع ہو جاتی ہے فرمایا ہاں شیخ کے ساتھ جو نسبت ہے وہ بھی قطع ہو جاتی ہے گستاخی بڑی خطرناک چیز ہے گو معصیت

نہیں ہے مگر خاص اثر اس کا معصیت سے بھی زیادہ ہے اس طریق میں سب کوتاہیوں کا تحمل ہو جاتا ہے مگر اعتراض و گستاخی کا نہیں ہوتا ۔

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
گرد و اندر وادی حسرت غریق
ہر کہ بے باکی کندر در راہ دوست
رہزن مردان شد و نامرد اوست

(جامع)

اس طریق میں شیخ کے ساتھ نہایت عقیدت کی ضرورت ہے (احقر جامع نے ایک حکایت غالباً تذکرۃ الرشید میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کی فرمائی ہوئی دیکھی ہے کہ ایک ڈاکو کو کسی بستی کے لب دریا اپنا بھیس بدل کر جھونپڑی ڈال کر اللہ اللہ کرنے لگا لوگوں کو اس سے عقیدت ہوئی اس کے پاس آنے لگے بعضے مرید ہو کر وہیں ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے خدا کی قدرت کہ بعضے ان میں صاحب مقام بھی ہو گئے ایک دن ان پیر صاحب کے بعض مرید مراقب ہو کر دیکھنے لگے کہ اپنے پیر کے مقام کو دیکھنا چاہیئے ۔ مگر وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ ہر چند مراقبہ کیا مگر کچھ ہو تو نظر آئے ناچار ہو کر اپنے پیر سے کہا۔ پیر میں چونکہ ذکر اللہ سے صدق کی شان پیدا ہو چکی تھی سب قصہ صاف صاف کہہ دیا کہ میں تو کچھ نہیں ۔ پھر انہوں نے سب نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے پیر کو بھی صاحب مقام کر دیا۔ دیکھئے یہاں صرف عقیدت ہی عقیدت تھی باقی تو میدان صاف تھا اس کے نفع کا اس حکایت سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ جامع

ایک ریاست کی بے پردگی کا قصہ

فرمایا سنا ہے کہ فلاں ریاست میں بھی پردہ توڑ دیا گیا عورتوں نے بال بھی کٹوا دیے ایک صاحب کہتے تھے کہ ایک شہزادہ اور اس کی بیوی جس سے نکاح ہونے والا تھا مگر ابھی ہوا نہیں تھا ایک ساتھ موٹر میں ہوا کھاتے پھرتے تھے ایک رئیسہ سے جو ان کی پردہ شکنی کے متعلق کہا گیا تو جواب دیا کہ جو پردہ میں رہنے کے قابل ہیں (یعنی شہزادیاں)

جب وہ ہی نہیں رہیں تو میں کیا رہتی۔

اب لوگوں میں نہ جسمانی طاقت پہلے جیسی رہی نہ روحانی

فرمایا اب تو لوگوں میں پہلے لوگوں کی سی نہ جسمانی قوت رہی نہ روحانی ایک شخص پرانی عمر کے میرے ساتھ راستہ میں جارہے تھے ایک گلی میں سامنے سے کچھ مویشی آگئے اور ایک بیل بالکل سامنے آ گیا۔ راستہ قدرے تنگ ہو گیا بڑے میاں نے ٹانگ اٹھا کر بس اس کے ایک ایسی لات ماری کہ وہ بیل دیوار سے جا لگا اور راستہ صاف ہو گیا۔ وجہ اس تفاوت کی یہ ہے کہ پہلے لوگوں میں تکلف نہیں تھا باسی تازی سب کچھ کھاتے تھے اور پچیس تیس برس سے پہلے شادی نہ ہوتی تھی اور اب تو چودہ پندرہ برس کے لڑکے اور گیارہ بارہ برس کی لڑکی کی شادی کر دیتے ہیں۔ پھر تیس چالیس برس تک مشکل سے پہنچتے ہیں بھاڑے کے ٹٹو ہو جاتے ہیں اب کے نوجوان اگر ستر برس کو پہنچ جائیں تو شاید اٹھا بھی نہ جائے گا۔

اگر خوف خدا کی وجہ حقوق کی ادائیگی کی جائے تو اس میں کوتاہی نہیں ہوتی

فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے بڑے گھر میں کہا کہ جب میں حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا تو پھر تم کس لئے رنجیدہ رہتی ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ تم محبت سے تھوڑا ہی کرتے ہو جو کچھ کرتے ہو خدا کی طرف سے کرتے ہو۔ خدا کے خوف سے کرتے ہو میں نے ان کو جواب دیا کہ اگر محبت سے حقوق کی ادائیگی کرتا تو کسی وقت کمی بھی ممکن تھی کیونکہ محبت کم بھی ہو جاتی ہے اور جب خدا کے خوف سے کرتا ہوں تب تو تمام عمر بھی حقوق میں کوتاہی نہ کروں گا کیونکہ یہ جس کے دل میں گھس جاتا ہے تو پھر نہیں نکلتا۔ تمہیں تو اس سے خوش ہونا چاہئے بس چپ ہو گئیں انہوں نے تو مجھے چپ کرنے کے لئے کہا تھا مگر میں نے ان کو چپ کر دیا۔

جو کسی خاص خیال پر جم چکا ہو اس کی اصلاح نہیں ہوتی

فرمایا کہ خیالات میں اصلاح متردد کی ہوتی ہے اور جو کسی خاص خیال پر جزم کئے ہو اس کی نہیں ہوتی اس لئے ہم کسی کے پیچھے کیوں پڑیں جب حق واضح ہو گیا کتابیں

چھپ گئیں اب کچھ ہی ہو۔

آجکل لوگ اپنی راحت کا بھی خیال نہیں کرتے

ایک صاحب نو وارد آئے اور ہمراہ عورتوں کو بھی لائے اور آ کر حضرت والا کے دولت سرا میں اتار دیا۔ اس پر ان صاحب سے حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی جب تم سے تعارف نہیں تو ہم کیسے اپنے مکان میں اتار لیں تم کو پہلے اجازت لینا چاہئے تھی اور آنے کی غرض لکھنا چاہئیے تھا کہ اس غرض سے آنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میری بہن پر آسیب ہے اسے ہمراہ لایا ہوں تعویذ وغیرہ مل جائے والدہ بھی ہمراہ ہیں حضرت نے فرمایا کہ تعویذ تو لفافہ کے ذریعہ بھی پہنچ سکتا تھا اس کے لئے سفر کی کیا ضرورت تھی خواہ مخواہ عورتوں کو بھی تکلیف دی۔ پھر حضرت نے ان کو اپنے مکان کے علاوہ ایک جگہ بتا دی کہ اپنی سواری یہاں رکھو اور اب تعویذ بھی نہیں دوں گا کیونکہ تم بے اصول آئے ایک لفافہ میں وہاں پہنچ کر حالات لکھ دینا میں اس میں تعویذ روانہ کر دوں گا (مجمع کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) دیکھئے لوگ اپنی راحت کا بھی خیال نہیں کرتے اگر خط کے ذریعہ سے مشورہ کر لیتے تو ان کو کس قدر نفع تھا تکلیف سے بھی بچتے اور یہ خرچ بھی بچتا اور یہ عورتیں تو سفر کی ایسی شوقین ہوتی ہیں کہ ویسے ہی چل دیتی ہیں ایک مرتبہ قصبہ تیتروں سے ایک چھکڑا گنوار عورتوں کا آیا اور بے وقت آیا گھر میں اکیلی کیا کریں میں نے کہا کہ تم آٹا دال ان کے حوالے کرو یہ خود پکا پکا کر کھائیں گی گھر میں عذر کیا کہ ایسا نہ چاہتے میں نے کہا نہیں تم ایسا ہی کرو پھر انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی میں نے کہا جب تک تمہارے ساتھ تمہارے شوہر نہ آئیں گے یا ان کا دستخطی اجازت نامہ نہ آئے گا جب تک مرید نہ کروں گا۔ وہ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہی تھیں کہ گنگوہ والا مولوی تھا ترت مرید کر لیتا یہ مولوی اچھا نہیں میں نے کہا یہ دونوں باتیں بالکل سچی ہیں مگر مرید نہ کروں گا اور طرہ یہ کہ ایک شخص نے چلنے کے قبل وہیں ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس طرح جانے سے مرید نہیں کرے گا۔

عورت امرد کے معاملہ میں احتیاط کی ضرورت ہے

فرمایا کہ ایک عورت نے مجھ کو خط میں لکھا کہ مجھ کو تم سے بہت تعلق ہے میں

نے لکھا کہ یہ لفظ بازاری ہے خبردار جو آئندہ ایسا لکھا بلکہ ایسا لکھا ہوتا کہ مجھ کو عقیدت ہے اسی طرح ان کے لڑکے نے جو بے ریش تھا یہاں آنے کو لکھا میں نے ممانعت لکھ دی اس کے خاوند کو یہ معلوم ہوا تو بڑے خوش ہوئے کہ یہ ہوتی ہے اصلاح حضرت نے فرمایا کہ یہ خطرناک فرقہ ہے میں ان سے تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔

نادان جماعت سے نکل ہی جائیں تو اچھا ہے

فرمایا کہ دانا کے ہاتھ سے اگر دو پیسے ملیں تو خوشی ہوتی ہے اور نادان کے ہاتھ سے اگر روپے ملیں تو وہ خوشی نہیں ہوتی کیونکہ نادان کا اعتقاد تو خدا جانے کب ختم ہو جائے اور دانا کا اعتقاد باقی رہتا ہے نادانوں سے روپیہ تو بہت ملتا ہے مگر میں اپنے مقرر کئے ہوئے قواعد سے یہ چاہتا ہوں کہ نادان جماعت سے نکل ہی جائیں صرف عاقل اور مخلص ہی رہیں۔

میرے سوال و جواب کا منشاء حقیقت واضح کرنا ہے

فرمایا کہ ایک شخص میرے باز پرس کی نسبت کہتے تھے کہ منکر نکیر کا جواب تو آسان ہے اور اس (یعنی مرشدی مدظلہم العالی) کا جواب مشکل ہے ہمارے حضرت نے فرمایا اس نے بالکل صحیح کہا وجہ اس کی یہ ہے کہ وہاں تو سچ کہہ دیں گے اس لئے آسان ہے اور یہاں جھوٹی باتیں بناتے ہیں اور میں سچ کہلوانا چاہتا ہوں اس لئے جرح میں پھنس جاتے ہیں جیسے عدالت میں جا کر اصل معاملہ کو چھپاتے ہیں کہ مقدمہ قائم نہ ہو جائے (مگر اللہ کے فضل سے یہاں تو حقیقت ظاہر ہو ہی جاتی ہے ۱۲ جامع)

جو طبیب بد پرہیزی کو منع نہ کرے وہ خائن ہے

فرمایا کہ بعضے لوگوں کے خط شکایت میں آتے ہیں کہ تمہارے یہاں روک ٹوک بہت ہے میں کہتا ہوں کہ جو طبیب بد پرہیزی کو منع نہ کرے تو وہ خائن ہے اور اس قابل نہیں کہ اس سے علاج کرایا جائے۔

حقوق واجبہ کو ترک کر کے مستحبات میں مشغول ہونا جائز نہیں

فرمایا کہ بعض وقت قرآن شریف کا پڑھنا بھی ممنوع ہو سکتا ہے جیسے کوئی شخص

قرآن شریف یاد کرنا چاہتا ہے جو کہ مستحب ہے مگر بیوی بچوں کے لئے گذر کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو اس کو قرآن کے یاد کرنے میں وقت صرف کرنا حرام ہے کیونکہ واجب میں خلل پڑتا ہے۔ فافہم۔

خدا تعالیٰ سے صحیح تعلق ہو تو بڑے بڑے گردن جھکاتے ہیں

فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ خدا سے صحیح تعلق پیدا کرے پھر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے متکبروں اور فرعونوں کی گردنیں اس کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے مکان کے بارے میں ایک غلط حکایت پر حضرت والا کا جواب

فرمایا کہ یہاں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کا ایک مکان تھا وہ غدر میں نیلام ہو گیا پھر نیلام کرنے والوں سے بھائی نے لے لیا۔ یہاں بعض لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مجھے (یعنی مرشدی مدظلہم کو) مکان کا زرِ ثمن دیدیا ہے کیونکہ اس نے حضرت حاجی صاحبؒ کو لکھا تھا کہ تم نے میری نوکری تو چھڑا دی اب کھانے کو کہاں سے آئے تو حضرت حاجی صاحب نے یہ فرمایا کہ تم اس مکان کی قیمت اپنے صرف میں لے آؤ۔ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ شکر کا مقام ہے کہ ہمارے پیر ایسے ہیں جو مریدوں کو دین کے ساتھ روپے بھی دیتے ہیں اوروں کے پیر تو بھیک منگے ہیں مریدوں کو لوٹتے ہیں تب وہ شخص سمجھے کہ یہ روایت غلط ہے۔

طالب کو کسی مقام پر پہنچ کر بس نہ کرنا چاہیے

فرمایا کہ طالب کو کسی مقام پر پہنچ کر بس نہ کرنا چاہیے ؎

اے برادر بے نہایت در گہی ست
ہرچہ بروئے میرسی بروئے ماست

کس ندانست کہ آں یار کجا ست
ایں قدراست کہ بانگ جرسے می آید

اور یہ حال ہونا چاہیے ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

اور یوں سمجھے ۔

یابم اورایا نیابم جستجوئے مے کنم
حاصل آیدیا نیاید آرزوئے مے کنم

اور کسی کیفیت اور ثمر کا منتظر نہ رہے ۔

میل من سوئے وصال و میل او سوئے فراق
ترک کام خود گرفتم تابر آید کام دوست

پھر اگر کچھ مقصود کی طرف کامیابی ہو تو شکر بجالائے ۔

شکرللہ کہ نہ مردیم ورسیدیم ۔ بدوست
آفریں باد بریں ہمت مردانہ ما

الہام کی مخالفت سے صاحب الہام کو دنیاوی ضرر ہوسکتا ہے

فرمایا کہ الہام کی مخالفت سے بھی دنیا میں مواخذہ ہو جاتا ہے مثلاً کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے یا اور کوئی آفت آجائے مگر آخرت میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس کی مخالفت معصیت نہیں جس سے آخرت میں مواخذہ ہو اور وحی کی مخالفت سے آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو کافر و فاسق سے بھی بدتر سمجھنے کا مطلب

فرمایا اپنے آپ کو فاجر فاسق اور کافر فرنگ سے بھی بدتر سمجھے فاسق سے تو اس معنی کہ نہ معلوم اللہ تعالیٰ کو کون سی خصلت اس کی پسند آجائے جو ہم سے پوشیدہ ہے اور کافر سے بحثیت مآل کہ نہ معلوم ہمارا مآل کیا ہوگا۔

تکبر کی حقیقت اور اس کا علاج

ایک شخص نے تکبر کی حقیقت اور اس کے علاج کا سوال بذریعہ عریضہ کیا۔ تحریر فرمایا کہ تکبر کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کمال میں اپنے کو دوسروں سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ

اس کو حقیر و ذلیل سمجھے علاج یہ ہے کہ اگر یہ سمجھنا غیر اختیاری ہے تب تو اس پر ملامت نہیں بشرطیکہ اس کے مقتضی پر عمل نہیں یعنی زبان سے اپنی تفضیل اور دوسرے کی تنقیص نہ کرے دوسرے کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھنا تو بلا قصد ہوا لیکن اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا اور مستحق ملامت وعقوبت ہے اور اگر اس علاج کے ساتھ زبان سے بھی اس کی مدح وثناء کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم تو یہ اعون فی العلاج ہے۔

آنحضرت ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرنیوالے مختلف اقسام کے لوگوں کا حکم

فرمایا کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو علوم غیر متناہیہ کے قائل ہیں دوسرے وہ جو علوم متناہیہ کے قائل ہیں۔ جو لوگ علوم غیر متناہیہ کے قائل ہیں وہ نصوص قطعیہ کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے کافر ہیں۔ پس علم غیر متناہی خواص باری تعالیٰ سے ہے کہ بشر کو احاطہ اس کا محال ہے اب رہے وہ جو علوم متناہیہ کے قائل ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اس کا قائل ہو کہ آپ کو ایسا ملکہ عطا ہو گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے ہر معلوم کا ادراک کر سکتے ہیں اور اس طرح سے آپ تمام علوم متناہیہ پر قادر ہیں پھر اس ملک کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت کو بھی اس میں کچھ دخل نہیں جیسے بادشاہ کی طرف سے کلکٹر کو خاص اختیارات دیئے جاتے ہیں جس میں عزل و نصب کے درمیان ہر ہر جزئی کے لئے ان کو بادشاہ کی مشیت کی ضرورت نہیں اور مشرکین عرب کا الٰہ باطلہ کے ساتھ یہی عقیدہ تھا اس کا قائل بھی کافر ہے اور ایک وہ جو خود علوم جزئیہ کے عطاء کے قائل ہیں اور ہر علم میں مشیت کا محتاج مانتے ہیں مگر ان علوم متناہیہ کی جو حد بتلاتے ہیں اس میں نصوص کی مخالفت مع تاویل فاسد کرتے ہیں سو اس کا قائل بدعتی ہے اہل بدعت میں جو اہل علم ہیں ان کا یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اول آفرینش سے دخول جنت و دوزخ کا سب علم حاصل ہے ایک بھی منفی نہیں۔ حالانکہ صدہا نصوص اس عقیدہ کے مناقض ہیں۔

ضمیمہ ملحوظات یعنی ملفوظات

جمع کردہ

مولوی عبدالباری صاحب ندوی

اپنے ارادے ٹوٹنے سے بھی کئی فائدے ہوتے ہیں

عرض کیا کہ حضرت دنیاوی ارادے بھی اکثر ٹوٹتے رہتے ہیں اور دینی تو مشکل ہی سے کوئی پورا ہوتا ہے۔ پانچ وقت کی الٹی سیدھی نماز کے علاوہ جماعت و تہجد تک کا التزام نہیں قائم رہتا برسوں سے یہی حال ہے۔ اب ہمت بالکل ٹوٹتی جاتی ہے اور یاس کا ہجوم رہنے لگا ہے۔ دو اڑھائی سال سے یہاں حاضری اور کم از کم دو مہینے قیام کا ارادہ کر رہا اور توڑ رہا تھا یہاں تک کہ اب اس کے اظہار سے بھی شرم آتی تھی۔ اس مرتبہ عزم کیا کہ گھر نہ جاؤں گا اور حیدرآباد سے سیدھا حاضر خدمت ہوں گا ایک عریضہ میں اس کا اظہار بھی کر دیا تھا لیکن گھر سے ہمشیرہ کی علالت کی اطلاع پہنچی۔ پہلے وہاں جانا پڑا۔ دو مہینے کے ارادہ کو چالیس یوم سے بدلا۔ یہاں حاضر ہوتے اتنی تاخیر ہوئی۔ کہ چالیس یوم کی جگہ مہینہ پر رکھا اور اب اس مہینے بھر کے پورے ہونے میں بھی رخنے پڑ رہے ہیں۔

یہ صرف ایک مثال ہے اکثر امور میں یہی پیش آتا رہتا ہے۔ خارجی اسباب و موانع بھی اس کا باعث ہوتے ہیں مگر زیادہ تر خود اپنی صحت کی خرابی جس کا سلسلہ اب کم و بیش سال بھر جاری رہتا ہے۔

ارشاد۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکیم و رحیم ہیں۔ بندوں کی مصلحت کو ان سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ زیادہ عمل کی توفیق سے دیگر غوائل کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ مثلاً عجب کا (واقعاً اس ارشاد کے بعد اپنی حالت و طبیعت کا اندازہ کرتا ہوں تو عجب کا اندیشہ قوی معلوم ہوتا ہے) پھر اسی میں اللہ تعالیٰ کے تصرف و قدرت اور اپنے عجز و عبدیت کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اذکار و اشغال کی کثرت اور تمام فضائل عمل کی بڑی غایت مشاہدہ حق و استحضار ہے الحمدللہ کہ وہ اس طرح بھی حاصل ہے۔

کوتاہی کا احساس رہے تو بعد و راندگی نہیں، راندگی کی علامت تو غفلت ہے

عرض۔ خصوصیت کے ساتھ دینی امور میں ارادوں کے اس ٹوٹتے رہنے سے کبھی کبھی اپنی راندگی کا خیال آتا ہے۔

ارشاد۔ یہ خیال صحیح نہیں بعد اور راندگی کی تو علامت غفلت و بے پروائی ہے جیسا کہ اس قسم کے لوگوں میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے نہ کہ کوتاہیوں کا احساس اور صدمہ وقلق۔

ارادے ٹوٹنے پر بھی ارادہ کرتا رہے اس میں نیت کا ثواب تو ملتا ہی ہے

عرض۔ ارادوں کی اس بے بسی سے بعض اوقات جی چاہتا ہے کہ بس ارادہ کیا ہی نہ کروں لیکن اس پر بھی قدرت نہیں۔

ارشاد۔ ارادہ و نیت کا اجر تو بہرحال حاصل ہوتا ہے اس کو مفت کیوں ضائع کیا جائے۔ البتہ عمل کی کوتاہیوں پر استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ لیکن استغفار کے بعد پھر کام میں لگ جانا چاہتے ہر وقت کوتاہیوں کا مراقبہ مضر ہے۔ مایوسی و پست ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ عام طور سے کہنے کی بات نہیں۔ حضرت شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ توبہ و استغفار کے بعد معاصی کا ذہول قبول توبہ کی علامت ہے (یہ عوام کے سمجھنے کی بات نہیں) خاص کر اس زمانہ میں رجاء کا غلبہ بھی مفید ہے میں تو لوگوں کو احیاء العلوم میں کتاب الخوف کا جو حصہ ہے اس کے مطالعہ سے منع کرتا ہوں۔

ضمناً فرمایا۔ کہ اس زمانہ کے قویٰ و حالات زیادہ محنت و مشقت کے بھی متحمل نہیں۔ لوگ تربیت میں اس کی بہت کم رعایت کرتے ہیں تو بعضوں کو ذکر جہر کی بھی اجازت نہیں دیتا۔ ایک ڈپٹی صاحب تھے جن کے ذکر جہر کو ان کے شیخ نے یہاں تک بڑھا دیا تھا کہ رات رات بھر کرتے رہتے تھے۔ محلے والے سونہیں سکتے تھے پناہ مانگنے لگتے تھے۔ اس پر بھی شیخ کا حکم تھا کہ کسی کی پروا نہ کرو۔ بیچارے نے مجھ کو لکھا میں نے چند دن کے لئے نہ صرف ذکر جہر بلکہ ذکر ہی ترک کرا دیا جس سے ان کو بے حد انشراح و نفع ہوا۔

بالآخر انہوں نے مستقلاً میری طرف رجوع کی خواہش کی میں نے کہا اس میں حرج نہیں۔ اگر کسی کو اپنے شیخ سے نفع یا مناسبت نہ محسوس ہو تو دوسرے سے رجوع کر سکتا

ہے لیکن اپنے شیخ سے بدعقیدہ نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر اس کی ناراضی کا اندیشہ ہوتو دوسرے کے ساتھ تعلق کی اطلاع بھی نہ دینی چاہئے۔

خشوع کا مطلوبہ درجہ کیا ہے؟

عرض۔ نماز وغیرہ کی جو کچھ توفیق میسر ہوتی ہے اس میں بھی نہ جی لگتا ہے نہ خشوع ہوتا ہے بار بار اس کی نیت وکوشش کرتا ہوں اور ناکام رہتا ہوں۔

ارشاد۔ جی لگنا نہیں بلکہ لگانا مطلوب ہے اس پر بھی نہ لگنا مجاہدہ ومشقت کے اجر کو زائد کرنا ہے۔ خشوع کو مثال سے یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک شخص کو نہایت عمدہ کلام مجید یاد ہے اور دوسرے کو خام اس دوسرے کو نسبتاً سوچ سوچ کر اور ذرا توجہ سے پڑھنا پڑتا ہے بس خشوع مطلوب اس درجہ کی توجہ ہے۔ باقی وساوس اور خطرات کا سرے سے نہ آنا یہ صرف استغراق میں ہوتا ہے جو حال ہے نہ کہ کمال۔

ضمیمہ تمام شد

محظوظات یعنی حصہ سوم

جدید ملفوظات

سفر حج کے خرچ مانگنے پر مامون رشید سے ایک دلچسپ مکالمہ

فرمایا کہ مامون رشید سے ایک شخص سفر حج کے خرچ کا سوالی ہوا تو ماموں رشید نے کہا کہ اگر تم کو وسعت ہے تو سوال جائز نہیں اور اگر وسعت نہیں تو فرض نہیں پھر بھی سوال جائز نہیں اس نے کہا کہ میں آپ سے فتویٰ لینے نہیں آیا ہوں فتویٰ لینا ہوگا تو شہر میں اور بہت علماء ہیں میں آپ کو بادشاہ سمجھ کر مانگنے آیا ہوں۔ مسائل نہ بکھاریئے دینا ہو دے دیجئے ورنہ جواب دے دیجئے اس پر مامون رشید خاموش ہو گیا اور سفر حج کا خرچ دے دیا۔

مامون رشید کی ایک اور حکایت

فرمایا کہ ایک مرتبہ شب کے وقت مامون رشید کے پاس حضرت قاضی یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے ماموں رشید نے کسی ضرورت سے پکارا یا غلام تو غلام لیٹا ہوا تھا جھلا کر اٹھا اور بولا ہر وقت یا غلام یا غلام بس غلاموں کو مار ڈالو ذبح کر دو۔ اس پر قاضی یحییٰ بن اکثمؒ نے فرمایا کہ یا امیر المومنین یہ غلام بڑے گستاخ ہیں ان غلاموں کے اخلاق درست کیجئے۔ تو مامون رشید نے جواب دیا کہ اگر میں ان کے اخلاق درست کرتا ہوں تو میں بداخلاق ہو جاتا ہوں۔ سو ایسی مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان نالائقوں کی وجہ سے میں اپنے اخلاق خراب کروں۔

بی بی کی صحنک کی ایجاد کا راز

فرمایا کہ بی بی کی صحنک جہانگیر کی بیبیوں نے ایجاد کی ہے اور اس میں راز یہ تھا کہ نور جہاں کو اس سے زک پہنچے نور جہاں چونکہ خاندان کی حیثیت سے ان کے برابر کی نہ تھی اس لئے وہ نور جہاں کو ذلیل سمجھتی تھیں اور خوشامدانہ طریقہ پر ان سے ملی جلی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ جب یہ صحنک میں شریک ہونے لگی تو انہوں نے یہ کہا کہ یہ بی بی کی صحنک ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک ہی خاوند کیا ہے اور تم دو خصمی ہو اس وجہ سے

تم شریک نہیں ہوسکتیں یہ بیچاری شرمندہ ہو کر اٹھ گئی۔

بحرالعلوم کی شرح مثنوی کی خصوصیت اوران کی اپنی حالت

صاحب بحرالعلوم جب مدراس گئے تو لوگوں نے ان کو عالم سمجھ کر امام بنانا چاہا انہوں نے عذر کیا کہ بھائی میں معذور ہوں امام بنانے کے قابل نہیں لیکن لوگوں نے نہ مانا اور امام بنا دیا چونکہ ان پر توحید کا غلبہ تھا۔ خصوصاً مثنوی میں بہت ہی شغف تھا (ان کی شرح میں بھی یہ بات ترجیح کی ہے کہ شریعت کا زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض جگہ فن سے بعد ہو گیا ہے مگر شریعت سے کسی جگہ خروج نہیں ہوا مگر الحمدللہ میری شرح میں نہ فن سے خروج ہوا نہ شریعت سے بس تکبیر تحریمہ کے بعد ہی ان پر حالت طاری ہو گئی بجائے الحمد و سورۃ انہوں نے باآواز یوں پڑھنا شروع کیا۔

بشنواز نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

لوگوں نے یہ سنتے ہی نماز توڑ دی انہوں نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میں معذور ہوں۔

نورجہاں کی حاضر جوابی، اورشیعہ مجتہد سے ملادوپیازہ کا دلچسپ مناظرہ

فرمایا کہ ایک دفعہ ملاعبت کے وقت جہانگیر نے نورجہاں کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر یوں کہاں کہ تمہارے سینہ پر بال کیوں نہیں ہیں۔ نورجہاں نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا یہ بڑی حاضر جواب تھی۔

دردلم بس گرمئی عشق است
موئے برسینہ ام نمے روید

پھر جہانگیر نے سر پر ہاتھ رکھ کر یوں کہا برسر تو چوں روئیدہ؟ پھر اس نے فی البدیہہ یہ دوسرا شعر پڑھا۔

ایں موئے نیست برسر من بلکہ خار عشق
درپائے من خلیدہ واز سر برآمدہ

نور جہاں مذہباً شیعہ تھی اور جہانگیر کو بلطائف الحیل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اس کے لئے اس نے ایک جلسہ کیا اور اپنے یہاں ایران سے ایک مجتہد کو بلایا۔ مباحثہ کی تاریخ مقرر ہوئی مباحثہ کے لئے شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ تجویز کئے گئے یہ فکر میں تھے ملا دو پیازہ ان کے شاگرد ہیں انہوں نے جب ان کو متفکر دیکھا تو کہا کہ آپ کیوں فکر میں بیٹھے ہیں اس کام کے لئے میں حاضر ہوں۔ شیخ نے فرمایا کہ وہاں علمی مجلس ہوگی ایسے موقع پر تمہاری ظرافت کیا کام دے گی۔ ملا دو پیازہ نے کہا کہ نہیں حضرت آپ میرا نام لکھا دیجئے اس کو میں انجام دوں گا۔ جب مجلس آراستہ ہوئی تو آپ اس صورت سے تشریف لائے کہ ایک تھان تو سر سے باندھا اور ایک تھان کا شملہ ٹوکرے میں ایک آدمی کے سر پر رکھا ہوا۔ مجتہد نے پوچھا کہ یہ عمامہ کیسا تو جواب دیا کہ حضرت شملہ بمقدار علم آپ دیکھیں گے کہ میرا علم کتنا بڑا ہے۔ جب یہ مجلس کے اندر جانے لگے تو انہوں نے اپنی جوتی اٹھائی مجتہد نے کہا کہ شاہی مجلس میں جوتوں کی ایسی حفاظت یہ حرکت خلاف تہذیب ہے انہوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیعہ چور ہوتے تھے۔ یہ شیعوں کی مجلس ہے ممکن ہے کہ کوئی شیعی چرا لے مجتہد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شیعہ کہاں تھے کہا آہا میں بھولا حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں۔ مجتہد نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں کہاں تھے انہوں نے کہا کہ آہا پھر بھولا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مجتہد نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی کہاں تھے انہوں نے کہا نسیان کتنا بڑھ گیا ہے میں بھولا حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں۔ مجتہد نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کہاں تھے تاریخ بھی دیکھی ہے انہوں نے کہا کہ جب نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے نہ حضرت ابوبکرؓ، عمر و عثمانؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تو پھر یہ اب کہاں سے آگئے پھر انہوں نے مجتہد کے کان میں جا کر کہا کہ آپ اپنی بیگم صاحبہ سے میرا سلام عرض کر دیں اس پر مجتہد بہت بگڑا تو انہوں نے کہا کہ اپنی بیگم کو سلام کہنے سے تو اتنا برا مانا شرم نہیں آتی کہ ازواج مطہرات پر برملا تبرا کرتے ہو۔ مجتہد نے کہا کہ یہ فضولیات چھوڑو اب علمی مجلس ہونا چاہئے انہوں نے سوال کیا در حق سلیم چشتی چہ گوئی

مجتہد نے کہا کہ سلیم چشتی چہ گیدی خراست بادشاہ چونکہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا۔ ملا دو پیازہ نے بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا کہ جو کچھ مجتہد صاحب کہتے ہیں وہ آپ نے سنا بادشاہ کو اس جملہ پر نہایت غیظ ہوا اور حکم دیا کہ دربار سے پا بجولاں نکال دیا جائے۔ اس پر نور جہاں نے خلوت میں جہانگیر سے شکایت کی کہ میرے وطن اور مذہب کے مجتہد کی برسر دربار اس طرح بے عزتی کی جہانگیر نے کیا عمدہ جواب دیا ہے کہ جاناں بتو جاں دادم نہ کہ ایمان۔ یہ ایک عام مشہور حکایت ہے جس سے مقصود ایک ظرافت کا نقل کرنا ہے اس پر کسی تحقیق کا مدار نہیں۔

تربیت میں بصیرت کی ضرورت، اور عہد رسالت کا ایک واقعہ

فرمایا تربیت بہت ہی مشکل ہے بڑے مبصر کا کام ہے ایک واقعہ سناتا ہوں کہ ایک چور ایک شیخ سے مرید ہوگیا تھا۔ خانقاہ میں روزانہ جوتیوں کو ادل بدل کر دیا کرتا تھا۔ صبح کو اٹھ کر لوگوں کو بڑی پریشانی ہوتی تھی لوگوں نے اس کی ٹوہ لگائی تو دیکھا کہ رات کے وقت وہی چور صاحب اٹھے اور جوتیوں کو لوٹ پوٹ کرنے لگے لوگوں نے صبح کو پیر صاحب کے خدمت میں پیش کر کے شکایت کی کہ یہ روز جوتیوں کو ادل بدل کر دیتے ہیں جس سے ہم کو صبح کے وقت تلاش کرنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے پیر نے بلا کر پوچھا تو کہا کہ حضرت میں نے چوری سے توبہ کی ہیرا پھیری سے توبہ نہیں کی۔ بات یہ ہے کہ جب رات کے دو بجتے ہیں تو میرے نفس میں عادت کے موافق چوری کا تقاضا ہوتا ہے میں اس کے دفع کے لئے یہ حیلہ کرتا ہوں اور نفس کو اس سے بہلاتا ہوں کہ یہ بھی ایک صورت چوری کی ہے۔ اگر آپ مجھ سے یہ چھڑا دیں گے تو پھر میں چوری کرنے لگوں گا۔ پیر صاحب نے کہا کہ بھائی تم کو اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عورت نے توبہ (تکشف کے حصہ پنجم یعنی حقیقۃ الطریقہ میں حدیث صدوشصت وششم اور حدیث دوصد وی ہشتم کا مضمون قابل ملاحظہ ہے) کے وقت یہ عرض کیا تھا کہ حضرت مجھے ایک ادھار رونا ہے وہاں جاکر رونا ضروری ہے آپ نے اول انکار فرمایا پھر کئی بار کے بعد اجازت دے دی تھی مگر وہ عورت اس موقع پر نہیں روئی (رواہ الترمذی عن اسماء بنت یزید) لوگ

کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اجازت دی۔ بھائی کیسے اجازت نہ دیتے آپ حکیم تھے جانتے تھے کہ ممانعت کا کیا انجام ہو گا اور توسع کا کیا انجام ہو گا چنانچہ آپ نے اجازت دی تو لوٹ کر آئیں اور کہا کہ حضرت اس سے بھی توبہ ہے تجربہ یہ ہے کہ اگر کسی معاملہ میں تنگی کرو تو اس کا شوق بڑھے گا اور اگر اجازت دے دی جائے تو شوق کم ہو جائے گا تو ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر نظر فرما کر اجازت دی ہو کہ یہ خود چھوڑ دیں گی۔

ایک بونے کی حکایت

فرمایا کہ کانپور میں ایک بونے آدمی تھے نماز کی صف اول میں آ کر کھڑے ہو گئے ایک شخص جو بعد میں آئے پیچھے سے لڑکا سمجھا اور ان کے کاندھے پکڑ کر یہ کہہ کر پچھلی صف میں کھڑا کر دیا کہ یہ لونڈے صف اول کو خراب کرتے ہیں۔ انہوں نے غصہ میں نیت توڑی اور اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ باوا کی داڑھی بھی نہیں دیکھتا۔

شادی نہ کرنے پر ایک شخص کا ظریفانہ جواب

فرمایا کہ ایک بڈھے سے کسی نے پوچھا کہ شادی کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے جواب دیا کہ جوان تو مجھے پسند نہیں کرتی اور بوڑھی کو میں پسند نہیں کرتا۔ پھر کس کے ساتھ شادی کروں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذہانت وعلم کے دو واقعے

فرمایا کہ حضرت علیؓ کی ذہانت اور علم کے متعلق ایک واقعہ دیکھا کہ دو شخص سفر کر رہے تھے ایک جگہ کھانے کو بیٹھے ایک کے پاس پانچ روٹی تھیں اور ایک کے پاس تین تھیں۔ ایک راہ گیر بھی ادھر کو آ نکلا چونکہ عرب کے لوگ کریم ہوتے ہی ہیں انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ کھانے کو بٹھا لیا جب کھا کر اٹھنے لگا تو باقتضائے کرم آٹھ درھم پیش کر کے چلا گیا اور ان میں سے تین روٹی والے شخص نے کہا کہ چار چار درھم تقسیم کر لو۔ دوسرا بولا کہ نہیں میری پانچ روٹی تھیں مجھے پانچ دو اور تمہاری تین روٹی تھیں تم تین لو دوسرے کو کچھ ضد چڑھ گئی آخر دونوں یہ جھگڑا حضرت علیؓ کے اجلاس میں لے گئے آپ

نے بھی تین والے سے فرمایا کہ اس میں تیرا کیا نقصان ہے پانچ اور تین کی نسبت پر یہ راضی ہے اسی طرح کر لو اس نے کہا ہم تو انصاف چاہتے ہیں تو فرمایا کہ انصاف ہی چاہتے ہو تو ایک تم لے لو اور سات اس کو دے دو اس نے اس میں شور شغب کیا تو آپ نے فرمایا کہ آٹھ روٹی تھیں اور تین کھانے والے تو یوں سمجھو ہر شخص نے ہر روٹی میں سے ایک ایک ثلث کھایا آٹھ روٹیوں کے چوبیس حصے ہوئے اور تینوں کے حصے میں آٹھ آٹھ آئے جس میں سے تین والے نے اپنے نو حصوں میں سے آٹھ کھا لئے اور ایک بچا اور پانچ والے کے پندرہ حصے ہوئے جس میں سے اس نے اپنے آٹھ کھا لئے تو سات بچے پس درہم اسی کی نسبت سے تقسیم ہوں گے ایک اور واقعہ ہے کہ تین شخصوں کے اونٹ مشترک تھے (نہ معلوم کس وجہ سے اس خاص نسبت سے اشتراک ہوا کہ) ایک تو آدھے کا اور دوسرا ثلث کا اور تیسرا نویں حصے کا شریک تھا اور سترہ اونٹ تھے وہ آپس میں تقسیم نہ ہوتے تھے۔ فیصلے کے لئے حضرت علیؓ کے پاس آئے آپ نے غلام سے فرمایا کہ ہمارے اصطبل میں سے ایک اونٹ لے آؤ اور ان سے پوچھا کہ اگر ہم اٹھارہ میں سے اسی نسبت سے حصے دے دیں تو راضی ہو انہوں نے خوشی سے قبول کر لیا۔ کیونکہ ہر ایک کو زیادہ ملتا تھا۔ مثلاً سترہ میں سے آدھا ساڑھے آٹھ ملتے اور اب نو ملیں گے وعلی ہذا آپ نے آدھے والے سے کہا نو لے جاؤ اور ثلث والے سے کہا کہ چھ لے جاؤ اور نویں والے سے کہا کہ دو لے جاؤ اور غلام سے کہا کہ ہمارا اونٹ اصطبل میں باندھ دو۔ یہ حساب کسر کا ہے مگر یہ وہ حضرات تھے نہ کہیں سلیٹ قلم لے کر بیٹھے اور نہ مدرسوں میں پڑھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوت فصاحت کا واقعہ

فرمایا کہ حضرت علیؓ کی مجلس میں ایک مرتبہ تذکرہ تھا کہ سب حروف میں زیادہ کثیر الدور حرف الف ہے اس پر سب کا اتفاق ہوا اور اس پر بالاتفاق ہی یہ تفریع بھی کی گئی کہ کوئی طویل کلام الف سے خالی نہیں ہو سکتا۔ جب سب کا اجماع ہو گیا تو حضرت علیؓ نے اس میں اختلاف فرمایا اور فی البدیہہ ایک طویل خطبہ لکھوایا اس میں الف کا نام نہیں نہایت فصیح و بلیغ ہے کتاب مطالب السؤل میں یہ خطبہ موجود ہے۔

فیضی کی تفسیر سواطع الالہام کیلئے حضرت مجدد صاحب کی دعا

فرمایا کہ فیضی نے بے نقط تفسیر عربی میں لکھنے کا التزام کیا تھا مگر تھوڑی دور چل کر پھر طبیعت نہ چلی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے دعا فرمادی اس دن سے پھر طبیعت نہیں رکی اس میں مکہ کو ام رحم اور مدینہ کو مصر الرسول لکھا ہے۔ معانی کو الفاظ کا تابع بنایا ہے اس میں فصاحت و بلاغت نہیں ہے۔

مولانا محمد مظہر صاحب کی حاضر جوابی کا قصہ

فرمایا کہ مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی مدرس مظاہر علوم سہارنپور بڑے ظریف تھے ایک مسخرے نے کہا کہ میں ان کو لاجواب کروں گا۔ آکر سوال کیا کہ اگر لونڈے کو اس نیت سے گھورے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا عجیب بنایا ہے تو کیسا ہے فرمایا کہ جہاں سے تو نکلا ہے اسے دیکھ اس میں خدا کی زیادہ عجیب صنعت ظاہر ہوتی ہے کہ اتنی چھوٹی جگہ سے تو اتنا بڑا نکل آیا۔

مولانا محمد مظہر صاحب کا ایک طالب علم کے اشکال پر جواب

فرمایا کہ ان ہی مولانا کا ایک واقعہ ہے حدیث میں جو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ کے شملہ کو بین الکتفین چھوڑتے تھے۔ ایک طالب علم نے شملہ کو آگے سینہ پر ڈال کر کہا کہ بین الکتفین اس طرح بھی تو ہو سکتا ہے۔ مولانا نے فوراً اس کی پگڑی گھما کر اور شملہ بالکل ناک کے سامنے لٹکا کر فرمایا کہ بین الکتفین یوں بھی تو ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حدیث و قرآن میں ایسے احتمالات غیر ظاہرہ کا اعتبار نہیں۔

فضول احتمال لائق توجہ نہیں

فرمایا کہ ان ہی مولانا سے ایک طالب علم نے درس میں پوچھا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ غروب و طلوع شمس کے وقت نماز ممنوع ہے کیونکہ طلوع و غروب شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا ہے سو غروب کے وقت تو یہ امر معقول ہے کہ سجدہ سینگوں کے سامنے ہو گا لیکن طلوع کے وقت تو پیچھے ہو گا اس میں کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ اس وقت یہ ڈر ہے کہ کہیں پیچھے سے سینگ نہ اڑا دے۔

تھانہ بھون کے ایک نیم شاعر کا قصہ

فرمایا کہ ہمارے تھانہ بھون میں ایک شاعر تھے ان کا شعر ہے۔

بلبلیں شور مچاتی ہیں تھانہ بھیم کی
پیدا ہوا تھا ہما قسمت ہوں لایا بوم کی

ان کا ایک مصرعہ چھوٹا ایک بڑا ہوتا تھا کسی نے کہا تو جواب دیا کہ یہ تو اساتذہ کے کلام میں ہے اور یوسف زلیخا کا اول کا شعر اس طرح پڑھا کہ ایک مصرعہ کو تو خوب کھینچ کر پڑھا اور دوسرے مصرعہ کو جلدی سے پڑھ دیا کہ دیکھو پہلا مصرعہ کتنا بڑا دوسرا کتنا چھوٹا اور ایک اور مہمل شاعر تھے انہوں نے ایک دیوان لکھا تھا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو ضاد کی ردیف نہ تھی لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے کیا تماشا کیا کہ دیوان میں سے ایک غزل منتخب کر کے اس کے سب شعروں کے آگے لفظ مقراض لکھ دیا کہ اب ایک غزل ضاد کی بھی ہوگئی۔ یہی صاحب مجھ سے مشورہ لینے آئے کہ میرا ارادہ دیوان چھپوانے کا ہے میں نے کہا ضرور چھپواؤ مگر اپنی سکونت دہلی کی لکھ دینا وہاں کی زبان مستند ہے تھانہ بھون کی مستند نہیں۔ بس خوش ہو گئے اور میرا مطلب یہ تھا کہ دہلی میں تو بڑے بڑے عقلاء اور اہل کمال مشہور ہیں وہاں ایک احمق بھی ہوا تو دہلی بدنام نہیں ہو سکتی اور تھانہ بھون بدنام ہو جائے گا۔

ایک منطقی عالم کا قصہ

فرمایا کہ کانپور کے ایک مدرسہ میں ایک مدرس صاحب بڑے معقولی تھے مگر سیدھے بہت تھے ان کا لڑکا بیمار ہوا تو ایک طالب علم نے جس کی دوسرے طالب علم سے چشمک تھی اس کے متعلق مولوی صاحب سے بیان کیا کہ میرے خواب میں ایک بزرگ آئے اور کہا کہ مولوی صاحب بیماری کے خیال میں رہیں گے یہ بیمار نہیں فلاں طالب علم (وہی دوسرا طالب علم) جن ہے اس کے تصرف واثر سے یہ بیمار ہے۔ مولوی صاحب نے اسے بلا کر فرمایا کہ بھائی ہم نے کونسا قصور کیا ہے جو ہمارے بچہ کو تکلیف دیتے ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت میں نے کیا تکلیف دی۔ فرمایا تم جن ہو اور تمہارے اثر سے یہ بیمار

ہے۔ وہ بڑا پریشان ہوا کہ حضرت میں جن ہوں فرمایا ہاں۔ اس نے کہا میرے وطن سے میرے باپ کا نام و نشان حلیہ صورت تحقیق کر لیجئے۔ فرمایا ممکن ہے وہاں کوئی غلام حسین ہو اور تم اس کی شکل میں آئے ہو۔ وہ بیچارا حیران رہ گیا اور اس کا یہ اثر ہوا کہ پھر مولوی صاحب اس سے ڈرنے لگے۔

ایک بدعتی صوفی کے احترام شریعت کا واقعہ

فرمایا کہ ایک مزار کے سجادہ نشین ایک مرتبہ ہاتھی پر ٹھسکہ پہنچے اور ساتھ ہی ہارمونیم بجتا ہوا تھا (وہاں شاہ بھیک صاحب کا مزار ہے) وہاں کے سجادہ صاحب ان کے استقبال کو آئے۔ کیونکہ یہ بڑے دربار کے سجادہ نشین تھے مگر یہ حالت دیکھی تو کہا کہ ہم بھی گانا سنتے ہیں مگر وہ سنتے ہیں جو بزرگ سنتے تھے پھر ان کو خانقاہ کے اندر بھی ٹھہرنے کی اجازت نہ دی کہیں باہر ٹھہرایا۔ ہمارے قریب کے ایک سجادہ نشین ہیں جو اپنے بزرگوں کے طریق پر ہیں چہرہ پر ریاضت کا نور ہے مسکین متواضع ہیں ایک دفعہ میں اس مقام پر گیا ہوا تھا۔ یہ بھی میرے پاس ملنے آئے مجھ کو دو چار جگہ حسب وعدہ جانا تھا مگر ان کی خاطر سے تھوڑی دیر کے لئے رک گیا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر ان سے اجازت چاہی کہ مجھے چند مستورات نے اپنے اپنے گھر بلایا ہے میں اب جاؤں گا کہا کیا حرج ہے میں بھی ہمراہ چلتا ہوں تسبیح ہاتھ میں تھی کپڑے بھی رنگے ہوئے تھے میں نے راستہ میں ہر چند چاہا کہ برابر چلیں مگر پیچھے پیچھے چلتے تھے اور ان کے معتقدین بھی ان کے ہمراہ تھے بزرگوں کی وضع کو بہت نبھاتے ہیں۔

ایک دفعہ گنگوہ میں میرے ایک وعظ پر جس میں مغازف و مزامیر کی مذمت تھی ایک اوچھے شاہ صاحب سے بگڑ گئے اس جلسہ میں دو مشہور بدعتی مشائخ بھی تھے۔ انہوں نے ان کو ڈانٹا کہ گو ہم مبتلا ہیں مگر برا سمجھتے ہیں اور علماء جو کچھ کہتے ہیں حق ہے اور بھائی شریعت تو وہ چیز ہے کہ منصور نے اس کے سامنے گردن جھکا دی پھر ہمارے حضرت نے فرمایا۔ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اعتقاد کی ایک عادت کی یہاں اکثر لوگ دوسری قسم بدعت میں مبتلا ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی تمنا

فرمایا کہ حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت سنی ہے کہ آپ کی تمنا تھی کہ میرا انتقال سماع سننے کی حالت میں ہو چنانچہ آپ کا اس شعر پر وصال ہوا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں ازغیب جانے دیگراست

ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میری سمجھ میں اس کی وجہ یہ آئی ہے کہ سماع کے وقت جوش محبت کا ہوتا ہے وہ چاہتے تھے کہ ایسے وقت دم نکلے جس وقت محبت کا خوب جوش ہو اور عشاق کے لئے سماع کا مہیج محبت ہونا ظاہر ہے اور محبت کی حالت میں وفات کی فضیلت کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقائہ ومن کرہ لقاء اللّٰہ کرہ اللّٰہ لقائہ۔

ذوقی تحقیق تو یہ ہے لیکن جب انتظام شریعت میں خلل آنے لگتا ہے تو یوں کہا کرتا ہوں کہ یہ کوئی کمال کی دلیل نہیں جیسا کہ اجمیر میں ایک بزرگ کی بحالت سماع وفات ہو جانے پر جہلا نے غل مچایا تھا اور اس کو دلیل مقبولیت سماع کی ٹھہرایا تھا میں نے جواب دیا تھا کہ بعض اوقات قلب کی کمزوری سے بھی ایسا ہو جاتا ہے اس لئے یہ کوئی مقبولیت کی دلیل نہیں جیسا کہ سہارنپور میں ایک بڈھا تھا اسے بازاری عورتوں کے یہاں جانے کی علت تھی ایک دفعہ وہ کسی بازاری عورت سے جماع میں مشغول ہوا تو اس کی لذت کی برداشت نہ کر سکا اور عین جماع میں مر گیا (نعوذ باللہ) تو کیا موت کا یہ سبب بھی مقبول ہو گیا۔

ایک مجسٹریٹ کا خودکشی کے کیس میں عجیب فیصلہ

فرمایا کہ رڑکی میں ایک خان صاحب تھے ایک دن آپس میں میاں بیوی میں کسی بات پر کچھ تکرار ہو گئی جب خان صاحب باہر گئے بیوی بچوں کو ایک مکان میں بند کر کے اور باہر کی کنڈی لگا کر خود کنوئیں میں گر گئی جب وہ باہر سے آئے تو گھر خالی۔ مگر کچھ بچوں کی آہٹ معلوم ہوئی تو بچوں کو کنڈی کھول کر نکالا اور پوچھا تمہاری ماں کہاں ہے کہا

ہم کو تو کچھ خبر نہیں لیکن جب ہم کو بند کر دیا ہے تو کچھ گرنے کی آواز کنوئیں میں آئی تھی۔ بچوں کے اس کہنے پر وہ کنوئیں میں دیکھنے لگے تو بیوی صاحبہ پانی کے اوپر تشریف فرما ہیں۔(نہ معلوم کیسے مرنے سے بچ گئی) ان کو نکالا۔ پولیس کو اطلاع ہوئی اس نے چالان کر دیا۔ مجسٹریٹ کے یہاں مقدمہ گیا اقدام قتل کی دفعہ لگی عدالت میں پہچاننے کے لئے منہ کھولنے کو کہا گیا تو اس نے انکار کیا میرے چھوٹے بھائی پیشی میں تھے۔ان کو رحم آیا اور انہوں نے کہہ دیا کہ ہاں یہی ہے میں جانتا ہوں۔ اب عدالت نے اظہار لینا شروع کیا اس نے کہا کہ میرے بھائی کے مرنے کی خبر آئی تھی اس وجہ سے میرے حواس جاتے رہے تھے اس مدہوشی میں گر گئی۔ عدالت نے جرح کی کہ پھر تم کو بچے بند کرنے کا ہوش کیسے رہا۔ لاجواب ہو گئیں اور جرم قائم ہو گیا مگر مجسٹریٹ نے خیر جب فیصلہ لکھنا چاہا تو روئداد لکھ کر بڑی دیر تک سکوت کے عالم میں رہا پھر لکھنا شروع کیا تو عجیب فیصلہ لکھا کہ آج میرے اجلاس میں ایک عجیب قسم کا مقدمہ درپیش ہے اور مجرم قاعدہ سے مستحق سزا بھی ہے مگر یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا سزا دوں کیونکہ سزا تین قسم کی ہو سکتی ہے۔ قید یا جرمانہ یا ضرب بید۔ لیکن ہر سزا میں موانع موجود ہیں۔ اولاً سزائے قید تو یوں نہیں ہو سکتی کہ اس کا بچوں کا ساتھ ہے اگر بچے بھی قید میں ہمراہ گئے تو وہ بے گناہ ہیں ان کی قید کی کیا وجہ اور اگر ماں سے علیحدہ کیا گیا تو ان کو روحانی تکلیف ہو گی جو قید سے بھی زیادہ ہے ثانیاً جرمانہ کی سزا یوں نہیں ہو سکتی ہے کہ ہندوستان میں عموماً عورتوں کے پاس مال نہیں ہوتا تو وہ جرمانہ اس کے خاوند کو دینا پڑے گا جو کہ بے قصور ہے اس سے جرمانہ لینے کے کوئی معنی نہیں ثالثاً ضرب بید کی سزا یوں نہیں ہو سکتی کہ وہ اس کی متحمل نہیں ہو سکتی اس لئے حیران ہوں کہ کیا سزا دوں لیکن غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے۔ غور کے قابل یہ بات ہے کہ سزا کی غایت کیا ہوتی ہے ظاہر ہے وہ غایت یہی ہے کہ آئندہ اس فعل سے باز رہے تو یہ غایت اگر بدون سزا ہی حاصل ہو جائے تو پھر سزا کی حاجت نہیں سو یہ یقینی بات ہے کہ اس نے جس وقت اپنے کو کنویں میں دیکھا ہو گا یہ غایت تو اس کو وہیں حاصل ہو گئی تھی اس لئے مقدمہ خارج ہو کر داخل دفتر ہو۔

مولوی محمد حسین عظیم آبادی کی موت کا عجیب واقعہ

فرمایا کہ لکھنو میں مولوی محمد حسین صاحب عظیم آبادی مرحوم سے جو میرے خاص احباب میں تھے ایک شخص نے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ کی موت کی نسبت پوچھا کہ ان کی موت جو سماع میں ہوئی ہے کیسی ہے انہوں نے کہا کہ بھائی ہم بزرگوں کے معاملات کو کیا جانیں ہاں اتنا ضرور کہتے ہیں کہ اگر ایسی حالت پر موت ہوتی جو ظاہراً بھی سنت کے موافق ہوتی تو اچھا تھا اس شخص نے کہا کہ مولویوں کی یہاں بجز اعتراض کے کچھ نہیں لیکن آج تک کسی مولوی نے بھی مر کے تو نہ دکھایا کہا بھائی اول تو موت اختیاری نہیں دوسرے اللہ کے بندے مر کر بھی دکھلا دیتے ہیں خیر وہ مجلس تو ختم ہوگئی اس کو دو تین دن ہی گزرے ہوں گے کہ ایک روز یہ مولوی صاحب ندوہ سے کہ وہاں ملازم تھے عصر کے وقت گھر آئے (ان کا لڑکا حفظ کرتا تھا بیچاروں کی تمنا مولوی کرانے کی تھی) گھر میں آ کر لڑکے کو بلایا اور ایک کمرہ میں بیٹھ کر لڑکے سے کہا کہ قرآن شریف سناؤ (اسی دوران میں مولوی صاحب کی بیوی بھی آ گئی تو بیوی سے فرمایا کہ کیسی گندی پھر رہی ہو غسل کر کے کپڑے بدل کر آؤ وہ چلی گئیں) لڑکے نے قرآن شریف سنانا شروع کیا۔ سجدہ کی آیت آ گئی۔ مولوی صاحب نے فرش پر سجدہ کیا اور اسی حالت میں جاں بحق تسلیم ہو گئے کسی قسم کی بیماری نہ تھی ہاں اختلاج القلب کا مرض ضرور تھا مگر اس وقت وہ بھی نہ تھا بالکل اچھی حالت تھی جب اسی حالت پر بہت دیر ہوگئی تو لڑکے نے ماں کو آواز دی انہوں نے آ کر ہلایا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ تمام رات رکھا فصد بھی لی گئی۔ فصد نے خون بھی دیا مگر مر ہی گئے تھے جن لوگوں کو وہ واقعہ یاد تھا انہوں نے اس وقت کہا کہ انہوں نے تو تین چار روز ہوئے کہا ہی تھا کہ اللہ والے مر کر بھی دکھلا دیتے ہیں وہی کر کے دکھلا دیا واقعی سچ کہتے تھے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مگر ان بیچاروں کی اس قدر شہرت نہ ہوئی جس قدر مولانا محمد حسین الہ آبادی کی ہوئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تحریر فرمودہ کلام پاک سے مذہب اہل سنت کی حقانیت کا ثبوت

فرمایا کہ جلال آباد میں جو جبہ شریف مشہور ہے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلایا جاتا ہے) اور ایک قرآن شریف ہے (جو حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا بتلایا جاتا ہے) جھنجانہ میں ایک شیعی رئیس کے یہاں اس کی زیارت ہوئی مگر وہ رئیس جس قدر قرآن شریف کی طرف التفات کرتے تھے جبہ کی طرف نہ کرتے تھے۔ ایک شوخ مزاج نوجوان سنی نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا بیوقوف تو کیا جانے کہ یہ حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ میرے جی کو تو نہیں لگتا کہنے لگے تم بداعتقاد ہو یہ ضرور آپ ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جب خوب جزم کے ساتھ اقرار کرالیا تو کہنے لگے کہ بس تو آج بڑے اختلاف کا فیصلہ ہو گیا یہ تو حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ہی اب اس قرآن شریف کو دیکھ لیجئے کہ سنیوں کے قرآن سے ملتا ہے یا نہیں اگر ملتا ہے تو سنیوں کا مذہب حق ہے اور شیعوں کا دعویٰ کہ اس قرآن میں تحریف ہو گئی ہے غلط ہے اور اگر اس سے نہیں ملتا تو شیعوں کا مذہب حق ہے۔ یہ سن کر ان کا رنگ فق ہو گیا اور کھسیانا ہو کر کہنے لگا تم بڑے شریر ہو اور چپ ہو گیا۔

استہزاء شریعت کفر ہے

فرمایا کہ ایک شخص نے کسی کی بکری چرائی تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ یہاں بکری دے دو ورنہ بکری قیامت میں خود گواہی دے گی کہ مجھے چرایا تھا کہا جب شہادت دینے آئے گی تو اسی وقت اس کے کان پکڑ کر اس کے حوالے کر دوں گا ایسے ہی ایک اور سے کسی فعل پر کہا کہ ایسا نہ کرو قیامت میں پکڑے جاؤ گے کہا اتنے آدمیوں میں ملوں گا ہی نہیں ایک عالم نے سوال کیا کہ یہ کلمات کیسے ہیں ارشاد فرمایا یہ استہزاء ہے شریعت کے ساتھ جو کفر ہے گو تکذیب کا خیال نہ ہو مگر استخفاف تو ضرور ہے۔

مقتداء ہونے کے لئے بڑوں کی سند ضروری ہے محض ذہانت کافی نہیں

فرمایا مولانا تفضل حق صاحب کے شاگردوں میں ایک مولوی سراج الدین

صاحب تھے جو ایسے ذہین اور تیز طبع تھے کہ قطبی پڑھنے کے زمانہ میں جس استاد کے پاس پڑھتے اسے بند کر دیتے تھے۔ دہلی لکھنو بڑے بڑے اساتذہ کے پاس پہنچے۔ جب وہ تقریر کرتے تو کہتے کہ یہ تو میں نے بھی مطالعہ میں نکال لیا تھا پھر جو وہ سوال کرتے استاد کو جواب دینا مشکل ہو جاتا تھا۔ لکھنو میں ایک پرانے عالم تھے انہوں نے ان سے کہا کہ صاحبزادے میں تمہاری خیر خواہی کی ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ تمہاری ذہانت میں تو شک نہیں لیکن اگر تمہاری ایسی ہی حالت اساتذہ کو بند کرانے کی رہی تو تمہاری کتابیں ختم نہ ہوں گی بس لونڈے کے لونڈے ہی رہو گے اور قطبی تک ہی تحصیل رہے گی اس سے آگے نہ بڑھ سکو گے ہم تمہیں خیر خواہی سے رائے دیتے ہیں کہ تم ہمارے سامنے ایک مرتبہ سب کتابوں کو بلا تحقیق و تشکیک نکال لو کہ ہم تم کو سند دے دیں مقتدا بدون اس کے نہ بن سکو گے۔ رہے اعتراض وہ تو تم بعد میں بھی نکال سکتے ہو ان کو پھر نکالتے رہنا انہوں نے خوش ہو کر یہ عادت چھوڑ دی اور دعا دی بعد میں اچھے عالم ہوئے۔

ایک عرب کے اردو بولنے کی کیفیت

فرمایا کہ مولوی رحمت اللہ صاحب سے مکہ میں ایک عرب کہنے لگے کہ ہندوستانی قرآن شریف بہت غلط پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ عرب والے جس قدر اردو غلط بولتے ہیں ہندوستانی اس قدر قرآن شریف غلط نہیں پڑھتے انہوں نے کہا نہیں مولوی صاحب نے فرمایا اچھا کھوٹو انہوں نے کہا تو پھر کھوٹا کہا تا مولوی صاحب نے فرمایا دیکھ لو ابھی امتحان ہو گیا۔

عالم ربانی کا ادب کرنے پر مغفرت کا واقعہ

فرمایا کہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کسی نہر پر وضو کرنے بیٹھے اور ان سے قبل اوپر کی طرف ایک اور شخص وضو کر رہا تھا وہ ادبا امام صاحب کے پائیں میں جا کر بیٹھ گیا کسی شخص نے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا پوچھا کیا حال ہے کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر مغفرت فرمائی کہ ایک روز میں نہر پر وضو کر رہا تھا اور میرے پائیں میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وضو فرمانے لگے جس سے میرے وضو کا پانی انکی طرف جاتا

تھا میں ادباً وہاں سے ہٹ کر ان کے پائیں بیٹھ کر وضو کرنے لگا جب خدا تعالیٰ کے سامنے میری پیشی ہوئی تو حکم ہو گیا کہ جا ہم نے تجھ کو محض اس بات پر بخش دیا کہ تو نے ہمارے ایک مقبول بندہ کا احترام کیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جب ایسے بہانوں سے مغفرت ہو جاتی ہے تو اب کسی کو کیا حقیر سمجھے میرے خیال میں عذاب اس شخص کو ہو گا جو کسی طرح پیچھے ہی نہیں اور خود چاہے کہ مجھے عذاب ہو اس کا تو کوئی علاج ہی نہیں ورنہ حق تبارک و تعالیٰ کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈھتی ہے۔

رحمت حق بہانہ مے جوید
رحمت حق بہائی جوید

صاحبو۔ وہاں ذرا ذرا سی بات پر مغفرت ہو جائے گی (اس پر احقر جامع کا ایک شعر ہے۔ (جامع)

میں کیسے مان لوں کہ معذب کرو گے تم
تم کو تو اپنے بندوں پہ بے حد پیار ہے

دل کی حالت کسی کو معلوم نہیں ہوتی

فرمایا کہ ایک شخص مجھ سے بیان کرتے تھے کہ گوالیار کی فوج میں ایک شخص داڑھی منڈاتا تھا۔ لوگ ہر چند اسے ملامت کرتے لیکن باز نہ آتا تھا اس کے بعد اتفاقاً راجہ نے قانون نافذ کر دیا کہ فوجی آدمی سب داڑھی منڈایا کریں اس پر لوگوں نے اس سے کہا کہ بھائی خوش ہو جا ہم تو تجھے ملامت کیا کرتے تھے اب سب کو تجھ جیسے ہی ہونے کا حکم ہو گیا اس نے کہا کہ کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ قانون ہو گیا۔ اس نے کہا کہ پہلے تو میں شرارت نفس کی وجہ سے ایسا کرتا تھا اب ایک کافر راجہ کا حکم ہے اس کے حکم سے شرع کو نہ چھوڑوں گا اور داڑھی نہ منڈواؤں گا گھاس کھود کر یا اور کسی ذریعہ سے گزر کر لوں گا چنانچہ اس نے فوراً نوکری چھوڑ دی اور جو لوگ اس پر ملامت کرتے تھے انہوں نے سب نے داڑھی منڈائی (حدیثوں میں ہے کہ اگر کوئی شماتت سے کسی کے فعل پر نکیر کرے تو جب تک وہ شخص اس میں مبتلا نہ ہو گا وہ اس وقت تک نہ مرے گا) اب اس کے قلب

کی حالت کے معلوم تھی حق تعالیٰ زیادہ قلب ہی دیکھتے ہیں۔

گنہ آمرز رندان قدح خوار
بطاعت گیر پیران ریا کار

ایک آزاد طبیعت آدمی کا رحمت الٰہی پر اعتقاد

فرمایا کہ کانپور میں ایک صاحب جو ماہرہ کے رہنے والے اور ایک انگریز بیرسٹر کے محرر اور بہت اچھے آدمی تھے مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ہمارے یہاں ایک ایسا شخص تھا کہ دنیا میں کوئی عیب نہ ہوگا جو اس میں نہ ہو لوگ اسے جب ملامت کرتے تو کہتا میاں تمہیں کیا ہم جانیں اور ہمارے اللہ میاں (خدا) جانیں۔ اسی حال میں اسے مدت گزر گئی (اب ہدایت کا وقت آتا ہے) ایک دن بیٹھے بیٹھے اس پر وارد ہوا اور کہنے لگا کہ میرا کیا حال ہوگا اور یہ کہہ کر گریہ طاری ہوا رونے کی یہ حالت تھی کہ بار بار ہچکی بندھ جاتی تھی دو تین دن برابر ایسے ہی روتا رہا نہ کچھ کھایا نہ پیا نماز تو پڑھ لیتا تھا اور کچھ نہیں بس جیسے کلیجہ پھٹ جائے گا کہتے ہیں وہ پھٹ گیا اور روتے روتے ہی مر گیا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بھلا اس شخص کے شہید اکبر ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے (جامع کہتا ہے سچ ہے)

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر
غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر
سب سے ربط آشنائی ہے اسے
دل میں ہر ایک کے رسائی ہے اسے
زوجہ فرعون ہووے طاہرہ
اہلیہ لوط نبی ہو کافرہ
زادہ آزر خلیل اللہ ہو
اور کنعاں نوح کا گمراہ ہو
کچھ نہیں دم مارنے کا یہ مقام
پہنچے اس نکتہ کو کب فہم عوام

داڑھی چڑھانے اورداڑھی منڈانے والے دوشخصوں کی حکایت

فرمایا کہ ایک صاحب بیان کرتے تھے اور اودھ میں ایک خان صاحب تھے جو بڑے بانکے اور داڑھی چڑھائے رکھتے تھے اور پوری پوری چھلے اور مہندی سے بھرے ہوئے جب کوئی ان سے کہتا کہ خان صاحب بڑھاپے میں توبہ کرلو۔ تو کہتے توبہ کر کے کیا ہوگا۔ لوگوں نے کہا جنت ملے گی کہتے جنت کے لئے اتنی مشقت میاں جب وقت ہوگا تو تلوار کا ایک ہاتھ ادھر اور ایک ہاتھ ادھر بس کائی سی پھٹ جائے گی اور جنت میں جا کھڑے ہوں گے جب مولوی امیر علی صاحب کا واقعہ ہوا عین میدان میں ان خان صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ خدا مجھ گنہگار کو بھی قبول کرسکتا ہے۔ فرمایا کیوں نہیں بس خان صاحب اسی میدان میں شریک جنگ ہوئے اور کئی کافروں کو مار کر خود شہید ہو گئے (اس پر خواجہ عزیز الحسن صاحب نے فرمایا کہ حکیم مصطفیٰ صاحب مجھ سے بیان فرماتے تھے کہ ایک تحصیلدار صاحب جو داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے شکار میں کسی کی گولی سے مر گئے۔ مرنے کے وقت کہنے لگے بڑے شرم کی بات ہے کہ خدا کے سامنے یہ صورت لے کر کیسے جاؤں فوراً انہوں نے قینچی منگائی۔ اور مونچھیں ترشوائی اور کہا کہ داڑھی کا بڑھانا تو میرے اختیار میں نہیں ہے مگر مونچھیں تراشنا تو اختیار میں ہے (جامع)

ایک مقبول بندے کاواقعہ

فرمایا کہ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی میں تیرے کسی مقبول بندہ کو دیکھنا چاہتا ہوں حکم ہوا کہ فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں تم کو ایک شخص ملے گا اسے جا کر پورا سلام کرنا بموجب ارشاد باری تعالیٰ کے وہ بزرگ وہاں پہنچے اور جا کر پورا سلام کیا۔ یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ سلام سن کر اس شخص کا دم نکل گیا ان بزرگ کو حیرت ہوئی اور جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ اس شخص کو یہ معلوم تھا کہ میرے سوا اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں جانتا جب اسے دوسرے کا معلوم ہونا معلوم ہوا تو برداشت نہ کرسکا۔

باسا یہ ترانئے پسندم
عشق است و ہزار بدگمانی

حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک قصہ

فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ رات کو تہجد کے بعد ذکر میں مشغول تھے کہ یکایک وحشت ہوئی ہر چند دل کو بہلایا مگر کسی صورت دل نہ لگا اور یہ سمجھے کہ شاید ہجوم خلق سے یہ بات پیدا ہوگئی ہے پہاڑی کی طرف چل دیئے کہ شاید یہاں انبساط ہو جائے جس وقت پہاڑ پر پہنچے تو وہاں ایک غار میں ایک عابد کو مشغول عبادت پایا وہ ان کو دیکھ کر خوش ہوا اور نام لے کر سلام کیا نام لینے پر ان کو حیرت ہوئی پھر اس نے ایک مسئلہ تصوف کا دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا اس نے جواب سن کر اپنے نفس سے کہا اب بھی سن لیا تو کہتا تھا کہ جنید ہی سے سنوں گا جنید کہے گا تو مانوں گا۔ جو میں کہتا تھا جنید نے بھی وہی کہا ہمارے حضرت نے سن کر فرمایا کہ یہ مستفتی صاحب بھی اچھے بہت تھے کہ مفتی کو اپنے گھر بلایا خود نہ گئے۔ یہاں تو جنید کو یاد کیا اور وہاں جنید کے کھلبلی پڑی۔

حضرت سمنون محبؒ کا واقعہ

فرمایا کہ سمنون محبّ میں عشق کا غلبہ تھا۔ ایک دفعہ ان کے منہ سے یہ شعر نکلا۔

فليس لى فى ماسواك حظ
فكيف ماشئت فاختبرنى

مغلوب الحال پر بھی کبھی مواخذہ ہو جاتا ہے کیونکہ اتنا غلبہ نہیں ہوتا جو روک نہ سکیں اگر اپنے آپ کو روکنا چاہیں تو روک سکتے ہیں۔ چنانچہ ان پر یہ مواخذہ ہوا کہ پیشاب بند ہوگیا جس سے سخت اذیت ناقابل تحمل ہوگئی۔ دعا کا قصد کیا لیکن ڈرے کہ ناخوش نہ ہوں کہ دعویٰ کے خلاف دعا کیسی (اہل اللہ کے معاملے ہی جداگانہ ہوتے ہیں) حق تعالیٰ بھی چاہتے تھے کہ وہ دعا کریں (جامع کہتا ہے ظاہر میں گو خفا ہیں مگر دل میں پیار ہے) لیکن چونکہ ان سے روٹھے ہوئے تھے اس لئے ان کو الہام نہیں فرمایا۔ ایک فرشتہ کو بھیجا۔

اے خدا قربان احسانت شوم
ایں چہ احسان است قربانت شوم

مجھ سے پیہم سرکشی ہوتی رہی۔ تجھ سے بندہ پروری ہوتی رہی جامع) کہ ان کی صورت میں شفاء کی دعا کرے تاکہ ان کے مرید سن کر ان سے کہیں فرشتہ نے ان کی ہی زبان میں آکر دعا کی مرید نے سن کر حضرت سمنون ہی سے کہا کہ رات حضرت دعا کر رہے تھے فرمایا نہیں پھر سمجھے کہ ان کی ہی مرضی ہے کہ اب دعا کرو چنانچہ مکتبوں میں پہنچے اور بچوں سے کہا کہ ادعوا لعمکم کذاب کیا دلفریب طریقہ اختیار کیا پھر اللہ کا فضل ہو گیا اور پیشاب کھل گیا میں ظاہر پرستوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم ان حضرات کے بارے میں دخل نہ دیا کرو۔

در نیا بد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

الہام کی شرعی حیثیت اور ایک واقعہ

فرمایا کہ ایک بزرگ نے کسی درویش کی آمد کی خبر سنی انہوں نے ارادہ کیا کہ جا کر ان سے ملیں گے مگر فوراً ان پر وارد ہوا کہ نہ جاؤ انہوں نے کچھ التفات نہ کیا۔ پھر وارد ہوا۔ اسی طرح چند مرتبہ ہوا اور اس وارد کی کوئی بھی وجہ سمجھ میں نہ آئی آخر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ اتفاق سے گرے اور ٹانگ ٹوٹ گئی معلوم ہوا کہ الہام کی مخالفت سے یہ واقعہ پیش آیا کیونکہ الہام کی مخالفت پر بھی مواخذہ ہوتا ہے مگر صرف دنیا میں ہوتا ہے۔ مثلاً کسی بلا یا مرض میں مبتلا ہو جائے۔ (جیسا کہ یہاں ہوا) اور آخرت میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ الہام حجت شرعیہ نہیں جس کی مخالفت پر عقوبت ہو۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ درویش بدعتی تھا۔ ان کے ملنے کی وجہ سے عوام بگڑ جاتے لیکن ان کو معلوم نہ تھا۔ مگر اجمالاً الہام سے مطلع کیا گیا اور اگر معلوم ہوتا تو پھر آخرت میں بھی مواخذہ ہوتا (کیونکہ جس مقتداء کے کسی فعل سے عوام کے بگڑنے کا اندیشہ ہو۔ تو اس کو اس فعل کا ترک واجب ہے۔ گو وہ مستحب ہی ہو ۱۲ جامع)

چھوٹے قد پر ایک ظریفانہ حکایت

فرمایا کہ لکھنؤ میں ایک شخص بہت چھوٹے قد کے تھے۔ ان کو نواب کی طرف

سے خلعت میں ایک پالکی ملی تھی۔ پالکی کے درودیوار بڑے بڑے تھے۔ ان کے بیٹھنے پر ایک ظریف شخص نے برجستہ یوں کہا۔

چوں ہمزہ اولئک درپالکی نشست

یعنی جیسا کہ ایک چھوٹا سا ہمزہ اولئک کے درمیان ہے ایسے ہی یہ پالکی میں بیٹھ گیا۔

بونے شخص پر چماری کی پھبتی

فرمایا کہ یہاں ایک بونے آدمی تھے بازار میں ان کو چماریوں نے دیکھا تو ایک چماری دوسری سے کہتی ہے کہ اری دیکھ جا تک (بچہ) کے داڑھی نکل آئی۔

حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا ایک دلچسپ مکالمہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے (حضرت علی رضی اللہ عنہ ذرا چھوٹے قد کے تھے اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما دراز قد کے تھے حضرت علیؓ شاعر بھی تھے اور بڑے خوش مزاج تھے اور عموماً شاعر خوش مزاج ہوتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا علی بیننا کالنون لنا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ جواب دیا۔ لولا کنت بینکما لکنتمالا آپ بڑے ذی علم اور ذہین اور تیز طبع تھے۔

ایک شیعی کی مبالغہ آمیز حماقت کا واقعہ

فرمایا کہ ایک شیعی ایک مسجد میں پہنچے تو وہاں دیوار قبلہ پر لکھا ہوا دیکھا۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

تو آپ نے چھری سے حضرت علی کے نام کو چھیل دیا اور کہا کہ ہم تو تمہارے پیچھے مرتے کھپتے پھرتے ہیں مگر تم کو جب دیکھا انہیں میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح عظمت اہل سنت نے ہی کی ہے

فرمایا کہ ایک بزرگ سے کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سوال کیا

فرمایا کون علی اس نے کہا کیا علی کئی ہیں؟ فرمایا ہاں دو ہیں ایک تو ہمارے علی ہیں جو خلیفہ اور داماد ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور شوہر حضرت خاتون جنت کے اور والد بزرگوار ہیں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے اور ایک شیعوں کے ہیں جن کا ظاہر کچھ باطن کچھ بڑے بزدل تمام عمر تقیہ میں گزار دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ارشاد

فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر حضرت علیؓ میں مزاح نہ ہوتا تو میں اپنی حیات میں ہی ان کو خلیفہ بنا دیتا۔ مزاح سے وقار جاتا رہتا ہے۔ حضرت علیؓ خوش مزاج بہت تھے اکثر ہنستے بولتے رہتے تھے اور یوں سب ہی حضرات صحابہؓ خوش مزاج تھے میں نے حضرت عمرؓ کے دو شعر بھی دیکھے ہیں۔

ابوبکر جتافی اللّٰہ مالا
واعتق من ذخائرہ بلالا
و قدواسی النبی بکل فضل
واسرع فی اجابتہ بلا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر رضامندی کا اظہار

فرمایا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت لے لی تھی آپ نے ایک نلکی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ کر لوگوں سے کہا کہ میرے بعد جو خلیفہ ہوں گے ان کا نام میں نے اس نلکی میں لکھ کر رکھ دیا ہے۔تم سب لوگ اسی نام پر بیعت کر لو (آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ ذرا تیز مزاج ہیں شاید لوگ منظور نہ کریں اس لئے آپ نے اس ترکیب سے بیعت لی) سب لوگوں نے بیعت کر لی چنانچہ حضرت علی رضی اللہ نے بھی بیعت کی سبحان اللہ ذہانت اس قدر تھی کہ آپ نے بیعت کے وقت یہ بھی فرمایا کہ میں نے بھی بیعت کی چاہے عمر ہی کیوں نہ ہوں۔ بیعت کے بعد ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سے عرض کیا کہ اے ابوبکر خدا کو کیا جواب دو گے جو ہمارے اوپر ایسے سخت آدمی کو خلیفہ بنایا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے خدا سے ڈراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہر مومن ڈرتا ہی ہے لیکن اس شخص کا جو مقصود تھا اس فعل کا منکر ہونا اس کے اعتبار سے یہ بات فرمائی اور اس کا یہ جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھیں گے تو یہ جواب دوں گا کہ اے اللہ میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں کہ آج اس کا مثل روئے زمین پر نہیں ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ واقعی حکومت اور خلافت کا پورا پورا حق آپ نے ادا کیا ایسا کوئی کر نہیں سکتا شیعہ ناحق لڑتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ عقلمند و خلفاء ثلثہ کا شکر ادا کرو اتنے دن حضرت علی کو آرام پہنچایا ورنہ ابتداء ہی سے مشقت میں پڑتے کیونکہ ان کی خلافت آج کل کے اودھ بادشاہوں کی سی تھوڑا ہی تھی کہ اپنے عیش میں مشغول رہے (جامع کہتا ہے کہ وہاں تو یہ ہوتا تھا کہ کوڑا لے کر تمام رات گشت کرتے تھے۔ مخلوق آرام سے سوتی تھی وہ جنگلوں میں جہاں جگہ مل جاتی پتھروں پر سو جاتے مشکوں سے پانی بھر بھر کر گھروں پر پہنچاتے خدا کے خوف کی یہ حالت تھی کہ زمین پر کوڑا مار کر فرماتے اے کاش عمر تو پیدا ہی نہ ہوتا۔ تیری ماں تجھے نہ جنتی اے کاش میں گھاس ہوتا جو چوپائے چر جاتے ایک دفعہ قحط سالی میں تیل کھاتے کھاتے آپ کے پیٹ میں قراقر پیدا ہو گیا تو آپ نے انگلی سے پیٹ کو دبا کر یوں فرمایا کہ ہمارے پاس تیرے لئے سوائے اس کے کچھ نہیں ہے جب تک مخلوق آرام میں نہ ہو جائے اللہ اکبر۔

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میری نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

(جامع)

امیر المؤمنین کی اہلیہ کا ایک مسافرہ عورت کے وضع حمل میں خدمت

فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جنگل میں گشت فرما رہے تھے کہ یکا یک ایک خیمہ میں کچھ روشنی نظر آئی آپ اس کے قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ درد کیوجہ سے کوئی روتا ہے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک مسافر ہے کسی جگہ جارہا تھا راستہ میں اس

کی بیوی کے دردزہ شروع ہو گیا اس لئے یہیں خیمہ کھڑا کر لیا ہے اور اس کی بیوی درد کی وجہ سے بے چین ہے اور کوئی عورت ساتھ نہیں ہے جو اس کام کو انجام دے اس وجہ سے اور زیادہ پریشانی ہے آپ انہیں پیروں گھر لوٹ آئے اور بیوی صاحبہ سے کہا کہ تم یہاں آرام سے سوتی ہو اور تمہاری ایک بہن جنگل میں درد کیوجہ سے بے چین ہے جلد چل کر اس کام کو انجام دو بیوی بھی ایسی مطیع اور خدا ترس تھیں کہ فوراً ساتھ ہولیں (غور کا مقام ہے کہ امیر المومنین کی بیوی ایک مسافرہ کے بچہ جنانے کے لئے پاپیادہ جنگل میں تشریف لئے جاتی ہیں یہ ہے وہ خلافت جس پر شیعہ سر چیرتے ہیں کہ یہ آرام تھا جامع) جب خیمہ پر پہنچے تو آپ نے اس شخص سے کہا کہ اب تم باہر آجاؤ میرے ساتھ یہ بی بی اس کام کے لئے آگئی ہیں اب کوئی فکر کی بات نہیں (اور آپ نے راستہ میں یہ بیوی کو سمجھا دیا کہ دیکھو میرا امیر المومنین ہونا ظاہر نہ کرنا وہ بیچارہ شرمندہ ہوگا) چنانچہ آپ نے اندر پہنچ کر تدابیر وضع حمل اختیار کیں لڑکا پیدا ہوا تو آپ نے فرط خوشی میں (کیونکہ طبعاً لڑکے کی خوشی زیادہ ہوتی ہے گو لڑکیوں سے بھی نفرت نہ ہو) فرمایا ابشر بالابن یا امیر المومنین اور اس کا خیال نہ رہا کہ آپ نے منع فرمایا تھا وہ شخص امیر المومنین کا نام سن کر گھبرا گیا آپ نے اس کو بہت تسلی تشفی کی اور پھر مکان واپس تشریف لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رعایا کی خیر گیری کا واقعہ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں قول

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ گشت فرما رہے تھے اور غلام بھی آپ کے ساتھ تھا کہ دفعتاً ایک خیمہ میں سے بچوں کے رونے کی آواز آئی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان کو فاقہ ہے اور ماں نے چولھے پر خالی ہانڈی چڑھادی ہے اور وہ انہیں سمجھا رہی ہے کہ گھبراؤ نہیں اب کھانا تیار ہوا جاتا ہے ذرا صبر کرو آپ نے یہ حالت دیکھ کر ان سے فرمایا کہ تم نے امیر المومنین کو اطلاع کیوں نہیں کی انہوں نے کہا کیا اطلاع کرنا ہمارے ذمے ہے آخر امیر المومنین کیوں بن بیٹھے ہیں قیامت کے دن دیکھیں گے آپ خاموش ہو کر مکان تشریف لے آئے اور کچھ غلہ کچھ ستو لے کر اپنے سر پر رکھ کر چلے غلام نے عرض کیا کہ میں لے

چلوں تو آپ نے فرمایا لاتزر وازرۃ وزر اخری قیامت میں عمر کی طرف سے تو جواب دہ تھوڑا ہی ہوگا۔ عمر ہی سے جواب طلب ہوگا۔ سارا سامان اس کے خیمہ پر پہنچ کر اس کے حوالہ کیا۔ غلام نے عرض کیا واپس چلئے فرمایا ابھی نہیں چلوں گا جس طرح میں نے ان بچوں کو روتا ہوا دیکھا ہے جب تک ہنستا ہوا نہ دیکھ لوں گا اس وقت تک نہ جاؤں گا اور آپ اس خیمہ کے ادہر ادہر ٹہلنے لگے تھوڑی دیر کے بعد جب کھانا تیار ہو گیا اور بچے کھانے کو بیٹھے تو خوشی میں ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کرتے تھے جب یہ حالت آپ دیکھ چکے تو ان سے فرمایا کہ بھائی یہ بڑی بے انصافی ہے کہ امیر المومنین تنہا ایک شخص ہے وہ سب کی نگرانی کیسے کر سکتا ہے لوگوں کو چاہیے کہ اس کی مدد کریں یعنی اپنی حاجات کی اسے جا کر اطلاع کریں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ تیرہ برس آپ کی خلافت رہی کام اس قدر کیا کہ جس کی کوئی حد نہیں رہا تقویٰ اور خشیت حق وہ ایک الگ مستقل کام تھا۔ غرض کہ ہر کام کا پورا پورا حق ادا کیا ایسا کہ کوئی کر نہیں سکتا (جامع کہتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں تحریر فرماتے ہیں کہ سینہ فاروق اعظم بمنزلہ خانہ تصویر کن کہ درہائے مختلف دار دو ہر درے صاحب کمال نشستہ ودر یک در مثلاً سکندر ذوالقرنین باآں ہمہ سلیقہ ملک گیری و جہان ستانی وجمع جیوش وبرہم زدن اعداء و درد ردیگر نوشیر وانے باآں ہمہ رفق ولین ورعیت پروری ودادگستری (اگر چہ ذکر نوشیرواں دربحث فضائل فاروق اعظم سوء ادب است) و درد دیگر امام ابو حنیفہؒ وامام مالکؒ باآں ہمہ قیام بہ علم فتوی واحکام و درد ردیگر مرشدی مثل سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یا خواجہ علاؤ الدینؒ و درد دیگر محدثے بروزن ابوہریرۃؓ وابن عمرؓ و درد ردیگر حلیمے مانند جلال الدین رومی یا شیخ فرید الدین عطار و مردماں گرداگرد ایں خانہ ایستادہ و ہر محتاجے حاجت خود را از صاحب فن درخواست می نماید وکامیاب می گرد داھ ۔

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ مری نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

(جامع)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب

فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وفات سے دو برس کے بعد خواب میں دیکھا کہ پیشانی کا پسینہ صاف کر رہے ہیں پوچھا یا امیر المومنین آپ کا کیا معاملہ ہوا فرمایا اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی ابھی حساب سے فارغ ہوا ہوں قریب تھا کہ عمر کا بخت الٹ جائے۔ مگر میں نے اللہ کو بڑا رحیم و کریم پایا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھ لیجئے یہ حکومت ایسی چیز ہے جس کی لوگ ہوسیں کرتے ہیں کیا حضرت عمرؓ جیسا انصاف کسی میں ہو سکتا ہے اور پھر بھی ان کا یہ واقعہ ہوا۔

ایک گنوار کا انداز تحسین

فرمایا کہ ایک گنوار رئیس لفٹنٹ گورنر سے ملنے گیا اور تعریف کے سلسلے میں کہنے لگا کہ اب تک جتنے آئے سب ٹرہی آئے جیسے انسپکٹر کلکٹر سکرٹر۔ بس نر تو ایک توں (تو) آیا ہے۔

امام نخعیؒ کا واقعہ

فرمایا کہ امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ آپ ایک مرتبہ کسی کرایہ کے گھوڑے پر سوار جا رہے تھے راستہ میں کوئی چیز گر گئی گھوڑا ذرا آگے بڑھ گیا جب معلوم ہوا تو گھوڑے کو وہیں روک کر خود اتر کر وہ چیز اٹھا کر لائے اور پھر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ کسی نے عرض کیا کہ گھوڑے ہی کو لوٹا کر اس کو اٹھا لیتے" فرمایا کہ یہ مسافت عقد میں نہ ٹھیری تھی اس لئے ایسا کرنا جائز نہیں تھا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ سلف میں اور ہم میں یہ فرق ہے کہ اگر ہم ہوتے تو اس کے جائز کرنے کے لئے ہزار بہانے نکال لیتے۔

ایک ظریف شخص کی حکایت

فرمایا کہ ایک شخص سے کسی نے پوچھا روزہ رکھو گے کہا ہمت نہیں پھر افطار کے وقت کہا کہ افطاری کھاؤ گے کہا کہ اگر فرض ادا نہ ہو سکے تو کیا سنت بھی ادا نہ کریں ایسے کیا بالکل کافر ہی ہو جائیں۔

زسنت نہ بینی در ایشاں اثر
بجز خواب پیشیں و نان سحر

ایک دراز قامت شخص کا واقعہ

فرمایا کہ شاہجہاں پور میں ایک شخص اتنے دراز قامت تھے کہ قوالی میں بیٹھے تھے شیخ مجلس سمجھے کہ کھڑا ہے اس لئے کہا کہ میاں بیٹھتے کیوں نہیں کھڑے کیوں ہو اس نے جواب دیا بیٹھا تو ہوں کہنے والے بڑے شرمندہ ہوئے۔

ایک درویش سے حضرتؒ کا دلچسپ مکالمہ

فرمایا کانپور میں ایک پنجابی درویش مسافر تھے جو صاحب سماع بھی تھے مگر میرا بڑا ادب کرتے تھے اگر کبھی سماع کے وقت میں پہنچ گیا تو انہوں نے گانے کا سامان فوراً اٹھوا دیا وہ جب کبھی مجھے ملتے تو فرماتے کہ خواجہ رات کا سونا چھوڑ دے جو کچھ کسی کو ملا ہے رات کے جاگنے ہی سے ملا ہے میں نے ہنس کر کہا کہ سونا تو نہیں چھوڑا جاتا راگ ہو تو چھوڑ دوں۔

سعادت علی خان کی حاضر جوابی کا واقعہ

فرمایا سعادت علی خان بڑا فارسی دان اور حاضر جواب تھا اس کی حکایت ہے کہ اس نے ایک سنی کو قاضی بنا دیا تھا اس پر شیعوں نے شکایت کی کہ آپ نے ایک عمری کے عدالت سپرد کر دی سعادت علی خان نے کہا کہ چوں عدل بعمر تعلق دارد لاجرم بعمر یاں سپردہ شد۔

سعادت علی خان کی حاضر جوابی کا دوسرا واقعہ

فرمایا کہ سعادت علی خان نے ایک کہار کو نوکر رکھا اس کی وجہ سے اور بھی بہت کہار ملازم ہو گئے کسی امر پر اس کو برخاست کر دیا تو اور سب کو بھی نکال دیا۔ انہوں نے شکایت کی عرضی دی کہ ہمارا کیا قصور تو اس نے جواب دیا۔

چواز قومے یکے بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

(مہ را کہار کو کہتے ہیں)

سعادت علی خان کی حاضر جوابی کا تیسرا واقعہ

فرمایا کہ سعادت علی خان کسی کائستھ کو ملازم نہ رکھتا تھا کہ رشوت خور ہوتے ہیں ان کو ایک کائستھ نے لکھا کہ

نہ ہر زن زن است ونہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

سعادت علی خان نے جواب میں لکھا کہ لیکن وقت خوردن ہمہ برابر مے شوند۔

انشاء اللہ خان ان شاء اللھم کی ایک ظریفانہ حکایت

فرمایا کہ ایک مرتبہ ان شاء اللہ خان ننگے سر کھانا کھا رہے تھے پیچھے سے سعادت علی خان نے ایک چپت رسید کیا اور چپکے ہو گئے۔ ان شاء اللہ خان سمجھ گیا مگر نیچے گردن کئے نہایت متانت سے بولا کہ اللہ میاں والد صاحب کی قبر کو ٹھنڈی کرے اور یہ کہہ کر چپ ہو گئے۔ سعادت علی خان نے پوچھا کیا ہے کہا مجھے اس وقت ان کی ایک بات یاد آگئی پوچھا کیا کہا کچھ نہیں سعادت علی خاں نے کہا، کچھ تو کہو ان شاء اللہ خان نے کہا کہ اس وقت والد صاحب کا ارشاد یاد آگیا فرمایا کرتے تھے کہ ننگے سر کبھی کھانا نہ کھاؤ ورنہ شیطان چپت مارتا ہے سعادت علی خان دم بخود رہ گیا۔

سعادت علی خان کا ایک اور قصہ

فرمایا کہ سعادت علی خان کاتب کی حرفی غلطی پر اس حرف کے عدد کے موافق جرمانہ کرتا تھا اور خود بھی دیتا تھا ایک مرتبہ ایک نئے منشی نے کسی مقام پر لفظ نوع کا عین چھوڑ دیا تو اس نے اس پر لکھا کہ منشی نو لفظ نوع را بطرز نو نوشت عین خطا کرد ہفتاد روپے جرمانہ۔

ایک ریزیڈنٹ اور انشاء اللہ خان انشاء کا دلچسپ مکالمہ

فرمایا کہ ایک رزیڈنٹ جو فارسی کا بہت مدعی تھا اس نے نواب صاحب سے کہا کہ لفظ ہجر جو مشہور ہے یہ ہجر بالکسر ہے۔ ان شاء اللہ خان نے کہا کہ درست ہے چنانچہ ایک شعر سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

شب قدرست طے شد نامہ ہجر
سلام فیہ حتی مطلع الفجر

(ف کا زیر پڑھا) اسی ریزیڈنٹ نے ایک مرتبہ کہا کہ گلستان میں جو ہے۔ شاید کہ پلنگ خفتہ باشد یہ خفتہ نہیں بلکہ خفیہ ہے ان شاء اللہ نے کہا کہ درست ہے چنانچہ اوپر کے شعر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

تا مرد سخن نگفیہ باشد
عیب و ہنرش نہفیہ باشد
ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفیہ باشد

ریزیڈنٹ چپ ہی تو ہو گیا۔

ایک بخیل شخص کی حکایت

فرمایا کہ ایک امیر شخص نے ایک باورچی کو خشک تنخواہ پر رکھا۔ باورچی سمجھا کچھ تو بچا ہی کرے گا۔ مگر آقا صاحب کھانے کے بعد دیگچی منگا کر پونچھ لیتے اور فرماتے لاؤ مکہ میں بھی جھاڑو دیدوں۔ ایک دفعہ باورچی جل گیا اور منہ پر ہانڈی مار کر کہا کہ لو حجر اسود کو بھی بوسہ دے لو (کیونکہ ہانڈی کالی ہوتی ہے)

ایک بیوقوف کی حکایت

ایک صاحب نے ایک قصباتی سے جہاں کے احمق مشہور ہیں کہا کہ فلاں قصبہ میں سنا ہے گدھیاں زیادہ ہوتی ہیں کہنے لگے کہ کون کہتا ہے وہاں تو سب گدھے ہی گدھے ہیں اس نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہیں میں غلطی پر ہوں۔

شاہ بوعلی قلندرؒ اور شیخ شمس الدینؒ کے لطیف سوال و جواب

فرمایا کہ شیخ شمس الدین ترکیؒ کو حضرت صابرؒ نے پانی پت کی خدمت سپرد کی اس زمانہ میں حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے انہوں نے اپنا ایک پیالہ جو پانی سے بالکل لبریز تھا شاہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ کیا آپ نے اس پر ایک پھول رکھ کر واپس فرما دیا شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقصود تھا کہ جیسے کہ یہ کٹورا پانی

سے لبریز ہے اور اس میں اور پانی کی گنجائش نہیں اسی صورت سے میری ولایت سے یہ پانی پت لبریز ہے اس میں آپ کے قیام کی حاجت نہیں شیخ شمس الدینؒ نے پانی کے پیالہ پر پھول رکھ کر یہ کہہ دیا کہ کچھ ہرج نہیں میں مثل پھول کے رہوں گا جیسا کہ اس پیالہ میں پھول سما گیا۔ سبحان اللہ بزرگوں کے کیا لطیف سوال و جواب ہوتے ہیں۔

ایک بیوقوف طالبعلم کا قصہ

فرمایا کہ ایک عقل مند طالب علم نے مولانا محمد یعقوبؒ سے پوچھا کہ حضرت رابجش کے کیا معنی ہیں فرمایا بھائی کوئی ہندو ہو گا۔ جب کتاب دیکھی تو اس میں لکھا تھا حنظل رابجش آپ نے راکوبجش میں ملا کر رابجش کر دیا۔

انبہٹہ کے ایک طالبعلم کا قصہ

فرمایا کہ انبہٹہ کے ایک طالب علم نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے چوہوں کی شکایت کی اور آپ نے سنکھیا کی گولی رکھنے کو فرما دیا اور یہ ہدایت کی کہ پانی وغیرہ کا انتظام کر دینا وجہ یہ تھی کہ اسے چوہے گولی کھا کر نہ پینے پائیں انہوں نے گولی رکھ کر جابجا پانی رکھ دیا پھر آ کر عرض کیا کہ حضرت چوہے تو نہیں مرے فرمایا کہیں پانی تو نہیں رکھا تھا کہا پانی تو جگہ جگہ رکھ دیا تھا آپ نے ہی تو فرمایا تھا کہ پانی کا انتظام کر دینا۔ وہ اللہ کا بندہ انتظام سے یہ معنی سمجھا۔

گاڑھے الفاظ بولنے والے ایک طالب علم کا قصہ

فرمایا کہ ایک غالی فی الالفاظ طالب علم دیوبند میں پڑھتے تھے سنار کو کچھ زیور بننے کے لئے دیا تھا وہ بار بار ٹالتا تھا آپ نے ایک مرتبہ اس سے ذرا سختی سے کہا کہ تم خواہ مخواہ دق کرتے ہو زیور کیوں نہیں دیتے سنار نے کہا اچھا آج دیدوں گا تو آپ نے فرمایا کہ وقت کی تعیین کرو آج کا اطلاق شام تک آتا ہے اب وہ بے چارہ سنار ان کے منہ کو دیکھنے لگا تعیین اور اطلاق کسے کہتے ہیں۔

ایک رئیس زادے کی بناوٹی گفتگو پر دیہاتی کا طنز

فرمایا کہ ایک رئیس صاحب کو لغت بولنے کا بہت شوق تھا ایک دفعہ ان کے

پاس گاؤں سے آدمی آئے تو ان سے آپ نے پوچھا کہ امسال تمہارے کشت زار گندم پر تقاطر امطار ہوا یا نہیں۔ گاؤں کے لوگ چونکہ بڑے چلتے ہوئے ہوتے ہیں لہذا فوراً ایک شخص نے ان میں سے کہا کہ چلو میاں اس وقت قرآن شریف پڑھ رہے ہیں جب آدمیوں کی بولی بولیں گے تب آئیں گے۔

نینی طوائف کا سجع

فرمایا کہ ایک طوائف کہ جس کا نام نینی تھا مختلف شعرا کے پاس گئی کہ میرا سجع کہہ دو اور انہیں کچھ روپے بھی دیتی تھی مگر سب نے انکار کر دیا کہ ہم سے اس میں جوڑ نہ لگے گا آخر میں استاد ذوق کے پاس گئی کہ استاد میرا سجع کہہ دیجئے اور یہ روپے لے لیجئے ورنہ تمام میں بدنام کروں گی ذوق نے نام پوچھا تو مہمل۔ ذوق نے کہا کہ کیا نیا ہی کلام ہونا ضروری ہے یا پرانے شعرا کے کلام میں سے بھی کافی ہے اس نے کہا کہ نئے پرانے کی کوئی قید نہیں ذوق نے کہا کہ نازت بکشم کہ نازنینی بہت خوش ہوئی اور ذوق کو کچھ روپے دینے لگی انہوں نے واپس کر دیئے۔

بے پردگی کے نقصان کا ایک واقعہ

فرمایا کہ ایک مقام پر دو بہنوں کی دو جگہ شادی ہوئی اور ان دونوں میں چھوٹی بہن خوبصورت تھی اور ہمزلفوں میں ایک دوسرے کے یہاں آپس میں پردہ نہ تھا (نہ معلوم لوگوں کو کیا یہ خبط سوجھا ہے کہ جس میں اپنا ضرر ہو اس سے بھی نہیں بچتے) بے تکلف آتے جاتے تھے جن کے گھر میں بڑی بہن تھی وہ چند بار منہ پر لائے کہ جیسی اس کی (یعنی چھوٹی بہن کی) صورت ہے ایسی میری بیوی کی نہیں ہے اور کئی دفعہ اس کو مجمع میں بھی کہا کہ چھوٹی کا نکاح مجھ سے نہ کر دیا بڑی کو میرے سر مڑھ دیا اور اس بے چاری کو بہت تنگ رکھتا تھا بالآخر وہ مر گئی۔

پہلے کے دنیاداروں میں بھی دین کا فہم ہوتا تھا

فرمایا کہ پہلے دنیا دار بھی بزرگ سیرت ہوتے تھے ایک وزیر کسی بزرگ سے ملنے گئے (بزرگ نے یہ سمجھ کر کہ یہ مہمان ہے اس کے مذاق کی بات کرنا چاہیے معارف و حقائق یہ کیا سمجھے گا) اس لئے انہوں نے اس وزیر سے پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے

آپ کے بادشاہ کیسے ہیں آج کل کیا انتظامات ہیں وہ وزیر یہ سن کر رونے لگا کہ یہ باتیں تو وہاں سے چھوڑ کر آیا ہوں اور یہی یہاں سے سننے کو ملیں (پہلے دنیا دار بھی سمجھتے تھے کہ کس مجلس میں کیا باتیں کرنا چاہئیں) ان بزرگ نے فرمایا کہ بھائی یہ باتیں تو میں نے تیری خاطر سے کیں ورنہ میرا اصل مذاق تو وہی ہے۔

مولانا جامی کی ظرافت

فرمایا کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ غلبہ حال میں پڑھ رہے تھے کہ

بسکہ درجاں فگار و چشم بیدارم توئی
ہرکہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

جیسے مومن کہتا ہے ۔

جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپ کی

ایک منکر شخص بھی وہاں تھا اس نے اعتراض کیا کہ اگر خر پیدا شود۔ تو آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا پندارم توئی۔ غلبہ حال بعض وقت حد سکر تک ہوتا ہے جب ہی تو اسے تفریح کا جواب دیا بے چارے مزے لے رہے تھے اس گدھے نے خواہ مخواہ بندش ڈالی۔

حفاظت خداوندی کا ایک عجیب واقعہ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی عجیب عجیب طرح سے حفاظت کرتا ہے ایک جگہ سے کچھ مزدور ایک دیوار کو گرا رہے تھے اور جلدی گرانے کی وجہ سے یہ سوچا کہ اس کی جڑ خالی کر دو دیوار خود بخود گر جائے گی۔ چنانچہ اس کی جڑ خالی کر دی جب دیوار گرنے کو ہوئی تو سب یہ کہتے ہوئے بھاگے (ارے بھاگو دیوار گری) ایک آدمی جو ہاتھ میں بلبل لئے ہوئے تھا یہ کلمہ سن کر بدحواسی میں ادھر ہی کو بھاگا جدھر دیوار گر رہی تھی بس وہ اسی دیوار کے تلے دب گیا جس وقت مٹی اٹھا کر نکالا ہے تو آدمی کا تو سرمہ ہو گیا تھا مگر اس کے ہاتھ میں جو بلبل تھی وہ صحیح و سالم تھی کیونکہ اس کے آس پاس دو اینٹیں اس صورت سے آ کر کھڑی ہو گئیں کہ جس سے بیچ میں خلاء بن گیا اس میں بلبل بیٹھی رہی۔ دیکھئے جس کو اللہ

تعالیٰ بچانا چاہتے ہیں اس کی کیسی کیسی ترکیبیں ہو جاتیں ہیں ۔

کارسازما بساز کار ما
فکرما در کارما آزار ما

(۱۲ جامع)

حفاظت خداوندی کا ایک اور واقعہ

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک قصہ بیان فرمارہے تھے کہ ایک مقام پر دو میاں بیوی نہایت خوشحال تھے ان کے کوئی اولاد نہ تھی آرام سے رہتے تھے ایک مرتبہ ایک کوٹھڑی کے اندر سو رہے تھے اسی کوٹھڑی میں چوروں نے نقب لگائی (کیونکہ اس کوٹھڑی میں روپے نکلنے کا گمان تھا پھر احتیاط کے لئے ان کی چار پائی وہاں سے پکڑ کر باہر صحن میں رکھ دی کہ جاگ کر غل نہ مچائیں جوں ہی چار پائی باہر رکھ کے آئے ہیں کہ یکا یک چھت گر گئی۔ سولہ کے سولہ وہیں دب کر مر گئے جب میاں بیوی صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ ہماری چار پائی باہر ہے اور چھت گری پڑی ہے خدا کا بڑا شکر ادا کیا مٹھائی تقسیم کی اور سمجھے کہ ضرور ہماری چارپائی فرشتوں نے اٹھا کر باہر رکھ دی ہے جب مزدوروں کو بلا کر وہاں سے مٹی اٹھائی گئی تو سولہ نعشیں نکلیں اس وقت سمجھ میں آیا کہ چارپائی اٹھانے والے یہ سولہ شیطان یعنی چور تھے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے ان میاں بیوی کی تو حیات اور ان چوروں کی موت مقدر تھی ان کے دل میں کیا مال کی محبت ڈالی کہ فلاں جگہ نقب لگاؤ مال ملے گا۔ اور کیسی چارپائی باہر رکھوائی۔

ایک بھنگی کی ظرافت

فرمایا کہ ایک بھنگی ڈوبا جاتا تھا۔ لوگوں نے اس کو نکالنے پر کوئی توجہ نہ کی تو اس نے پکار کر کہا کہ ارے دوڑو نبی زادہ ڈوبا جاتا ہے۔ اس کے اس کہنے پر لوگ دوڑ پڑے اور اسے صحیح و سالم نکال لیا۔ بعد میں اسے خوب پیٹا اس نے کہا مارنے کی کیا بات ہے کیا آدم علیہ السلام نبی نہ تھے اور کیا میں انکی اولاد نہیں ہوں۔

سرسید احمد کی بردباری کا ایک قصہ

فرمایا کہ سید احمد بڑے حوصلے کا آدمی تھا۔ مگر انہوں نے خواہ مخواہ دین میں

ٹانگ اڑا کر اپنے آپ کو بدنام کیا ورنہ ان کو تو لوگ دنیا کا تو ضرور ہی پیشوا بنا لیتے بڑے محب قوم تھے دین میں رخنہ اندازی کرنے کی وجہ سے لوگ ان سے نفرت کرنے لگے تھے اسی سے نقصان ہوا ان کے حوصلہ کا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص لیفٹنٹ گورنر کے پاس گیا اور یہ کہا کہ سرسید کا داماد ہوں آپ مجھے کوئی جگہ دے دیجئے۔ لیفٹنٹ گورنر نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہریں اور کبھی کبھی مجھ سے ملتے رہیں۔ اس کے بعد لیفٹنٹ گورنر نے سرسید احمد کو خفیہ تار دیا کہ ایک شخص جس کا یہ نام ہے ہمارے پاس آیا ہے اور یہ کہتا ہے۔ آپ اس میں کیا کہتے ہیں سرسید احمد نے جواب دیا کہ واقعی وہ جیسے کہتا ہے صحیح ہے میرا ہی داماد ہے آپ جس قدر اس کے ساتھ احسان کریں گے وہ میرے ہی ساتھ ہوگا اس جواب کے آنے کے بعد لیفٹنٹ گورنر نے اس کو نوکری دے دی ایک دن باتوں باتوں میں لیفٹنٹ گورنر اس شخص سے کہنے لگا کہ ہم نے تمہارے خسر سرسید احمد سے یہ پوچھا تھا انہوں نے یہ جواب دیا یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور یہ چھٹی کا موقع دیکھتا رہا کہ جب چھٹی ملے تو ان سے جا کر معذرت کروں جب ان کو اتفاق سے چھٹی ملی تو سرسید احمد کے پاس گئے اور قدموں میں گر گئے۔ سرسید احمد نے پوچھا کہ آپ کون ہیں اس نے کہا کہ میں وہی نالائق ہوں جس نے لیفٹنٹ گورنر سے آپ کی نسبت ایسے ایسے کہا میں کیا کروں میرے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا۔ سرسید احمد نے کہا کہ نہیں نہیں آپ گھبرایئے نہیں۔ داماد ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کوئی میری بیٹی ہوتی اور وہ آپ سے منسوب ہوتی۔ اب یہ ہو سکتا ہے کہ جو آپ کی منکوحہ ہے اسے میں بیٹی بنا لوں چنانچہ اس کی منکوحہ کو بلایا اور جہیز وغیرہ دے کر نہایت خوشی و احترام سے رخصت کیا۔

سرسید احمد خان کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ

فرمایا کہ ایک رئیس پنجاب سے آ رہے تھے راستہ میں علی گڑھ کا سٹیشن آیا اور وہاں سرسید احمد بھی سوار ہوئے گاڑی ہی میں ان رئیس صاحب کا ان سے تعارف ہوا مختلف باتیں ہوتی رہیں اسی میں انہوں نے پوچھا یہ کون سا سٹیشن ہے سرسید احمد نے کہا کہ علی گڑھ ہے۔ رئیس صاحب نے کہا کہ یہ وہ ہی علی گڑھ جس میں ایک سرسید احمد خبیث رہتا ہے اس

نے دین میں بڑی تخریب کی ہے اور اس کے سوا بہت کچھ کہتا رہا سرسید احمد نے کہا کہ یہ وہی علی گڑھ ہے جس میں وہ خبیث رہتا ہے اور وہ تو اس سے زیادہ بدتر ہے پھر ان رئیس صاحب نے کھانا نکالا کہ آیئے کھانا کھا لیجئے انہوں نے عذر کیا جب انہوں نے اصرار کیا تو سرسید احمد نے کہا کہ مجھے ایسا عذر ہے کہ اگر آپ کو خبر ہو جائے تو آپ میرا اس گاڑی میں بیٹھنا بھی گوارا نہ کریں۔ انہوں نے کہا خدانخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا۔ کہا کہ میں وہی سرسید احمد ہوں جس کی آپ تعریف کر رہے تھے۔ بس کیا تھا یہ رئیس صاحب قدموں میں گر گئے اور کہنے لگے کس کم بخت نے آپ کو بدنام کیا ہے آپ تو بڑے وسیع الاخلاق ہیں۔ بس پھر تو وہ مرید ہی ہو گیا ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ جو مشہور ہے کہ وہ انگریزوں کا خیر خواہ تھا یہ غلط ہے بلکہ بڑا دانشمند تھا یہ سمجھتا تھا کہ انگریز برسر حکومت ہیں ان سے بگاڑ کر کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان سے مل کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

سرسید احمد خان کا ایک انگریز سے برتاؤ

فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک انگریز جو جج تھا فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا تھا۔ سرسید احمد بھی سٹیشن علی گڑھ پر سوار ہوئے جو انگریز کو ناگوار ہوا۔ یہ کسی ضرورت سے گاڑی سے دور ہو گئے تو اس نے اپنے خانساماں سے ان کا اسباب گاڑی سے باہر پھنکوا دیا جب یہ آئے تو وقت کے منتظر رہے وہ اتفاق سے ہوٹل میں گیا۔ انہوں نے اپنے نوکر سے اپنا اسباب رکھوالیا اور اس کا اسباب پھینکوا دیا وہ آ کر بڑا خفا ہوا کہ یہ اسباب کس نے نکلوایا ہے۔ سرسید نے جواب دیا کہ جس کا تم نے نکلوایا تھا۔ جج نے کہا تم نہیں جانتے ہم کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم نہیں جانتے ہم کون ہیں۔ اس نے کہا ہم جج ہیں۔ سرسید احمد نے کہا کہ ہم جج کے باپ ہیں۔ انگریز نے کہا کہ گالی دیتے ہو انہوں نے کہا کہ سید محمود ہائی کورٹ کا جج نہیں ہے ہم اس کے باپ ہیں پھر وہ انگریز معذرت کرنے لگا کہ اخاہ سید صاحب ہیں۔ سرسید نے کہا تم لوگ بڑے بے حیا ہو تہذیب کا دعویٰ کرتے ہو اور تہذیب خاک بھی نہیں۔

سرسید کے بیٹے کا ایک انگریز سے پاؤں دبوانے کا قصہ

فرمایا کہ ایک دفعہ سرسید احمد کا لڑکا حامد جو سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا سفر کر رہا تھا

اور ان کے کوئی دوست سب جج بھی اسی گاڑی میں دوسرے درجہ میں بیٹھے ہوئے تھے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ سب جج صاحب فرسٹ کلاس میں بیٹھے تھے اور اس میں ایک فوجی انگریز تھا بعضے انگریز چونکہ ہندوستانیوں کو ذلیل سمجھتے ہیں اسے برا معلوم ہوا اور کمر لگا کر بیٹھ گیا اور بید سے ان سب جج صاحب کو اشارہ کیا کہ (ہوں) یعنی پاؤں دباؤ۔ جب عذر کیا تو بید لے کر کھڑا ہو گیا چونکہ یہ بیچارے کمزور جسم کے تھے مجبوراً پاؤں دبانے لگے۔ ایک سٹیشن آ گیا تو گلاس ان کے ہاتھ میں دے دیا کہ لیمنڈ اور برف لاؤ غرضیکہ بیچارے کو خدمت گار بنا لیا۔ برف گاڑی ڈھونڈتے پریشان پھرتے تھے کہیں حامد کی بھی ان پر نظر پڑ گئی اس نے آواز دی انہوں نے پریشانی میں نہیں سنا۔ پھر مکرر کئی آوازوں پر وہ خود آئے اور سب قصہ سنا چونکہ حامد بڑا قوی ہیکل جوان تھا اس نے کہا کہ تم اپنا ٹکٹ مجھے دو اور تم یہاں بیٹھو۔ یہ اس درجہ میں پہنچے انگریز نے دیکھا کہ اب کے یہ کیا بلا آئی۔ جب گاڑی چلی یہ بھی اسی طرح کمر لگا کر بیٹھے اور اس انگریز کو بید سے اشارہ کیا کہ (ہوں) یعنی ہمارے پاؤں دباؤ اس نے انکار کیا تو یہ بید لے کر کھڑے ہو گئے وہ ان سے چونکہ کمزور تھا اس لئے پاؤں دبانا پڑے۔ جب سٹیشن آیا تو گلاس اس کے ہاتھ میں دیا کہ لیمنڈ اور برف لاؤ پھر تو وہ جان بچا کر کسی تیسرے درجے میں جا کر چھپ گیا ایسے ہی اس خاندان کے بہت سے واقعات عجیب وغریب ہیں یہ انگریزوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے مصلحت کی بنا پر ان سے ملتے تھے کہ ان کی موافقت میں بہت مفاسد سے حفاظت ہے اور اب تو اگر سوراج ہوا تو ہندوؤں کا ہو گا اور مسلمانوں کے ساتھ جو برتاؤ ہوں گے سب دیکھیں گے

عورتوں کی فطری حیاء کا ایک واقعہ

فرمایا کہ عورتوں کے اندر فطرتاً حیا ہوتی ہے ایک مقام پر ایک آزاد خیال رئیس نے اپنی بیوی سے پردہ توڑنے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا۔ ایک دن بندوق لے کر آئے کہ یا تو پردہ توڑ دو ورنہ آج ہی ختم کرتا ہوں اس نے کہا مرنا منظور ہے پردہ توڑنا منظور نہیں چنانچہ فائر کر دیا بیچاری نے جان دے دی (اللہ مغفرت کرے جامع) مگر پردہ نہیں توڑا۔

بے پردگی سے بچنے میں جان دینے کا واقعہ

فرمایا کہ ایک شہر میں طاعون تھا لوگوں نے شہر کے باہر اپنے رہنے کے لئے

بانسوں کے ٹٹے کھڑے کر لئے تھے اتفاق سے کسی خیمہ میں آگ لگ گئی اس میں عورتیں تھیں نوکروں نے ان عورتوں سے ہر چند کہا کہ آپ باہر تشریف لے آئیں ہم منہ پر کپڑا ڈال لیں گے کسی کی بے پردگی نہ ہو گی لیکن وہ عورتیں باہر نہ آئیں اس خیمہ سے نکل کر دوسرے خیمہ میں ہو گئیں پھر اس کے بعد پاخانہ میں گھس گئیں پھر پاخانہ میں بھی آگ پہنچ گئی وہاں سے نہ نکلیں اور وہیں جل کر خاک ہو گئیں چنانچہ غدر میں بھی سنا ہے کہ بہت سی عورتوں نے کنوئیں میں ڈوب کر جان دے دی ایک شخص نے عرض کیا کہ ان کو عذاب تو ہوا ہو گا۔ فرمایا عذاب و ثواب خدا سے پوچھنا وہی تقسیم کریں گے میں تو اس وقت یہ دکھلا رہا ہوں کہ عورتوں کے اندر فطرتاً کس قدر حیا ہوتی ہے اب یہ لوگ جو کوشش کر رہے ہیں کہ پردہ اٹھ جائے یہ ان شاء اللہ چند روز کی ہوا ہے یکدم اڑ جائے گی جب یہ واقعات کثرت سے ہوں گے کہ آج اس کی بہو کو وہ لے کے بھاگا آج اس کی بیٹی اس نے اڑا دی بس لوگوں کے ہوش خود درست ہو جائیں گے مگر کچھ واقعات دیکھ کر یہ یہ تحریک مٹے گی ایک صاحب کا قول ہے کہ افسوس ہندو تو پردہ کرتے جا رہے ہیں اور مسلمان پردہ اٹھا رہے ہیں۔

ایک ہندو رئیس کی احمقانہ تعزیت

فرمایا کہ بھائی اکبر علی مرحوم فرماتے تھے کہ بریلی میں ایک رئیس کا انتقال ہوا تو ان کے صاحبزادے کے پاس لوگ تعزیت کو آ رہے تھے ایک ہندو رئیس بھی آئے اور کہا کہ بہت صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو ان کا سچا جانشین بنائے اور کیوں نہ ہوں گے عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔

ایک نواب صاحب کی جذباتیت کے دو واقعے

فرمایا کہ ایک قصبہ میں ایک نواب صاحب تھے ان کی بیوی کے انتقال پر کلکٹر تعزیت کو آئے اور کہا کہ دل سردار صاحب ہم کو بڑا رنج ہوا کہ آپ کا بیوی مر گیا۔ نواب صاحب رو کر کہنے لگے کہ کلکٹر صاحب وہ ہمارا بیوی ہی نہیں تھا اماں تھا۔ ہم کو گرم گرم روٹی کھلاتا تھا پنکھا جھولتا تھا۔ ان کا ہی قصہ ہے کہ جب وائسرائے کی آمد تھی اور کلکٹر وغیرہ منتظم تھے استقبال کے جلسہ میں سب رؤسا کو باقاعدہ حسب مراتب پلیٹ فارم پر کھڑا کر

دیا تھا کہ میں خود ہر ایک کا تعارف کراؤں گا یہ بھی موجود تھے جب ٹرین آ کر رکی تو سب سے اول کود کر وائسرائے کو گاڑی سے اترتے ہوئے گود میں اٹھا لیا اور سب قواعد رکھے رہ گئے اور اس زور سے یہ شعر پڑھا کہ سٹیشن گونج گیا۔

الٰہی در جہاں باشی باقبال
جواں بخت وجواں دولت جواں سال

مگر وائسرائے اخلاق سے ان سے کہنے لگے کہ ول سردار صاحب تم اچھا ہے۔

نصیحت کا ایک حکیمانہ انداز

فرمایا کہ ایک قصبہ کے ایک سرکاری سکول میں ایک شریف مسلمان ماسٹر تھے۔ اتفاق سے وہاں ڈائریکٹر صاحب آ گئے۔ مگر سکول کی چھٹی ہو چکی تھی ان کو خبر لگی یہ پہنچے تو وہ گھوڑا لئے کھڑے ہیں انہوں نے اس کی باگ نہیں تھامی جب سائیس آیا تو اس نے باگ تھامی اور یہ اندر پہنچے۔ سکول کا معائنہ کیا اور اچھا لکھا اور چلتے وقت نام لے کر کہا ماسٹر صاحب ہم خیر خواہی سے ایک بات بتلاتے ہیں تمہارے اس واقعہ کی ہم نے تو قدر کی اور معلوم ہوتا ہے تم شریف ہو اور شریف آدمی کبھی ایسی ذلت گوارا نہیں کرتا کہ کسی کا گھوڑا تھامے لیکن آئندہ ایسے لوگ نہ آئیں گے جو اس کی قدر کریں اس لئے یا تو تم نوکری چھوڑ دو یا آئندہ اور افسروں کے ساتھ ایسا نہ کرنا۔

ایک شریف سید کا انگریز افسران سے برتاؤ

فرمایا کہ ایک شریف سید کسی انگریز کے سررشتہ دار تھے انگریز نے کسی بات پر ان کو برا بھلا کہا انہوں نے قلمدان اٹھا کر اس پر پھینک مارا اور کام پر سے چلے آئے۔ دوسرے دن حاکم خود مکان پر پہنچا اور معذرت چاہی اور اپنے ساتھ ٹمٹم میں بٹھا کر لایا اتفاق سے ان کی بدلی ہوگئی اور ان کی جگہ دوسرا سررشتہ دار آیا تو چونکہ اس حاکم کی برا بھلا کہنے کی عادت تھی اس نے اسے بھی یوں ہی کہنا چاہا وہ بھی سیدھا ہو گیا وہ گھبرا کر کہتا ہے کہ کیا تم ان سید صاحب کا بھائی ہے انہوں نے کہا ہاں ہم سید صاحب کا بھائی ہے اور واقعی ایسا ہی تھا۔ کہا اچھا آئندہ ہم کچھ نہ کہیں گے اس پر سید صاحب کا ایسا اثر تھا۔

حضرتؒ کے ماموں صاحب کا ایک معاملہ میں ظریفانہ فیصلہ

فرمایا کہ ہمارے یہاں دو محلے ہیں ایک محلت اور ایک خیل ان دونوں میں اچھے برے کی بحث ہوا کرتی ہے بعضے شوخ مزاج خیل والوں کو بیل کہتے ہیں وہ ان کو محلت کی گایاں کہتے ہیں اتفاق سے ایک بار یہی بحث ہو رہی تھی اور میرے سب سے چھوٹے ماموں وہاں گزرے۔ سب نے ان کو حکم بنایا تو ماموں صاحب نے کہا کہ بھائی ایک فریق کا قول دوسرے پر حجت نہیں مگر شیخ سعدیؒ تو کسی کے جانبدار نہ تھے ان کا فیصلہ خوب ہے سو وہ فیصلہ کر چکے ہیں چنانچہ خیل والوں کے لئے فرمایا ہے۔

کہ باشند مشتے گدایان خیل
بمہمان دارالسلام از طفیل

اور محلت والوں کے لئے گلستان میں یوں فرمایا ہے۔

آئینہ داری در محلت کوراں

ایک ظریف کی حکایت

فرمایا کہ ایک صاحب کا نام تھا شیخا اور ان کے بیٹے کا نام تھا کرامت۔ ایک ظریف نے مزاح میں میاں کرامت سے کہا تھا کہ تمہارا ذکر مثنوی میں بھی ہے۔

برکرامت ہائے خود شیخا ملاف

دیہاتی کے مصرع پر ماموں صاحب کی ظریفانہ گرہ

فرمایا کہ یہاں ایک شخص گرمیوں میں جنگل سے آ رہا تھا راستہ میں مدرسہ ہے وہاں ماموں صاحب درس دے رہے تھے کھڑکی میں سے ان پر نظر پڑ گئی ان کے پاس آ کھڑا ہوا اور کہا کہ تم بہت شعر کہتے ہو ہمارے مصرعہ پر تو گرہ لگاؤ فرمایا کہو اس نے کہا کہ ۔سنو دوستوں ہے عجب ماجرا۔ ماموں صاحب نے فی البدیہہ فرمایا۔ کھایا تھا منڈوا ہگا باجرا۔ بس وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

حضرت ماموں صاحب کے ایک شعر کی اصلاح

فرمایا کہ ماموں صاحب بہت ذہین تھے ایک غزل ہفت زبان میں لکھی تھی اس

میں ترکی بھاشا عربی فارسی سب کچھ تھی۔ عربی کا ایک شعر یہ تھا۔

الوجهك شمس بازغة
والخدث بدر مقبول

اور مجھ سے اصلاح کی درخواست کی میں نے یہ اصلاح دی تھی

الوجه کشمس بازغة
والخد کبدر مقبول

حسن التماس کی ایک مثال

فرمایا گنج پورہ میں نانا صاحب وکیل ریاست تھے۔ وہاں کھانے کو روزانہ ماش کی دال ملتی تھی اور اس میں تیل پڑتا تھا اس سے اور بدمزہ ہو جاتی تھی نانا صاحب نے وہاں کے رئیس کو لکھا۔

دال ماش توئی مثال سریش
روغن تلخ ہم درت کم و بیش
مرداں می خورند و می گوزند
شکر حق می کنند ازپس وپیش

ان رئیس صاحب نے حکم دیا کہ پیر جی صاحب کو روزانہ کھانا ہمارے خاصہ سے جایا کرے۔

ایک مغلوب الحیاء شخص کا واقعہ

فرمایا کہ مولوی غوث علی صاحب کے ملفوظات میں ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ اتفاق سے گھر میں بیٹھے ہوئے ان کی ریح صادر ہو گئی بس گھر سے نکل گئے وہ تین برس کے بعد آئے کہ اب تو سب بھول بھال گئے ہوں گے مگر احتیاطاً دروازہ پر آ کر ٹھہرے کہ پہلے سن لوں میرا کوئی تذکرہ تو نہیں ہے۔ اتفاق سے وہاں ان کے ایک لڑکے سے کوئی خطا ہو گئی تھی جس سے اس کی ماں کہہ رہی تھی کہ ہے نا ان پدوڑے کا۔ بس یہ سن کر بھاگے کہ ابھی وہ بات یاد ہے۔

مولوی اسحاق صاحب کانپوری کے حفظ قرآن کی کرامت

فرمایا کہ مولوی اسحاق صاحب کانپور میں ملازم تھے اور سارا کام ملازمت کا بھی انجام دیتے تھے پھر بھی صرف تین مہینہ میں قرآن شریف حفظ کرلیا تھا اور دوران حفظ میں چھٹی بھی آخر میں شاید دو ہفتہ کی لی تھی۔

فیضان منامی کاایک واقعہ

فرمایا کہ میرے ایک دوست نے یہ خواب دیکھا تھا کہ مجھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے سینہ سے لگایا اور ایک نور ان کے سینہ سے نکل کر میرے سینہ میں گیا ان کو بھی غالباً تین مہینہ سے کم میں قرآن شریف حفظ ہو گیا تھا۔

مولوی ظہیرالدین صاحب کے واقعات عدل بین الزوجات وغیرہ

فرمایا کہ میرے پھوپھا کے بھائی تھے۔ مولوی ظہیر الدین بڑے عابد زاہد تھے ان کے دو بیویاں تھیں دونوں کو الگ الگ رکھتے تھے اور ایک شہر میں بھی نہیں بلکہ مختلف جگہوں میں رکھتے تھے ایک بنت میں رہتی تھی اور ایک کیرانہ میں خود سفر کر کے دونوں کے پاس عدل کی غرض سے رہتے تھے پھر ان کے مرنے کے بعد دونوں جمع ہو گئیں اور باہم بہت اتفاق رہا۔ کیونکہ زندگی میں تو کبھی بھی نا اتفاقی کی نوبت نہ آئی تھی اور یہ صاحب سماج بھی تھے ان میں ایک بات عجیب تھی انہوں نے خلوت وجلوت کا ایک اچھا طریقہ اختیار کیا تھا اور اس طریقہ کو میرا بھی جی چاہتا ہے کیونکہ خلوت محضہ سے شہرت ہو جاتی ہے جو سخت خطرناک ہے لیکن پھر بھی جو خلوت اختیار کی جاتی ہے تو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر غالب ہو جاتا ہے تو مخلوق سے وخشت ہو ہی جاتی ہے اسی لئے اہل اللہ خلوت اختیار کرتے ہیں انہوں نے اس خطرے سے بچنے کے لئے یہ تدبیر نکالی تھی کہ سب کے سامنے بھی رہیں اور کام بھی ہوتا رہے وہ تدبیر یہ تھی کہ یہ سب کے سامنے نفلیں پڑھتے رہتے تھے اگر کوئی آ گیا تو سلام پھیر کے اس سے مختصر گفتگو کر کے پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کردی آنے والا یا تو تنگ ہو کر چلا گیا ورنہ سلام پھیرنے پر پھر دو چار باتیں کر لیں پھر نیت باندھ لی اس طرح سے وہ آپ ہی چلا جاتا تھا۔ اس مقام پر ناقص یہ کہہ سکتا ہے

کہ یہ ریاء ہے تو بات یہ ہے کہ دیکھنے سے ریاء نہیں ہوتی دکھلانے سے ہوتی ہے اگر دکھلانے کی نیت نہ ہو تو ریاء نہیں ہے۔

ایک خانساماں کا ظریفانہ جواب

فرمایا کہ ایک انگریز نے کسی خانساماں کو غصہ میں کہا تم ہمارے یہاں سے نکل جاؤ اس نے کہا کہاں جاؤں کہا جہنم میں چلے جاؤ۔ کئی دن کے بعد وہ خانساماں پھر آ پہنچا۔ انگریز نے کہا تم پھر آ گئے۔ اس نے کہا حضور میں جہنم پر گیا تھا وہاں صاحب لوگوں کا پہرہ تھا وہ کہتے ہیں یہ کالا آدمی کے لئے نہیں ہے تم کسی صاحب کا پاس دکھلاؤ تب جاؤں گا میں مجبور ہو گیا۔ حضور پاس دے دیں اس نے ہنس کر قصور معاف کر دیا۔

بوعلی سینا کی کتاب کی ایک فقرہ میں تردید

فرمایا کہ بوعلی سینا ایک بزرگ کے پاس ملنے گئے اور اظہار علم کی بڑی علمی تقریریں ہانکیں اور یہ سمجھے کہ یہ بزرگ میرے بڑے معتقد ہو گئے ہوں گے بعد میں اس نے لوگوں سے پوچھا کہ میرے بارے میں کچھ کہتے تھے لوگوں نے کہا کہ یوں کہتے تھے کہ بوعلی اخلاق ندارد۔ ان کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور اخلاق میں ایک ضخیم کتاب لکھ کر ان کے پاس بھیجی ان بزرگ نے کتاب دیکھ کر فرمایا کہ من نگفتہ بودم کہ اخلاق نداند بلکہ گفتہ بودم کہ اخلاق ندارد۔ ایک فقرہ میں ساری کتاب کا رد کر دیا۔ بوعلی بڑے شرمندہ ہوئے کہ مجھ میں تو ایک لفظ کے سمجھنے کی بھی قابلیت نہ نکلی۔

مولوی محمد حسین فقیر دہلوی کا ایک واقعہ

فرمایا کہ دہلی والے مرچ بہت کھاتے ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب فقیر جب ترکستان پہنچے تو ایک رئیس کے باغ میں قیام کیا۔ وہاں ایک مرچ کا درخت لگا ہوا تھا۔ بہت خوش ہوئے اس کو توڑ کر کھانا شروع کر دیا۔ مالک آیا تو غلام نے تعجب سے کہا یا شیخ ھذا یاکل النار یعنی انہوں نے آگ کھا لی۔

لالچ بری بلا ہے / ایک لالچی کی حکایت

فرمایا کہ طمع بری بلا ہے۔ میرے ایک دوست مارہرہ کے رہنے والے کہتے تھے

کہ ایک سرائے میں ہم چند آدمی کھانا کھا رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آیا ایک شخص نے بہت ادب سے سلام کیا لوگوں نے ملامت کی تو اس نے کہا کہ جن بھی کبھی کتے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں سو ممکن ہے کہ یہ جن ہو اور جنوں میں بھی جنوں کا بادشاہ ہو۔ اور ممکن ہے کہ مجھ سے راضی ہو کر مجھے کچھ دے دے۔ دیکھئے اس نے طمع کے لئے کتنے بعید احتمالات اور امکانات نکالے۔

بلوغت کا ایک حیرت ناک واقعہ

ایک اخبار میں دیکھا ہے نہ معلوم صحیح ہے یا غلط ہے کہ ایک چار برس کا بچہ ہے۔ اسے شہوت کا اس قدر ہیجان ہے اور اس پر ڈاکٹروں کا بھی اتفاق ہو گیا ہے کہ اگر شادی نہ کی گئی تو امراض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

مولوی غوث علی صاحب پانی پتی کا ایک واقعہ

فرمایا کہ غوث علی صاحب پانی پتی بڑے حاضر جواب تھے ایک مرتبہ کسی مسخرہ نے مولوی صاحب کو شرمندہ کرنے کے لئے ایک رنڈی کو ایک مرغا دے کر بھیجا کہ مولانا سے ذبح کے لئے کہنا وہ تیری بات سے جھینپ جائیں گے وہ مولانا کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگی کہ حضرت یہ مرغا حلال کر دیجئے۔ مولانا نے فرمایا کہ بی کسی اور سے فرمائش کرو اور میں نے تو آج تک نہ حلال کیا نہ حرام کیا (کیونکہ مولوی صاحب نے نکاح بھی نہ کیا تھا)

مرید کے امتحان لینے کا ایک قصہ

فرمایا کہ ایک شخص ایک شیخ کے پاس مرید ہونے گیا۔ اس نے ہر چند ٹالا مگر یہ نہ ٹلا۔ پھر شیخ نے امتحان کے لئے اس سے خلوت میں فرمایا کہ بھائی میں ایک بلا میں مبتلا ہوں اور اس کو کسی دوسرے پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ اگر ان مریدوں پر ظاہر کر دوں تو بدظن ہو جائیں گے اور تم چونکہ ابھی مرید نہیں ہوئے صرف دوست ہی ہو تم سے کہتا ہوں وہ بلا یہ ہے کہ میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا ہوں اور مدت سے اس فکر میں تھا آج بہت سا روپیہ خرچ کر کے اسے راضی کیا ہے اس سے یہی قرار پایا ہے کہ جس وقت کوئی آدمی ایسی

آواز دے تو تم فوراً چلی آنا لہٰذا تم اس آواز کے ذریعہ سے اس عورت کو بلا لاؤ اس نے فوراً وعدہ کر لیا کہ بہت اچھا ایسا ہی ہوگا وقت پر اس آواز کے ذریعہ اس کو بلا لائے۔ شیخ نے رات بھر حجرہ میں رکھا۔ صبح جس وقت اٹھے سمجھے کہ بھاگ گیا ہوگا مگر اسے دیکھا کہ پانی گرم کر رہا ہے۔ پوچھا کیا کر رہے ہو بولا کہ غسل کیلئے پانی گرم کر رہا ہوں۔ پوچھا تم بھاگے نہیں۔ اس نے کہا میں تو مرید ہونے آیا ہوں۔ فرمایا اب بھی جبکہ مجھے ایسی حالت میں آنکھ سے دیکھ لیا۔ اس نے کہا حضرت میں نے اس فعل کی ہر چند تاویل کی مگر سمجھ میں نہ آئی مجبور ہو کر یہ سمجھا کہ آخر امتی بشر ہیں۔ کوئی فرشتہ یا نبی تو ہیں نہیں۔ غایت یہ ہے کہ شیخ نے گناہ کیا ہے اور گناہ سے زیادہ سے زیادہ مقبولیت عنداللہ جاتی رہتی ہے مگر میں تو شیخ سمجھ کر آیا ہوں یعنی یہ کہ آپ کو طریق اچھا آتا ہے سو گناہ سے فن تو زائل نہیں ہو جاتا۔ طبیب اگر خود بد پرہیزی کرے تب بھی دوسروں کا تو علاج کر سکتا ہے رہا گناہ سو میں نے یہ سمجھا کہ شیخ نے اگر توبہ کر لی تو وہ ایسی توبہ ہوگی کہ کوئی توبہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ شیخ نے یہ سن کر اسے سینہ سے لگایا اور فوراً مرید کر لیا اور فرمایا کہ وہ میری بیوی تھی اور میں اس سے کہہ آیا تھا صرف تیری آزمائش کو ایسا کیا تھا۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ پہلے لوگ عقیدہ کے ایسے پکے ہوتے تھے آنکھ سے دیکھ کر بھی بدگمان نہ ہوتے تھے مگر مقتداء کو ایسا امتحان جائز نہیں یہ بزرگ مقتداء نہ ہوں گے۔

بسیار خوری ہی فساد کا سبب ہے

فرمایا مولوی سالار بخش صاحب انبہٹوی جو دماغی حالت سے معذور تھے وعظ میں فرمایا کرتے کہ جتنی بدعت وغیرہ آج کل ہو رہی ہے یہ سب خرابی مرچوں کی ہے ایک شخص نے کہا کیا مہمل بات ہے میں نے کہا کہ تم سمجھے نہیں مرچوں سے کھانا لذیذ ہو جاتا ہے اور لذیذ کھانا کھانے سے قوت بہیمیہ بڑھتی ہے اور قوت بہیمیہ بڑھنے سے معاصی وغیرہ کا تقاضا ہوتا ہے اس طرح سے مرچ سبب ہو گئی منکرات کی۔

ایک بھولے بزرگ کی حکایت

دیوبند میں ایک بھولے بزرگ گاڑی میں سوار تھے کہ گاڑی الٹ گئی اور اس

طرف ایک اور شخص سوار تھا یہ بزرگ اس کے اوپر بیٹھ گئے وہ غل مچاتا ہے کہ اترو۔ یہ کہتے ہیں کہ جوتہ لاؤ ننگے پاؤں کیسے اتروں اس شخص نے گاڑی بان سے کہا ارے بھائی ان کو جوتہ دے دے گاڑی بان نے جب جوتہ دیا تب اترے مگر ان کی برکت سے اس کے چوٹ نہ لگی۔

شکارخان کے اخلاص کی حکایت

فرمایا کہ حافظ محمد یار عرف نواب شکار خان رئیس تھانہ بھون عالمگیر کے امراء میں سے تھے قصبہ میں ان کی بہت عمارات ہیں مگر کسی عمارت پر کتبہ لگا ہوا نہیں ہے ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کی عمارت پر کتبے نہیں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ اخلاص کے خلاف تھا۔ شکار خان ان کا لقب یوں ہوا ہے کہ ایک دفعہ قازیں اڑی جا رہی تھیں کہ عالمگیر نے ایک قاز کی تعیین سے فرمایا کہ اس قاز کو شکار کرو انہوں نے تیر مارا تو اسی قاز کے لگا۔ عالمگیر نے ان کو شکار خان کا لقب دے دیا۔

چوہے اوراونٹ کی ایک حکایت

فرمایا کہ چوہے اور اونٹ کی دوستی تھی ایک مرتبہ دونوں سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں دریا آیا تو اونٹ اترا ہوا چلا گیا اور چوہے سے کہا آجا بھائی آجا اس نے کہا کہ کتنا پانی ہے اونٹ نے کہا کہ زیادہ نہیں ہے صرف گھٹنوں تک ہے چوہے نے کہا کہ حضور آپ ہی کے تو گھٹنوں تک ہے میری تو نسلیں کی نسلیں ڈوب جائیں گی تب بھی پتہ نہ چلے گا۔

ایک احمق شخص کی حکایت

فرمایا کہ ایک شخص ایک احمقوں کی بستی کا رہنے والا تھا اس کی اتفاق سے گھوڑی گم ہوگئی تو آپ نے چھتوں پر بھی تلاش کرنا شروع کیا۔

ایک شخص کی احمقانہ انداز گفتگو کا واقعہ

فرمایا کہ ایک شخص ایک اور احمقوں کی بستی کے رہنے والے مسجد کے اندر فجر کی سنتیں پڑھ رہے تھے جماعت کھڑی ہوگئی جب سنتیں پڑھ چکے تو فرضوں کی بھی وہیں اندر نیت باندھ لی۔

بیماری کی کیفیت کے اشارہ کی تشریح کا قصہ

فرمایا کہ ایک شخص نے جو اسی بستی کے رہنے والے تھے خاص پر نالے کے نیچے کھڑکی کھولی پانی ڈال کر دیکھا تو اس سے کھڑکی میں پانی آیا پھر اس پر نالے کو موڑا اور امتحان کیا تو پھر پانی آیا کہنے لگے کہ یہ پانی زیادہ ہے بارش کا پانی تھوڑا تھوڑا آئے گا وہ سب نکل جائے گا۔

بیوقوفوں کی بستی کا ایک قصہ /ایک بیوقوف کی حکایت

فرمایا کہ ایک شخص جو اسی بستی کے رہنے والے اور ذی علم تھے ایک جگہ ملازم تھے بال بچے بھی ہمراہ تھے ان کی ایک بہت چھوٹی لڑکی کو ایک غریب ملازم لڑکا رکھتا تھا وہ اس کو لے کر کہیں چلا گیا اور دیر تک نہ لوٹا اتفاق سے اس لڑکے کا باپ آ گیا تو اس سے فرماتے ہیں کہ جناب تمہارا لڑکا بڑا بدمعاش ہے میری لڑکی کو لے کر بھاگ گیا ناواقف حاضرین کو تعجب ہوا اتفاق سے وہ آ گیا تو معلوم ہوا دونوں بچے ہیں۔

ایک احمق کی حکایت

فرمایا کہ ایک شخص اسی بستی کے رہنے والے جو صاحب علم تھے ان کو تھانہ بھون کے مدرسہ کے ایک مدرس اپنا نائب بنا کر کسی ضرورت سے مظفر نگر چلے گئے اور ان کے چلنے کے وقت ایک طالب علم مدرسہ کا بیمار تھا اس کے سر میں درد تھا مظفر نگر جانے کے بعد ان نائب کے پاس ایک خط لکھا کہ اس طالب علم کا درد کیسا ہے آپ نے اس کو بلا کر پوچھا اس نے ہاتھ کی انگلیاں ملا کر کئی بار کھول دیں اور بند کر دیں کہ میرا سر اس طرح کرتا ہے آپ نے خط کے جواب میں اس کیفیت کو اس طرح تعبیر کیا کہ اس کے درد سر کی یہ حالت ہے کہ رؤس اصابع خمسہ کو ملایئے پھر ان کو حالت انبساط کی طرف لے جایئے پھر حالت انقباض کی طرف لایئے اور اسی طرح کئی دفعہ کیجئے یہ کیفیت ہے اور یہ مضمون لکھ کر اس کے کافی ہونے کی تسلی نہ ہوئی ماموں صاحب کو دکھلایا کہ یہ ٹھیک بھی ہو گیا یا نہیں۔ ماموں صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کیا واہیات تکلف کیا ہے سیدھی بات لکھ دیتے کہ اس کا سر پلر پلر رہا ہے۔

ایک احمق کی حکایت

فرمایا کہ ایک مسافر اسی بستی میں گزرا ایک شخص راستہ میں استنجا سکھاتے ہوئے ملے ان سے مسافر نے پوچھا کہ یہ کونسی بستی ہے انہوں نے نام بتلا دیا۔ مسافر نے کہا کہ یہ وہی بستی ہے جہاں کے لوگ بیوقوف مشہور ہیں تو انہوں نے کمر بند چھوڑا اور استنجے سے دونوں ہاتھ اوپر کو اٹھا کر اونچا کر کے کہا کہ میاں وہ زمانہ ہی گیا اور پاجامہ نیچے گر گیا اس مسافر نے کہا کہ نہیں جناب ابھی نمونہ اس کا موجود ہے ملاحظہ فرمالیجئے۔

حضرتؒ کی مثنوی زیروبم پر ایک درویش کی دعا

فرمایا الہ آباد میں ایک ولایتی درویش محمدی شاہ نام تھے۔ جو شاہ نیاز احمد بریلوی کے مرید اور خلیفہ تھے نکاح نہیں کیا تھا مجرد تھے۔ بوڑھے تھے مگر سب قویٰ بہت اچھے۔ جب ذکر کرتے تو سارے الہ آباد میں آواز گونجتی۔ ایک دفعہ والد صاحب الہ آباد گئے تھے میں کانپور میں تھا والد صاحب علیل ہو گئے میں علالت کی خبر پا کر ان کی خدمت میں الہ آباد گیا تھا۔ والد صاحب مجھے ان کے پاس بھی لے گئے تھے۔ والد صاحب نے ان سے فرمایا کہ اس (یعنی مرشدی مولانا مدظلہم) نے ایک مثنوی لکھی ہے اس زمانہ میں میں نے مثنوی زیروبم جو اول تصنیف ہے وہ لکھی تھی انہوں نے فرمایا سناؤ میں نے کچھ سنائی تو انہوں نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ قال سے حال کر دے پھر انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ مولوی ایک آیت کا ترجمہ کرو اور یہ آیت پڑھی لکل امة جعلنا منسکا ھم ناسکوه فلا ینازعنك فی الامروادع الیٰ ربك الخ میں سمجھ گیا کہ یہ صلح کل کے مذہب کو قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے لا ینازعنك فرمایا لا ینازعھم نہیں فرمایا یعنی اہل باطل کو تو حق نہیں ہے کہ تم سے جھگڑے مگر اہل حق کو یہ حق ہے یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

یادشیخ ضابط ملفوظات کے اشعار

یاد شیخ

از واصل ٹانڈوی ضابطہ ملفوظات رسالہ ہٰذا

جہاں میں چھا گئیں کیوں ظلمتیں ہر سو ہے ویرانی
اٹھی دنیا سے یا رب کون ایسی ذات نورانی
ہوا دنیا سے رخصت آج کیسا شیخ لاثانی
حکیم الامت تھانہ بھون محبوب یزدانی
کلیجہ منہ کو آجاتا ہے دل ہاتھوں اچھلتا ہے
تصور میں جب آجاتی ہے ان کی شکل نورانی
کدھر جائیں کہاں ڈھونڈیں کسے دیکھیں کسے لائیں
نظر میں کوئی جچتا ہی نہیں اب شیخ روحانی
کہاں بھٹکے ہوئے جائیں کدھر روتے ہوئے جائیں
گلے کس کے لگیں کس کو سنائیں درد پنہانی
تشفی کون آڑے وقت میں دے گا مریضوں کو
کرے گا کون تدبیر و علاج رنج روحانی
بہت کچھ حال ابتر ہو چکا ہے ہجرت میں حضرت
غلاموں کی نظر میں ہیچ ہیں سب عیش شاہانی
بتاؤ تو چلے کس پر اکیلا چھوڑ کر ہم کو
کرے گا کون ہم اہل ہوس کی اب نگہبانی
دل پرغم کو پھر لائے ہیں ہم تھانہ بھون حضرت
کھڑے ہیں پاک مرقد پر دکھا دو شکل نورانی
دل مضطر کسی صورت بہلتا ہی نہیں اپنا
بتائیں کیا تمہیں اے دوستو وجہ پریشانی

بہت بیتاب و مضطر تھا بہت حیران و ششدر تھا
کہ شیخ الھند کے اس شعر نے کم کی پریشانی
چو ختم الانبیاء رفتند دیگر کیست کو ماند
مگر ذات مقدس قادر و قیوم سبحانی
بتاؤں کیا کہ کیا تم تھے تمہیں تم تھے زمانے میں
حقیقت میں تمہیں تھے وارث محبوب یزدانی
خدا جانے نظر میں کیا کشش تھی جذبہ تھا کیسا
ادھر آنکھوں کا ملنا اور ادھر حالت بدل جانی
عجب برکت نظر میں تھی کہ ملتے ہی مریضوں سے
مرض کافور ہو جاتا دوا پینی نہ کچھ کھانی
نظر پڑتے ہی فوراً وہ مرض پہچان لیتے تھے
ادھر تشخیص یکتا تھی ادھر تجویز لاثانی
رذائل کو فضائل وہ بنا دیتے تھے حکمت سے
عجب ان کی فراست تھی عجب ان کی تھی فن دانی
وہ شیخ ایسے جو دنیا میں نظیر اپنی نہ رکھتے تھے
شفیق ایسے ہزاروں اور لاکھوں میں تھے لاثانی
جہاں میں جن مریضوں کا مداوا غیر ممکن تھا
شفا پاتے تھے وہ تھانہ بھون جاکر بآسانی
مرض کیسا ہی کہنہ شیخ بھی مایوس ہوں جس سے
مگر اک چٹکلے میں ان کے روحانی شفا پانی
نظر والوں نے دیکھا تھا انہیں چشم تعمق سے
مگر واللہ کچھ ہم نے نہ ان کی قدر پہچانی
جنہیں شطرنج و لغویات سے فرصت نہ ہوتی تھی

انہیں کا مشغلہ ہے صبح و شام اب سبحہ جنبانی
غریب و مالدار و حاکم و محکوم سب کے سب
فیوض خانقاہی سے بنے ہیں شیخ روحانی
عدیل ان کا نہیں پیدا انہیں تشبیہ کس سے دوں
نظیر ان کی نہیں ملتی جہاں میں وہ تھے لاثانی
رکھوں سر پر ملوں آنکھوں سے گر قسمت سے مل جائے
کہ ان کی کفش پا واصل ہے بہ از تاج سلطانی
تصانیف ان کی، خادم ان کے، امریکہ میں، لندن میں
لو پہنچا ہند سے باہر بھی ان کا فیض روحانی
بتاؤ تو کہیں دنیا میں دیکھا ہو اگر تم نے
دکھاؤ تو جہاں میں مجھ کو ایسا شیخ روحانی
ہنسی میں باتوں باتوں میں ہوئے اکثر مریض اچھے
اشاروں ہی اشاروں میں گئے امراض روحانی
ابھی تک مبتلائے جہل و نادانی تھے ہم لیکن
حقیقت جو تصوف کی تھی وہ ان سے ہی پہچانی
بحق سیدی و مرشدی اشرف علی مولیٰ
سبھیں، طے ہوں مدار جہائے عرفانی و ایمانی
بحق شیر مرد تھانوی یارب کرم فرما
انہوں کے صدقہ مجھ سے دور ہوں امراض روحانی
اسیر حرص ہوں اور مبتلائے کید نفسانی
مدد اے جوش ایمانی کرم اے فضل ربانی
جیا تو کیا جیا مردوں سے بدتر ہے مرا جینا
نہیں وہ زندگی کہنے کے لائق جو ہے عصیانی

ضعیف و ناتواں ہوں اور بہت کوتاہ ہمت ہوں
الٰہی طے کرا دے سب مدار جہائے عرفانی
جو تیرا فضل ہو جائے تو بیڑا پار ہو جائے
سیہ کاری بدل جائے مری بانور ایمانی
الٰہی جب دم آخر ہو اور دنیا سے رحلت ہو
ترا شوق لقا ہو موجزن ہو نور عرفانی
زباں پر ذکر جاری ہو جدھر دیکھوں تو ہی تو ہو
تری الفت میں دم نکلے مرا بانور ایمانی
رہیں باقی زمانہ میں تصانیف ان کی محشر تک
جہاں پاتا رہے ان سے ہمیشہ فیض روحانی
فیوض خانقاہ اشرفیہ روز افزوں ہوں
شفا پاتے رہیں سب مبتلائے درد روحانی
تمنا ہے رہوں تھانہ بھون جب تک رہوں زندہ
رہوں جنت میں بھی ہمراہ ملے جب باغ رضوانی
اگر مل جائے واصل پاس مرقد کے جگہ تجھ کو
توبہ از تاج کیخروبہ از ملک سلیمانی

دیگر

زمانے میں ہلچل پڑی کس بلا کی
یہ رحلت ہے کس آج پیر ھدیٰ کی
کہاں ہے جو شفقت تھی بے انتہا کی
محبت سے سنتے تھے ہر مبتلاء کی
کہاں ہیں جسے اک نظر بھر کے دیکھا
وہیں سارے مرضوں سے حق نے شفا کی

سرِ عید گہ رونمائی ہے کس
کھڑی رو رہی ہے جو خلقت خدا کی
دیا ابر رحمت نے بھی آ کے چھینٹا
جنازہ پہ کس شیخ با اتقا کی
گئی آسماں پر جو روح معطر
ملائک نے بھی غم میں آہ و بکا کی
زمانے میں ہیں شیخ و ہادی ہزاروں
نظر تو ہے تم پر دل مبتلاء کی
سنا اور نہ دیکھا زمانے میں تم سا
قسم ہے خدا کی قسم ہے خدا کی
گیا در سے محروم اب تک نہ کوئی
دوا آپ نے کی ہر اک مبتلا کی
نہیں کوئی مونس نہ غم خوار تم سا
کہوں کس سے حالت دل مبتلا کی
کوئی ایسی صورت بتاؤ تو حضرت
سنبھل جائے حالت دل مبتلا کی
کھڑا ہوں میں مرقد پہ بے چین پھر ہوں
وہی میری حالت ہے آہ و بکا کی
خفا ہو کے پھر اپنے پھر اپنے سینہ لگانا
جفا میں بھی تیری جھلک تھی وفا کی
زمانہ میں سمجھا نہ واصل کسی نے
حقیقت کو اس عاشق با وفا کی

دیگر

کس کی رحلت نے جہاں میں حشر برپا کر دیا
دل میں ہر پیر و جواں کے درد پیدا کردیا
درد فرقت نے کہوں کیا حال میرا کر دیا
دل کے ٹکڑے کر دیئے چھلنی کلیجہ کر دیا
کس کی میت پر گرے پڑتے ہیں سب پیرو جواں
کس کی رحلت نے جہاں محو تماشا کر دیا
چہچہاتا روز و شب تھا گلشن عرفاں میں جو
ایسے طوطی کو اجل خاموش کیسا کر دیا
جو معارف اور حقائق میں تھا خود اپنی مثال
ایسے ہادی کو اجل خاموش کیسا کر دیا
جو معارف اور حقائق میں تھا خود اپنی مثال
موت نے اس کی زباں کو بند کیسا کر دیا
اوڑھ کر چادر کفن کی اب وہی خاموش ہے
سینکڑوں مردہ دلوں کو جس نے زندہ کردیا
آخری دیدار میت پر ہے کس کے اژدہام
کس کی صورت نے جہاں محو نظارا کر دیا
اے تماشا گاہ عالم سیر کو جا چلے
کیوں ابھی سے ہم غلاموں کو اکیلا کر دیا
ہائے کیا کیا آرزو تھیں اور کیا کیا حسرتیں
اے اجل تو نے مرا خون تمنا کردیا
تو کہاں اے شیخ زیب مسند تھانہ بھون
حشر سے پہلے ہی عالم میں اندھیرا کردیا

تم تو جنت میں ہو بیشک راحت و آرام سے
ہم غلاموں کے لئے میدان ہو کا کر دیا

جس کو دیکھا آنکھ بھر کر ہو گیا بسمل وہیں
جس کو چاہا دل سے اس کو حق کا شیدا کردیا

ہم سے گمراہوں کو سیدھی راہ پر کس نے کیا
چشم نابینا کو حضرت کس نے بینا کردیا

روح کس نے پھونک دی مردہ دلوں میں اے حبیب
جو تھے خود مردہ انہیں کس نے مسیحا کردیا

سر سے پا تک مبتلا امراض روحانی تھے جو
ان کو زندہ ہی نہیں بلکہ مسیحا کردیا

آج دن ان کے مواعظ اور ملفوظات نے
جن میں گویائی نہ تھی ان کو بھی گویا کردیا

چین اب آتا کسی صورت کسی پہلو نہیں
میرے حضرت دل میں کیسا درد پیدا کر دیا

جامعیت ختم ہے حضرت پہ واصل بے شبہ
سب کمالوں کو انہیں میں حق نے یکجا کر دیا

ہم بھی واصل کام کے تھے جب تھے وہ سایہ فگن
درد فرقت نے ہمیں اب تو نکما کر دیا